جہانِ حمد و نعت

Jahan-e-Hamd-o-Na'at

ریاستِ جموں و کشمیر میں حمدیہ و نعتیہ شعر و ادب کا اوّلین کتابی سلسلہ

شمارہ : 6

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ○ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نعت اکادمی (کشمیر) کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والا

حمدیہ و نعتیہ ادب کے فروغ و اشاعت کے لیے وقف ادبی و تحقیقی مجلّہ

Jahan-e-Hamd-o-Na'at

جہانِ حمد و نعت

ریاستِ جموں و کشمیر میں حمدیہ و نعتیہ شعر و ادب کا اوّلین کتابی سلسلہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مُدیر : ڈاکٹر جوہر قدّوسی

نعت اکادمی مدینہ چوک، گاوکدل، سرینگر-190001- (کشمیر)

Pages : 01 to 04 = Title Cover (4 Pages)

حمدیہ و نعتیہ ادب کے فروغ و اشاعت کے لیے وقف ادبی و تحقیقی مجلّہ

جہانِ حمد و نعت

ریاستِ جموں و کشمیر میں حمدیہ و نعتیہ شعر و ادب کا اوّلین کتابی سلسلہ

Vol. : 06 • Issue No : 06 | Price : Rs. 250.00 | Pages : 420

مُدیر : ڈاکٹر جوہرؔ قدوسی

● جلد : ۶ ● شمارہ : ۶ ● [برائے سال : 2024ء]

● جنرل منیجر : اے۔ جی۔ قدوسی ● منتظم : آصف مسعود

● تزئین کار : عمیم وسطی ● سرورق : ای۔ قدوسی

ناشر : نعت اکادمی (جموں وکشمیر)

1st Floor, Khan Complex, Madeena Chowk,
Gaw Kadal, SRINAGAR - 190001 - Kashmir (J&K)
Cell : 9906662404, 9419403126 Email : hamdonaatjk@gmail.com

حمدیہ و نعتیہ ادب کی ترویج و ترقی اور فروغ و اشاعت کے لیے کوشاں ایک متحدہ آواز

نعت اکادمی جموں وکشمیر

Na'at Academy J&K

رابطہ دفتر: خان کمپلیکس، مدینہ چوک، گاو کدل، سرینگر- 190001-(کشمیر)

○ فون نمبرات : 9419404409, 9906662404

○ ای-میل : naatacademyjk@gmail.com

اوّلین سرپرست : پروفیسرڈاکٹر مرغوب بانہالیؒ

مجلسِ اِدارت

****

- انجینئر شفاعت محمود [سرپرست]
- ڈاکٹر جوہرؔ قدوّسی [مُدیر]
- ڈاکٹر شکیل شفائی [رفیق مُدیر]
- علی محمد عاجزؔ [معاون مدیر]

اِدارتی مجلسِ مشاورت(مقامی)

****

- پروفیسرڈاکٹراحمد قدّوس جاوید، سابق صدر شعبہ اُردو، کشمیر یونیورسٹی (حال: جموں)
- مسعود سامون (IAS)، ڈِویژنل کمشنر کشمیر (ر)، (حال: بانڈی پورہ)
- غلام حسن غمگینؔ (مشہور نعت خوان، نعت گو، براڈ کاسٹر) سرینگر
- محترمہ رُخسانہ جبین، ڈائریکٹر ریڈیو کشمیر (ر)، سرینگر
- ڈاکٹر حیات عامر حسینی، پروفیسر (ر)، شعبہ فلاسفی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
- پروفیسرڈاکٹر حمید نسیم رفیع آبادی، ڈین سوشل سائنسز (ر)، سنٹرل یونیورسٹی کشمیر
- ڈاکٹر محمد اسداللہ وانی، پروفیسر (ر) شعبہ اُردو، جموں یونیورسٹی، جموں
- مشتاقؔ فریدی [صاحبِ 'اوّلین کلیاتِ نعت'] ، ڈوڈہ، جموں وکشمیر
- میر امتیاز آفریں، سینیئر لیکچرار انگلش، محکمۂ تعلیم حکومت جموں وکشمیر

اِدارتی مجلسِ مشاورت(عالمی)

****

- ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزادؔ فتح پوری (یو۔پی)
- تنویر پھولؔ (نیویارک، امریکہ)
- پروفیسرڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی (دہلی)
- ابوالحسن خاورؔ (نعت ورثہ۔نعت کائنات)
- پروفیسرڈاکٹر خواجہ اکرام الدین (دہلی)
- ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (ناگپور، مہاراشٹر)
- ڈاکٹر سراج احمد قادری (خلیل آباد، یو۔پی)
- ڈاکٹر اشفاق انجم (مالیگاؤں، مہاراشٹر)

شمارہ ھٰذا

علامہ شوکت حسین کینگ قادری (سرینگر)

علامہ نصیر سراجی

پروفیسر ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط

پروفیسر ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

ڈاکٹر اشفاق انجم

ایس حسن انظرؔ (سرینگر)

کی

حمد و نعت شناسی کے نام

لمعاتِ ثنا

حرفِ آغاز (اداریہ)	ڈاکٹر جوہر قدوسی	13
حمدِ ربِّ کائنات ﷻ	حماد انجم ایڈووکیٹ	19
مناجات بہ بارگاہِ قاضی الحاجات ﷻ	علامہ محمد اقبالؒ	21
نعتِ رسولِ کائنات ﷺ	احمد ندیم قاسمی	23
باب تفکّرات	———	25

اِکتشافِ فکر ، اِقتضائے فن

[حمد ونعت گوئی کے فن اور آداب و اسالیب پر مضامین]

حمد گوئی اور قرآن کریم کی تمہیدی آیت	مدیر 'جہانِ حمد ونعت'	27
حمد گوئی کی اہمیت اور اس کے آداب	تنویر پھول	35
نعت کا قرآنی اُسلوب	عزیز بلگامی	41
نعت : تعریف اور تاریخی پس منظر	ڈاکٹر عبدالحمید لون	50
نعت گوئی کے جدید تقاضے	مجید اختر	61
تذکرۂ نبویؐ کے چند آداب	ابوعمار زاہد الراشدی	65
باب تدبّرات	———	95

عکسِ تحقیق ، نقشِ تنقید

[حمدیہ ونعتیہ شاعری اور شعراء پر تحقیقی وتنقیدی مضامین]

شکر کی شعاعوں سے منوّر حمدیہ شاعری	ڈاکٹر شبیر احمد قادری	71
ڈاکٹر داؤد محسن کی حمد نگاری	طاہر سلطانی	77
شارق رشید کی اردو "حمد" کا تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی	84

مظفر وارثی کی حمدیہ شاعری کا فنی و فکری مطالعہ	ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی	87
سیرت ابن اسحاق کے نعتیہ اشعار	پروفیسر ابوسفیان اصلاحی	90
حضرت فریدالدین عطارؒ کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر شوکت حیات	127
حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ کی منظوم سیرت 'مغازی النبی'	علامہ شوکت حسین کینگ قادری	140
چند علمائے دیوبند کا حمدیہ و نعتیہ کلام	مفتی محمد اسحٰق نازکی قاسمی	167
علامہ اقبال بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں	ڈاکٹر شکیل شفائی	179
کشمیری زبان میں نعتیہ شاعری: ایک مختصر جائزہ	میر امتیاز آفرین	195
باب تفہیمات ————		207

اِنتقادِ سخن ، احتسابِ اسلوب

[حمدیہ و نعتیہ کتب و فن پاروں پر تبصرے اور تاثرات]

''تنویرِ حمد'' (حمدیہ قطعات کا مجموعہ)	میمونہ تحسین محمد اسمٰعیل	209
'باغِ حمد'	اختر سعیدی	214
حرفِ ثناء (مجموعۂ حمد)	اختر سعیدی	215
شاعرِ حمد و نعت طاہر سلطانی کا حمدیہ دیوان	ڈاکٹر عابد رشید	216
حافظ کرناٹکی کی حمدیہ کتاب: رباعیاتِ حافظ	غلام نبی کمار	219
ڈاکٹر شاداب ذکی کے حمدیہ و نعتیہ مجموعے	ریحانہ شجر	223
'شمس کا انجم کمال' اور یہ 'مجموعۂ نعت'	ڈاکٹر کوثر مظہری	231
صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری: فکری و تنقیدی تناظر	سیّد صفدر	243
مشہور فارسی شعراء کے نعتیہ کلام کا انتخاب	اطہر سامون	246

''ریاض حمد و نعت''	عبدالعزیز دباغ	249
اِقرار مصطفیٰ کا ''اپنی مثال آپ''	ڈاکٹر غلام شبیر اسدؔ	254
صدام فدا کا نیا مجموعہ ''جادۂ نور''	سید حبدار قائم	256

باب **تصوّرات**——— 261

اقوالِ زرّیں، افکارِ روشن

[حمد و نعت سے متعلق اربابِ فکر و دانش کے منتخب اقوال]

نعت کا فن اور اس کے لوازمات و مقتضیات	مدیر 'جہانِ حمد و نعت'	262

باب **تخیّلات**——— 265

حمدوثنائے ساقئ ازل، مدح و ثنائے ساقئ کوثرؐ

[مشرق و مغرب کے شعرائے کرام کا منظوم حمدیہ و نعتیہ کلام]

حمدیہ کلام : ڈاکٹر مبشر احمد نشتر + محمود شاہد + حسن عسکری کاظمی + اسا نغنی مشتاق رفیقی + پروفیسر ڈاکٹر سید امین تابش + محمد یاسین کنبہر + حافظ عبدالعظیم عمری مدنی + علی شاہدؔ دلکش + شوکت ثاقب پوشپوری + مصطفےٰ رضا خان نوری + ڈاکٹر فیض اشرف فیض (اکبرآبادی) + یونس انیس + ظفر کلیم + کرشن کمار طور + ابو ضحیٰ طارق + محمد نعیم خان + منجیت سنگھ (خان منجیت بھاوڑیا مجید) 267 تا 302

نعتیہ کلام : سلمان رسول + سید عارف معین بلے + ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی + ڈاکٹر مبشر احمد نشتر + رخسانہ جبیں + ایس حسن انظر +حماد انجم ایڈووکیٹ (مرحوم) + ڈاکٹر شمس کمال انجم + ریاض احمد قادری +علی شیدا + سید اعجاز حسین عاجز +سمعان خلیفہ ندوی + ڈاکٹر عزیز فیصل +محمد سلمان سجاد بلگاوی + علی شاہدؔ دلکش + ریاض احمد میر ضیائیؔ + پروفیسر مقبول احمد مقبول + میر امتیاز آفریںؔ + مرتضیٰ اشعر+ عدیل شیرازی + مسرور نظامی +مشتاق فریدی + اعجاز احمد لکرو+ پرویز احمد آبادی + فیضان واجدی +اشرف عادل + عامر بھایا + سلطان محمود+ سید عارف لکھنوی + جبیں نازاں +ابوضحیٰ طارق +منظور نونہ میؔ + منیر احمد+ ڈاکٹر ممتاز منور+ سید رضوان الحق رضوان 303 تا 382

باب **تاثرات**———— 383

نامہ ہائے شوق،رقعاتِ ذوق،نقطہ ہائے نظر

[صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے]

ڈاکٹر ابو عائشہ، ڈاکٹر شبیر احمد قادری، مفتی محمد اسحٰق نازکی قاسمی، ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی، عابد رشید 384 تا 406

باب **متفرقات**———— 407

* 'نعت موضوعِ شاعری ہے، صنفِ سخن نہیں': معروف شاعر اور ادیب مظفر عارفی سے نثار احمد نثار کی گفتگو * ''نعت اب اِرتقائی مراحل سے نکل کر ترقی کی اوج ثریا پر پہنچ چکی ہے'': ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی کا انٹرویو تا 420

***

(اداریہ)

حرفِ آغاز

'' جہان حمد و نعت'' کا یہ شمارہ بوجوہ غیر معمولی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے۔خوشخبری یہ ہے کہ **الحمدللہ** زیرنظر چھٹے شمارے کے معاً بعد مجلّے کا ساتواں شمارہ بھی منظرعام پر آ رہا ہے۔اس طرح بفحوائے: دیر آید، درست آید، اب ایک کی جگہ دو شمارے بیک وقت منظرعام پر آ رہے ہیں؛ **الحمدللہ علیٰ ذالک۔**

———— ○ ————

حمدیہ ونعتیہ ادب کی وسعت پذیری کا سلسلہ روز افزوں ہے۔ یہاں پر سردست اُردو نعتیہ سرمایے کی بات کرتے ہیں۔بقول شخصے:' تاریخ نعت کے چمنستان میں گلہائے رنگا رنگ کی بہار ہے۔' یہ بات طے ہے کہ اُردو میں نعت کی اپنی کوئی مخصوص ہیئت متعین نہیں ہے۔اس کا تعلق صرف موضوع اور مواد سے ہے، خارجی ہیئت وطرز سے نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس اس کا مرکز ومحور ہے۔اس میں پابندی صرف اس صنف کے داخلی پہلو یعنی مواد اور موضوع کی، کی جاتی ہے۔اس لیے ہر ایسی شعری کاوش جس کا انسلاک رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہو، نعت کہلاتی ہے۔ یہ انسلاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات، صفات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال، افعال، عادات، اطوار، شمائل، معمولات اور تعلیمات سے ہوسکتا ہے۔ کچھ بھی ہو، یہ نسبت برقرار رہنی چاہیے کہ اس نسبت کی عدم موجودگی میں نعت نعت نہیں رہے گی۔

جب ہم اردو شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں،تو پتہ چلتا ہے،اس میں ہر دور کا نعتیہ سرمایہ اُس دور کی مروجہ اور مقبولِ عام اشکال وہیئات میں سامنے آیا ہے۔

چنانچہ اب تک اردو شاعری میں جتنی بھی شعری ہیئتیں وجود پذیر ہوئی ہیں، ان میں سے ہر ایک کے پیکر میں نعتیہ شاعری موجود ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ جو صنفِ سخن جس عہد میں زیادہ مقبول و مروّج رہی ہے، اس صنف کو نعت کے لیے بھی اسی اعتبار سے استعمال کیا گیا ہے۔اسی لیے یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ اُردو اصناف سخن میں شاید ہی کوئی صنف یا ہیئت ایسی ہے، جس میں شعراء نے نعتیہ مضامین بیان نہ کئے ہوں۔ چنانچہ مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، غزل، آزاد غزل، نظم، آزاد نظم، نثری نظم، طویل نظم، سانیٹ، ہائیکو، دوہے، مثلث، مخمس، سلام، رُباعی، قطعہ، ترجیع بند، مسدّس، مسمط اور دیگر اصناف سخن کی ہیئتوں کے پیرایہ اظہار میں دورِ جدید اور عصر حاضر کے بے شمار شعراء نے نعتیہ مضامین بیان کر کے نعت کے ہیئتی تنوع کو مضبوط و مستحکم کیا ہے، جس کے نتیجے میں مضامینِ نعت میں زبان وقلم کے لیے نئے آفاق پیدا ہو گئے ہیں اور دنیا بھر کی کوئی اہم بحث ایسی نہ رہی، جسے کسی نعت یا کسی ایک ہی نعتیہ شعر میں نہ سمویا جا سکے۔ بقولِ سلیم احمد ''شعراء کے تخلیقی اخلاص کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ نعت کے لیے ہر ہیئت اور ہر شعری سانچہ استعمال ہو رہا ہے۔ غالباً اتنا تنوع اردو کے کسی عہد کی نعت میں کبھی موجود نہیں رہا ہے''۔

'وسعت ورفعتِ نعت' کا یہ سلسلہ، اصنافِ شعروادب میں ایک مدت سے جاری وساری ہے۔اردوادب میں نعتیہ شاعری اپنا ارتقائی سفر طے کرتی ہوئی بیسویں صدی کے آخری تین چار عشروں میں اس قدر فروغ پا گئی کہ شائقین ذرائع ابلاغ، اخبارات، الیکٹرانک میڈیا اور (نئی صدی کے آغاز کے ساتھ ہی) سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارموں پر حمد ونعت کی محفلیں سجانے لگے۔ ادبی تقریبات اور نعتیہ مشاعرے، نغمہ ہائے مدحت سے گونجنے لگے۔ ہر شاعر نعت کو اپنی متاع عزیز بنانے لگا، بلکہ وہ شاعر، جو نعت کو ایک صنف تسلیم کرانے سے گریزاں تھے، نعت کہنے لگے۔ دینی اور تہذیبی سطح کے حالات بھی اثر انداز ہونے لگے۔علمی ترقی، فلسفیانہ فکر اور

معاشی و معاشرتی تبدیلیوں نے بھی نعت کو نئے مضامین سے مالا مال کیا۔

○

ہیئتی تنوع کے ساتھ ساتھ جدید اُردو نعت میں موضوعاتی بوقلمونی بھی نمایاں ہے۔ اُردو میں نعت کے موضوعاتی کینوس کی وسعت کا اندازہ یوں بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نبی برحق ﷺ سے نسبت کے حوالے سے اب سینکڑوں ایسے موضوعات بھی نعت کے دائرے میں شامل ہوگئے ہیں اور ہورہے ہیں، جن سے نعت کا بظاہر کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ مثلاً سرکار دوعالم ﷺ کی ولادت اور بعثت سے قبل زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی عادات، معاشرت اور تہذیب وتمدن کا احوال، سرزمین عرب کا جغرافیہ، پہاڑ، ریگستان، موسم، آب وہوا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان موضوعات کا تعلق نعت سے نہیں بلکہ تاریخ اور جغرافیہ سے ہے۔ بایں ہمہ ان کا بیان نعتیہ شاعری میں بکثرت نظر آتا ہے۔ اسی طرح عمرانیات، سیاسیات، اخلاقیات، اقتصادیات، افرادِ ملّت کی اخلاقی کجروی اور انتشار، مغربی تہذیب سے مرعوبیت، عصر حاضر کی مادیت زدہ زندگی اور اس سے پیدا ہونے والی بداخلاقی، گمراہی اور بے اعتدالی جیسے (بظاہر بعید از نعت) موضوعات کو بھی شعراء نے اپنی نعتوں کا موضوع بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نعت کے موضوعات و مضامین میں جتنا تنوع آج نظر آتا ہے، اتنا اردو کے کسی بھی عہد کی نعت میں کبھی بھی نہیں رہا ہے۔

○

آج کے نئے نعت پاروں میں نت نئے موضوعات کی کہکشاں موتیوں کی طرح دَمکتی نظر آرہی ہے۔ یہاں تک کہ اکیسویں صدی میں ایسے نعت نگار منصۂ شہود پر نمودار ہورہے ہیں، جو نعت کے ظاہری کینوس کے ساتھ ساتھ اس کے معنوی کینوس کو بھی خاطر خواہ وسعت عطا کررہے ہیں۔ چنانچہ مشاہیر ادباء وشعراء کی نعت نگاری اور نعت شناسی میں گہری دلچسپی کے طفیل ان کے اسلوبِ سخن اور اندازِ بیان نے صنفِ نعت کو

معراج کمال تک پہنچا دیا۔ نئے نعت نگاروں نے پاکیزہ ولطیف احساسات وجذبات میں عشقِ رسول ﷺ کے سدا بہار پھول مہکا دیے اور صنف نعت کو اصنافِ شعر وسخن کی ہر دل عزیز صنف بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہل دانش یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ صدی کے حسّاس تخلیق کاروں کی تخلیقات کے حسن و جمال نے اس صدی کو نعت کی صدی کا شرف بخشا۔

ــــــــــ ○ ــــــــــ

ایک طرف نعت میں ہیئتی تنوع کی یہ بادِ بہاری چلی، تو دوسری طرف نعتیہ ادبی صحافت بھی کمیت اور کیفیت --- ہر دو اعتبار سے اپنے نقطۂ عروج کو چھونے لگی۔ برصغیر ہند و پاک میں متعدد ایسے مجلّے اور رسالے شائع ہو رہے ہیں، جو حمدیہ ونعتیہ ادب کے فروغ کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا کے کئی دیگر خطوں، بالخصوص اردو کی نئی بستیوں سے بھی کئی رسائل حمدیہ ونعتیہ ادب پارے شائع کرتے ہیں۔ ہند میں ایک خاص مجلہ 'دبستان نعت' کے نام سے شائع ہو رہا ہے، جس کے بیشتر شمارے خاصی ضخامت لیے ہوتے ہیں۔ اس کے اب تک زائد از نو شمارے شائع ہو چکے ہیں۔

ــــــــــ ○ ــــــــــ

جہاں تک 'جہان حمد ونعت' کا تعلق ہے، اللہ کے فضل سے اس مجلّے کی اپنی ایک انفرادیت ہے۔ حمدیہ موضوعات پر مضامین اور منظوم کلام کے علاوہ اس میں نعتیہ موضوعات و مضامین اور منظومات کے ساتھ ساتھ سربرآوردہ معاصر محققین اور ناقدین کے تحقیقی وتنقیدی مقالات ومضامین بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ــــــــــ ○ ــــــــــ

چھٹے شمارے کی اشاعت وطباعت میں غیر معمولی تاخیر کی وجوہات بیان کرنے سے قطع نظر، یہاں پر اس شمارے کے بعض مندرجات ومشمولات اور گرامی قدر مقالہ نگاروں کے حوالے سے بات کرنا زیادہ مناسب رہے گا۔

الحمدللہ اس شمارے میں بھی گزشتہ پانچ شماروں کی طرح مشرق ومغرب میں قیام پذیر اُردو برادری سے ہمیں ایسے کرم فرما اہلِ علم وقلم کی منثور ومنظوم تخلیقات و تالیفات موصول ہوئیں، جو کسی نہ کسی طرح یا تو براہ راست حمدیہ ونعتیہ ادب سے وابستہ ہیں یا تقدیسی ادب کے اس شعبے سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔

—————— ○ ——————

عربی زبان وادب کے حوالے سے عالمی شہرت یافتہ معلم ومحقق محترم پروفیسر ابو سفیان اصلاحی، نیویارک سے مشہورِ عالم حمد ونعت شناس عالم و فاضل تخلیق کار جناب تنویر پھولؔ، کشمیر میں علوم دینیہ کی جامع شخصیت محترم علامہ شوکت حسین کینگ قادری، جنوبی ہند کی معتبر ومعزز علمی وادبی شخصیت محترم عزیزؔ بلگامی، پنجاب یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر ڈاکٹر شوکت حیات، نعتیہ نقد وتحقیق کی معروف شخصیت محترم پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد قادری، شاعر حمد ونعت جناب طاہر سلطانی اور دیگر اربابِ علم و دانش اور حمد ونعت شناس شخصیات کی گراں قدر تحاریر زیرِ نظر شمارے کی زینت کو دوبالا کررہی ہیں۔ اُمید ہے کہ ان محترم سرپرستوں کی شفقت آئندہ بھی جاری رہے گی۔

—————— ○ ——————

الحمدللہ! ''جہانِ حمد ونعت'' کے اب تک کے تمام شماروں میں ادارے کی یہ حتی الامکان کوشش رہی ہے کہ اُردو کے حمدیہ ونعتیہ ادب کے سربرآوردہ ادباء و شعراء اور محققین وناقدین کی منثور ومنظوم نگارشات وتخلیقات قارئین کے لیے پیش کی جائیں۔ اس کام میں ہم لوگ کس حد تک کامیاب رہے ہیں، اس کا محاکمہ اور محاسبہ قارئین کرام بہتر طور کرسکتے ہیں۔

—————— ○ ——————

زیرِ نظر شمارہ شائع ہونے سے قبل (مجلّہ ھذا کی مجلس مشاورت میں شامل) ہماری چند مشفق شخصیات ہم سے رخصت ہوگئیں: علیم صبا نویدی (چینئی)؛ سلطان الحق

شہیدی (کشمیر) اور ڈاکٹر تابشؔ مہدی ۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے،آمین ۔اِن شاء اللہ تعالیٰ ان کی حیات و خدمات سے متعلق مضامین اگلے شماروں میں شامل ہوں گے۔

زیرِنظر شمارے میں جن مقالہ ومضمون نگاروں،حمدیہ ونعتیہ کلام مرحمت کرنے والوں اور مکتوب نویسوں نے ہمارے ساتھ قلمی تعاون کیا،ادارہ اُن کا بے حد شکر گزار ہے اور بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہے کہ وہ ان اصحابِ فکرونظر کو اپنے شایانِ شان اجرعطافرمائے۔

———— ○ ————

مقالات ومضامین اورحمدیہ ونعتیہ کاوشوں کی ہر ہر سطر سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ۔نہ ہی ان ادبی شہ پاروں سے کسی مخصوص مکتبِ فکر یا دبستان کی ترجمانی مقصود ومطلوب ہے۔الحمدللہ! یہ کام للہ فی اللہ محض حصولِ رضائے الٰہی کے لیے انجام دیا جارہا ہے۔ہمیں اس نوعیت کی علمی،ادبی اور دینی کاوشوں کا بھرپور احترام ہے،تاہم ہم ان کو تنقید وتبصرہ سے بالاتر نہیں سمجھتے۔لہٰذا اس علمی سرمایے کا تنقیدی جائزہ لینا،اس کی ناپسندیدگی کو مستلزم نہیں۔اس ضمن میں کسی بھی طرح کی مہذب اور متوازن رائے،تبصرہ یا تنقید کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔

———— ○ ————

زیرِنظر شمارے کے مندرجات ومشمولات سے متعلق اربابِ فکر و دانش، اہلِ نقد ونظر ،اصحابِ قرطاس وقلم اور قارئین کرام کے قیمتی تاثرات،آراء اور تجاویز کا انتظار رہے گا اور ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

ڈاکٹر جوہرؔ قدوسی [مدیر]
E-mail : hamdonaatjk@gmail.com
Cell / WhatsApp No : (Journal) : 8082024253

✻✻✻

حماد انجم ایڈووکیٹ (مرحوم)

حمدِ ربِّ کائنات جلّ جلالہٗ

سر ہے کہ ترے آگے سبک سار ہے یارب
دنیا میں ہر اک شخص گنہگار ہے یارب

چوکھٹ پہ تری آکے ہی سر سب کا جھکا ہے
تسبیح میں محویّت زنّار ہے یارب

جس سے ہوئی عظمت کی تری شان ہویدا
وہ شانہ ہے ، وہ سرہے وہ دستار ہے یارب

سب دیکھ رہے ہیں اسے للچائی نظر سے
دنیا ہے کہ بس نرگس بیمار ہے یارب

جو جانے وہ تو جانے کسے علم و خبر ہے
تو جس کو خبر دے وہ خبردار ہے یارب

بے سود ہے وہ جس میں رضا ہی نہ ہو تیری
مقبول نہ ہو زہد تو بیکار ہے یارب

ایمان عطا ہو کہ سلامت رہے ایماں
ایمان بچانا بڑا دشوار ہے یارب

جو غیب سے کرتا ہے بہر حال نوازش
وہ دست کرم تیرا گہر بار ہے یارب

دربار بہت دیکھے ہیں بندوں کی بدولت
لیکن ترا دربار تو دربار ہے یارب

ماتھے میں ہیں سجدے تو نگاہوں میں ترحُّم
ہونٹوں پہ دعا ہاتھ میں تلوار ہے یارب

گرمی بھی موذن کی اذانوں میں نہیں ہے
ملت کا مسیحا ہے کہ بیمار ہے یارب

کردار سے اب کوئی علاقہ نہیں رکھتا
ملّا تو فقط ماہر گفتار ہے یارب

اس دور کا فاضل ہے کہ انجم کوئی تاجر
یہ دین سے دنیا کا خریدار ہے یارب

***

حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ

مناجات بہ بارگاہِ قاضی الحاجات جل جلالہ

یا رب! دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنّا دے
جو قلب کو گرما دے، جو رُوح کو تڑپا دے

پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے

محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بِینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اَوروں کو بھی دِکھلا دے

بھٹکے ہوئے آہُو کو پھر سُوئے حرم لے چل
اس شہر کے خُوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے

اس دور کی ظُلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبّت دے جو چاند کو شرما دے

رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریّا کر
خودداریِ ساحل دے ، آزادیِ دریا دے

بے لَوث محبّت ہو ، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اُجالا کر ، دل صورتِ مینا دے

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

مَیں بُلبلِ نالاں ہوں اِک اُجڑے گُلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں ، محتاج کو ، داتا دے!

***

احمد ندیم قاسمی (مرحوم)

نعتِ رسولِ کائنات ﷺ

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا

تہ بہ تہ تیرگیاں ذہن پہ جب لوٹتی ہیں
نور ہو جاتا ہے کچھ اور ہویدا تیرا

کچھ نہیں سوجھتا جب پیاس کی شدت سے مجھے
چھلک اٹھتا ہے میری روح میں مینا تیرا

پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ ہے تیرا کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

دستگیری میری تنہائی کی تو نے ہی تو کی
میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا

لوگ کہتے ہیں سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

تو بشر بھی ہے مگر فخرِ بشر بھی تو ہے
مجھ کو تو یاد ہے بس اتنا سراپا تیرا

میں تجھے عالمِ اشیاء میں بھی پا لیتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ ہے عالمِ بالا تیرا

میری آنکھوں سے جو ڈھونڈیں تجھے ہر سو دیکھیں
صرف خلوت میں جو کرتے ہیں نظارا تیرا

وہ اندھیروں سے بھی درّانہ گزر جاتے ہیں
جن کے ماتھے میں چمکتا ہے ستارا تیرا

ندیاں بن کے پہاڑوں میں تو سب گھومتے ہیں
ریگزاروں میں بھی بہتا رہا دریا تیرا

شرق اور غرب میں نکھرے ہوئے گلزاروں کو
نکہتیں بانٹتا ہے آج بھی صحرا تیرا

اب بھی ظلمات فروشوں کو گلہ ہے تجھ سے
رات باقی تھی کہ سورج نکل آیا تیرا

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

***

بابــــ

تفکّراتـــــ

جہانِ حمد و نعت

اِکتشافِ فکر ، اِقتضائے فن

[حمد و نعت نگاری کے فن اور آداب و اسالیب پر مضامین]

❄

❄

حمد گوئی اور قرآن کریم کی تمہیدی آیت
مدیر 'جہانِ حمد ونعت'
27

حمد گوئی کی اہمیت اور اس کے آداب
تنویر پھول
35

نعت کا قرآنی اُسلوب
عزیز بلگامی
41

نعت : تعریف اور تاریخی پس منظر
ڈاکٹر عبدالحمید لون
50

نعت گوئی کے جدید تقاضے
مجید اختر
61

تذکرۂ نبویؐ کے چند آداب
ابوعمار زاہد الراشدی
65

❄

❄

مُــدیــر
'جہانِ حمد ونعت' (کشمیر)

حمد گوئی اور قرآن کریم کی تمہیدی آیت

یہ آیت اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کے آداب میں سے پہلا ادب ہے

لفظ حمد عربی زبان کا لفظ ہے۔حمد کا معنیٰ تعریف بھی ہوسکتا ہے اور شکر بھی۔تعریف (حمد) عام ہے اور شکر خاص۔حمد کا تعلق قابل تعریف کارناموں سے ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان،شمس وقمر اور ستاروں کی حرکت؛غرض تمام کائنات کا اس قدر مربوط اور منظم نظام بنا دیا ہے، جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔اس پر اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے،کم ہے۔اور شکر کا تعلق ان خاص انعامات سے ہوتا ہے جو کسی خاص ذات سے متعلق ہوں۔مثلاً اللہ تعالیٰ کا انسان کو احسن تقویم پر پیدا کرنا۔کسی کو صحت اور رزق کی فراوانیوں سے مالا مال کرنا۔ایسی نعمتوں کے اعتراف کو شکر کہا جاتا ہے۔لہذا اللہ تعالیٰ ہی ہر طرح کی حمد اور شکر کا مستحق ہوا۔علاوہ ازیں اگر مخلوق میں سے کوئی شخص کوئی قابل تعریف کارنامہ سر انجام دے اور اس پر اس کی تعریف کی جائے تو وہ بھی حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہوگی۔کیونکہ قابل تعریف کام کرنے کی صلاحیت اور توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔گویا ہر طرح کی تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی قرار پاتا ہے۔

حمد کے ساتھ ایک لفظ ثنا ہے۔حمد صرف اللہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ثنا کسی انسان کی بھی ہوسکتی ہے مگر حمد صرف اللہ کی۔حمد سے اللہ کی توصیف مقصود ہے۔اس توصیف میں اس کی ذات اور اس کی گونا گوں صفات کا ذکر ہوتا ہے۔اس کی خالقیت ،

اس کی قدرت و اختیارات، اس کا ازلی و ابدی ہوتا، وحدہٗ لاشریک ہونا، اس کی تقدیس و تسبیح، اس کی شان رزاقی، اس کے حی و قیوم، رحیم و کریم، حاضر و ناظر، کارساز اور بندہ نواز ہونے کا ذکر۔

حمد یہ شاعری مختلف شعری اصناف میں کی جاتی ہے۔نظم ہو یا غزل، مرثیہ ہو یا مثنوی، رباعی ہو یا قصیدہ سب میں حمد یہ شعر لکھے جاتے رہے ہیں۔شعری مجموعوں، دیوان یا کلیات کا آغاز بھی عموماً حمد یہ اشعار سے کیا جاتا ہے۔کیونکہ اسلامی معاشرے میں تصور توحید کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

حمد کا تصور تمام ادیان مذاہب میں ملتا ہے۔اسلام میں خدائے واحد کا اقرار، غیر خدا کے انکار سے ہوتا ہے۔گویا اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ پہلے "نفی" کے ذریعے دل سے تمام غیر اللہ کے وجود کو مٹادے اور پھر اس ذات کا اقرار کرے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔قرآن کی سورہ اخلاص میں اللہ کی وحدت کا اعلان بڑے پر اثر پیرائے میں ہوا ہے۔

اللہ دراصل 'الالہٰ' ہے، معبود حقیقی۔ اِلٰہ کا ہمزہ حذف کر کے اس پر تعریف کا 'الف لام' داخل کر کے اللہ کا لفظ بنا ہے اور یہی توجیہ سب سے بہتر ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں ہر طرح کے نفع و نقصان کا مالک صرف اور صرف اللہ ہے اور کائنات کا خالق، پروردگار اور لامحدود اقتدار و اختیار ہونے کی وجہ سے صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ یعنی وہ تمام صفات، جو الٰہ کے مفہوم میں پائی جانی چاہئیں، وہ صرف اللہ میں ہی پائی جاسکتی ہیں۔لہٰذا دوسرے سب الٰہ باطل اور ناقابل اعتبار ہیں۔

عالمی مذاہب کی تاریخ گواہ ہے کہ خدا کا تصور ہر دور میں کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے۔قرآن کریم کی تمہیدی آیت **الحمد للہ رب العالمین** دنیا کی تمام قدیم و جدید زبانوں کے ادب میں حمد یہ اظہار میں نمایاں رہی ہے۔رب کا لفظ تین معنوں میں آتا ہے :

(۱) کسی چیز کی درجہ بدرجہ تربیت اور خبر گیری رکھتے ہوئے اسے حدِ کمال تک پہنچانے والا

یعنی پروردگار حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۲) کبھی یہ لفظ صرف تربیت (پرورش) کرنے والے مالک کے معنوں میں آتا ہے، جیسے سورۃ یوسف میں آتا ہے: فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا-یوسف:41)

(۳) اور کبھی صرف مالک کے معنوں میں؛ جیسے حدیث میں ہے کہ کسی صحابی نے اپنی شہادت کے وقت فرمایا: فزت برب الكعبة (کعبہ کے مالک کی قسم! میں کامیاب ہوگیا)۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کے آداب میں سے پہلا ادب ہے۔ حسن طلب کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ جب کسی سے کچھ مانگنا ہو تو اس کی ابتداء اس کے محاسن کے تذکرہ سے کی جاتی ہے۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ

''اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہر ظاہر و چھپی ہوئی فحاشی کو حرام قرار دیا ہے۔ تعریف کرنا کسی کو اتنا پسند نہیں جتنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اسی وجہ سے خود اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کی ہے۔''

شرح......: ربِ کائنات کی تعریف کا مفہوم اس کی کامل صفات اور اعلیٰ اوصاف کے ساتھ ثناء کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی حمد کے ساتھ ثناء کی ہے اور اپنی کتاب مجید کی ابتدا اسی سے کی ہے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [الفاتحہ:۲] ''تمام قسم کی سب خاص تعریفیں، تمام جہانوں کو پالنے والے اللہ کے لیے ہیں۔''

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تعریف و ثناء کرنے میں بندوں کی عاجزی دیکھی تو خود ازل میں اپنی مدح و تعریف کی، کیونکہ اس کے بندوں کی پوری طاقت بھی اس کی تعریف سے عاجز ہے۔ کیا آپ نے سید المرسلین والآخرین محمد ﷺ کی حدیث نہیں دیکھی کہ درج ذیل الفاظ میں کیسے عاجزی ظاہر کرتے ہیں :

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ، فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ، وَهُوَ يَقُولُ: "اللّٰهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ، كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ (مسلم فی کتاب الصلاۃ، باب: مایقال فی الرکوع والسجود، رقم:۱۰۹۰)

''اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے؛ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات بستر سے گم پایا۔ چنانچہ میں نے آپ کو تلاش کیا۔ میرا ہاتھ ان کے قدم کے تلوے پر گیا اور آپ اس وقت حالت سجدہ میں تھے اور آپ نے دونوں پاؤں گاڑے (کھڑے کئے) ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے ''اے اللہ! میں تیری ناراضی سے تیری رضا کی پناہ پکڑتا ہوں۔ تیری پکڑ سے تیری عفو و درگذر کی پناہ لیتا ہوں۔ مجھے تیری ثناء کرنے کی طاقت نہیں تو ایسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی۔'' یعنی میں گو تعریفات کرنے میں کوشش و محنت کروں لیکن پھر بھی تیری نعمتوں اور احسانوں کو میں شمار نہیں کر سکتا۔ أَنْتَ، كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ والے الفاظ میں تفصیلی ثناء کرنے سے عاجزی اور اس کی حقیقت تک پہنچنے سے قاصر رہنے کا اظہار ہے، نیز مفصل کی بجائے تعریف کو خلاصہ کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ چنانچہ یہ معاملہ ہر چیز کو گھیرنے والی ذات کے سپرد کر دیا گیا اور جیسے اس کے اوصاف کی انتہاء نہیں، ایسے ہی اس کی مدح کی بھی انتہاء نہیں کیونکہ تعریف صاحب مدح کے تابع ہے۔ جتنے اوصاف زیادہ قابل مدح ہوں گے تعریف میں اتنا ہی اضافہ اور مبالغہ ہوگا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات تو سب سے بڑی اور اس کی بادشاہت سب سے بلند و بالا اور اس کی صفات سب سے اعلیٰ اور اس کی رحمتیں اور احسانات سب سے زیادہ وسیع ہیں۔

ازل میں ہی اپنی مدح کرنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بندوں پر اللہ کے احسانات بہت زیادہ تھے اور چونکہ وہ اس کی واجبی تعریف سے عاجز تھے، اس لیے اللہ

تعالیٰ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو ازل میں ہی ان کی طرف سے خود اپنی تعریف کی، تاکہ بندوں کے نزدیک اس کی نعمتیں زیادہ خوشگوار ہو جائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کے ذریعہ سے احسان کا بوجھ اتار دیا ہے۔

یہ قول بھی ہے: اپنی ستائش کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مدح اور ثناء کرنے کی تعلیم دی ہے، گویا مذکورہ روایت کا معنیٰ ہے: 'اے بندو! تم کہو، الحمد للہ'۔

یہ بات بھی کہی گئی ہے: 'الحمد للہ کہنے والے نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور بلند صفات کے ذریعہ اس کی تعریف کی ہے'۔ بندوں کی طرف سے مدح کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کریں، ان سے اس کی پاکی ظاہر کی جائے اور اس کی نعمتوں کے بدلہ میں ثناء بیان کی جائے، تاکہ انہیں ثواب اور بدلہ مل سکے۔

اس میں بندوں کی ہی مصلحت ہے کیونکہ ثنا، رب تعالیٰ کی کرتے ہیں اور فائدہ انہیں ثواب کی صورت میں ملتا ہے؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام تعریفوں سے بے نیاز ہے۔ کسی کی مدح اس کو نفع نہیں پہنچا سکتی اور کسی کا ترک اسے نقصان نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد، تسبیح وتہلیل اور تکبیر اور دیگر اذکار میں ثناء بیان کرنے کی فضیلت پر زیادہ زور ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور ثناء کرتے تھے۔

(تفسیر قرطبی، ص: ۱/۹۵۔ نووی شرح مسلم، ص: ۴/۲۰۴، ص: ۱۷/۷۷۔ فتح الباری، ص: ۱۳/۴۰۰)۔

احادیث میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنے کے بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 3 فضائل درج ذیل ہیں :

(1)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کچھ پیئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

(مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب حمد اللہ.... الخ، ص ۱۴۶۳، الحدیث: ۸۹(۲۷۳۴)

(2)......حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’سب سے افضل ذکر ’’لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ‘‘ ہے اور سب سے افضل دُعا ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ‘‘ ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل الحامدین، ۴/۲۴۸، الحدیث: ۳۸۰۰)

(3)......حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ’’جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کوئی نعمت نازل فرماتا ہے اور وہ (نعمت ملنے پر) ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰہ‘‘ کہتا ہے تو یہ حمد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس دی گئی نعمت سے زیادہ افضل ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل الحامدین، ۴/۲۵۰، الحدیث: ۳۸۰۵)

’’اللہ‘‘ اس ذاتِ اعلیٰ کا عظمت والا نام ہے، جو تمام کمال والی صفتوں کی جامع ہے اور بعض مفسرین نے اس لفظ کے معنیٰ بھی بیان کیے ہیں جیسے اس کا ایک معنی ہے: ’’عبادت کا مستحق‘‘ دوسرا معنی ہے: ’’وہ ذات جس کی معرفت میں عقلیں حیران ہیں‘‘ تیسرا معنی ہے: ’’وہ ذات جس کی بارگاہ میں سکون حاصل ہوتا ہے‘‘ اور چوتھا معنی ہے: ’’وہ ذات کہ مصیبت کے وقت جس کی پناہ تلاش کی جائے۔‘‘ (بیضاوی، الفاتحۃ، ۱/۳۲)

اللہ کی نعمتیں قدم قدم پر، لحہ لحہ، مسلسل اور جوق در جوق آتی ہیں اور اللہ کی تمام مخلوقات اور بالخصوص اس ’’انسان‘‘ کو فیض یاب کر رہی ہیں۔ لہٰذا اللہ کی حمد سے ہر کام کا آغاز اور اسی کی تعریف وثنا پر ہر کام کا انجام اسلامی تصورِ حیات کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول ہے وَ هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ’وہی اللہ جس کے سوا کوئی عبادت کے مستحق نہیں اس کے لئے حمد ہے۔ اول میں بھی اور آخر میں بھی۔‘‘ ایسے بندے پر ذرا اللہ کے فضل و کرم کو تو دیکھئے! جب وہ اپنی زبان سے ’’الحمد للہ‘‘ ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں وہ بھلائی لکھ دیتا ہے جو سب نیکیوں پر بھاری ہوتی ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت کردہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ’’کسی بندے نے اللہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ ’’اے اللہ تیرے لئے

ایسی حمد ہے جو تیرے چہرے کی بزرگی اور تیری سلطنت کی عظمت کے لائق ہو۔" تو" فرشتے اس معاملے میں متحیر ہوئے اور فیصلہ نہ کر سکے کہ اسے کس طرح لکھیں۔ چناچہ وہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی" یا خدایا! تیرے بندے نے ایک ایسی بات کہی ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کس طرح لکھیں۔" یہ جانتے ہوئے بھی کہ بندے نے کیا کہا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سوال کیا:" تو میرے بندے نے کیا کہا؟" فرشتوں نے عرض کی' اس نے کہا:" اے اللہ تیرے لئے ایسی تعریف ہے جو تیرے چہرے کی عظمت وجلال اور تیری سلطنت کی عظمت کے لائق ہے۔" تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ اسی طرح لکھو کہ جس طرح میرے بندے نے کہا۔ قیامت کے دن وہ مجھ سے ملے گا اور میں خود اس کی جزا دوں گا۔" تمام نعمتیں اسی کی حمد سے شروع ہوتی ہیں اور اسی کی حمد پر اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ وہ پاک ہے اور وہی معبود برحق اور تمام تعریفوں کا مستحق ہے۔ حمد اور شکر کے ساتھ نعمتیں باقی رہتی ہیں اور بڑھتی رہتی ہیں، لہذا اللہ کی حمد وتعریف کثرت سے کرتے رہو، کیونکہ اس چیز کی تعریف کرنا جو اللہ کو پسند ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی حمد وثنا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ '' سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ (اور بعض روایتوں میں ہے کہ اللہ اکبر) کو تو ہم جانتے ہیں لیکن یہ الحمد للہ کا کیا مطلب ہے؟'' حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اس کلمہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند فرمالیا ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس کا کہنا اللہ کو بھلا لگتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: '' یہ کلمہ شکر ہے، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میرا شکر کیا''۔ اس کلمہ میں شکر کے علاوہ اس کی نعمتوں، ہدایتوں اور احسان وغیرہ کا اقرار بھی ہے۔ کعب احبار کا قول ہے کہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی ثنا ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی چادر ہے۔ ایک حدیث میں بھی ایسا ہی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: '' جب تم الحمد للہ رب العالمین کہہ لو گے تو تم اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرلو گے، اب اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گا''۔

امام ابن القیمؒ نے اپنی کتاب (طریق الہجرتین) میں لکھا ہے کہ ہر اعلیٰ صفت، ہر اچھے نام، ہر عمدہ تعریف، ہر حمد و مدح، ہر تسبیح و تقدیس اور ہر جلال و عزت کی جو کامل ترین اور دائمی اور ابدی شکل ہو سکتی ہے، وہ سب اللہ کے لیے ہے۔ اللہ کی جتنی بھی صفتیں بیان کی جاتی ہیں، جتنے ناموں سے اس کو یاد کیا جاتا ہے، اور جو کچھ بھی اللہ کی بڑائی میں کہا جاتا ہے، وہ سب اللہ کی تعریفیں ہیں اور اس کی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس ہے۔ اللہ ہر عیب سے پاک ہے، ساری تعریفیں اس کے لیے ہیں، مخلوق کا کوئی فرد اس کی تعریفوں کو شمار نہیں کر سکتا۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ ساری دنیا اتنی بڑی نعمت نہیں جتنی الحمد للہ کہنے کی توفیق دینا ہے، اس لئے کہ دنیا تو فانی ہے اور اس کلمہ کا ثواب باقی ہی باقی ہے۔

غرض حمد گوئی اور حمد نگاری کے فضائل بے شمار ہیں۔ فضائل کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث میں اس کام کو انجام دینے کے لیے واضح احکام بھی وارد ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں متذکرہ بالا قرآنی آیات واحادیث کے علاوہ یہ حدیث بھی بہت اہم ہے، جس میں اسود بن سریع ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ میں نے ذات باری تعالیٰ کی حمد میں چند اشعار کہے ہیں، اگر اجازت ہو تو سناؤں۔ تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو اپنی حمد بہت پسند ہے''۔ (مسند احمد و نسائی)۔ ایک دوسری حدیث میں ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور افضل دعا الحمد للہ ہے''۔

اس تمام تر تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ صفتِ خلق و تدبیرِ عالم اور صفتِ کمال بے نیازی و تمام نعمت میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے اور آسمان و زمین کی تمام مخلوق ہر اعتبار سے اس کی محتاج ہے؛ لہٰذا مخلوق کے لیے اپنے خالق و مالک کی حمد گوئی و حمد نگاری ناگزیر ہے۔

* * *

تنویر پھولؔ

نیویارک، امریکہ

حمد گوئی کی اہمیت اور اس کے آداب

['جہانِ حمد و نعت' کے لیے خاص]

یہ بات واضح طور پر محسوس کی گئی ہے کہ حمد گوئی کی طرف ہمارے شعراء کی توجہ کم ہے کیونکہ حمدیہ مجموعے انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ اس صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک دانشور نے تحریر کیا ہے کہ ''مطالعہ نعت کے دوران مجھے ایک بات جو انتہائی غور طلب محسوس ہوئی ہے، وہ ہمارے نعت گو شعراء کی حمد سے بے اعتنائی ہے۔ یہ کیسا جذبہء ایمانی ہے جو ہم سے نعت، منقبت اور سلام و مرثیہ تو لکھواتا ہے، مگر قادر مطلق، خالق کون و مکاں، ربّ کائنات، خدائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خود اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہِ صمدیت میں ہدیہء حمد پیش کرنے پر آمادہ نہیں کرتا''۔

موجودہ زمانے میں حمد گوئی سے متعلق دو آراء ہمارے پیش نظر ہیں، جو افراط و تفریط پر مبنی ہیں۔ ایک طبقہء فکر حمد گوئی کی اہمیت کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ ''مروجہ حمد نگاری نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ سنت موکدہ ۔ فقہی اعتبار سے یہ مستحب ہے اور اس کی بنیاد استحسان پر ہے''

حالانکہ قرآن مجید میں سورہء نصر میں حکم دیا گیا ''اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اُس کی تسبیح بیان کرو''۔ پس ثابت ہوا کہ حمد کرنا صرف مستحب نہیں بلکہ واجب اور فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ نماز میں تکبیر، تسبیح، تحمید (حمد)، تہلیل، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام سبھی کچھ تو موجود ہیں جو اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ ہم اپنی عملی زندگی (جس کا ایک پہلو ادب بھی ہے) میں ان امور سے غافل نہ رہیں اور اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ نعت گوئی کے ساتھ ساتھ حمد گوئی کی اہمیت بھی مسلم ہے۔ دوسرا طبقہء فکر ''خالص حمد'' کا قائل ہے۔ اسے حمد میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر

گوارا نہیں۔ وہ یہ حقیقت بھول جاتا ہے کہ کلمہءطیبہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس کے حبیب ﷺ کی رسالت کا ذِکر ایک ساتھ موجود ہے۔ یہ کلمہ افضل الذکر کہلاتا ہے۔ کیا ایسے لوگ صرف آدھا کلمہ پڑھ کر مومن ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ جو لوگ حمد کا علم اُٹھائے ہوئے ہیں وہ ان دونوں انتہا پسند مکاتیب فکر کے خلاف عملی جدوجہد کر رہے ہیں تاکہ وہ اپنے باطل خیالات سے رجوع کر لیں اور حمد و نعت کو ان کا جائز مقام دیں۔ یہ بات ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہئے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے ہر خطبے کی ابتدا حمد ربّ جلیل سے فرماتے تھے اور قرآن مجید میں اکثر مقامات پر حمد اور نعت کے مضامین ساتھ ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اس حقیقت کی طرف راقم الحروف نے اپنے دو اشعار میں توجہ دلائی ہے: ؎

نام کلمے میں اُس نے نبی ﷺ کا رکھا ☆ حمد میں سنت ِرب ادا کیجئے
حمد ِحق سے ہو آغاز تقریر کا ☆ یوں ادا سنت ِمصطفی ﷺ کیجئے

ایک اور شعر ہے: ؎

ذِکر جب اپنا کیا، ذِکر نبی ﷺ کا بھی کیا ☆ حمد اور نعت کی قرآن میں یکجائی ہے

بعض نام نہاد ''ترقی پسند'' شعراء ارتقا پسندی کے زعم میں ایسے حمدیہ اشعار کہہ رہے ہیں جنھیں کسی طور بھی حمدیہ نہیں کہا جا سکتا۔ موجودہ دور کے ایک نامور شاعر کی ''حمد'' جو سہ ماہی کتابی سلسلے ''خیال'' کراچی کے شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۲ء کے صفحہ نمبر ۸ پر شائع ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: ؎

میں تیرا فن ہوں، یہی فن ترا غرور ہُوا ☆ تری انا کا مری ذات سے ظہور ہُوا
ترے وجود کو وحدت ملی تو مجھ سے ملی ☆ تو صرف ایک ہوا جب میں تجھ سے دور ہوا
یہ اور بات، رہا انتظار صدیوں تک ☆ مگر جو سوچ لیا میں نے، وہ ضرور ہُوا

جب تک انداز بیان میں عاجزی نہ ہو، حمد، مناجات یا نعت نہیں کہی جا سکتی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ارادوں کی تکمیل نہ ہونے سے ذات باری تعالیٰ کو پہچانا جبکہ شاعر موصوف فرماتے ہیں ''مگر جو سوچ لیا میں نے، وہ ضرور

ہُوا''۔ ایک اور شاعر کا شعر ملاحظہ کیجئے : ؎

شیطان نے گمراہ کیا ہے سب کو ☆ شیطان کو گمراہ کیا ہے کس نے ؟

اس شعر میں موصوف کا اشارہ کس ذات کی طرف ہے، آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں ۔ اگر موصوف قرآن مجید کا بغور مطالعہ فرماتے تو تیرہویں پارے کی پہلی آیت پڑھ کر ان پر حقیقت واضح ہو سکتی تھی اور وہ خناس کی طرح لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالنے کی کوشش نہ کرتے ۔ راقم الحروف نے اس صورت حال کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

ہُوا گمراہ کیوں شیطاں ، اسے کس نے تھا بہکایا ؟
جو ہے خناس اس نے دل میں اکثر وسوسے ڈالے
بڑا موذی ہے یہ ، ابلیس بھی بھٹکا اسی باعث
کیا گمراہ اس کو نفسِ امّارہ نے ہی اس کے

ایک اور شعر ملاحظہ کیجئے : ؎

نفسِ امّارہ نے تھا شیطان کو بہکا دیا ☆ تیرے دو دشمن ہیں اس دنیا میں، غافل مت ہو یاں

شاعری کی ترنگ میں اور اس خیال کے پیش نظر کہ 'بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا'، کچھ شعراء ایسے اشعار کہتے ہیں جو باری تعالیٰ کی شان میں گستاخی کے مظہر ہوتے ہیں 'نقل کفر، کفر نہ باشد' ذرا یہ اشعار دیکھئے :۔ (نعوذ باللہ)

جنگ ، بیماری ، ہلاکت ،کشت و خوں ☆ اپنے بندوں سے خدا کی چھیڑ چھاڑ
اِک فرصت گناہ ملی ، وہ بھی چار دن ☆ دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے

(حقیر بندہ پروردگار کے حوصلے دیکھ رہا ہے!)

ان رسولوں کی کتابیں طاق پر رکھ دو فرازؔ! ☆ نفرتوں کے یہ صحیفے عمر بھر دیکھے گا کون!

(جب گرفت ہوئی تو کہا گیا کہ ''رسولوں'' نہیں بلکہ ''اصولوں'' کہا گیا تھا لیکن ''اصولوں کی کتابیں'' (قانونی کتب) کو ''صحیفے'' کون کہتا ہے ۔ سورۃ الاعلیٰ کے آخر میں ''صحف ابراہیم و موسیٰ'' فرمایا گیا ہے اور صحائف آسمانی سے سب واقف ہیں)

مشہور کرو ، کاشمر آپہنچا جوشؔ ☆ اللہ سے انتقامِ آدمؑ لینے

(شاعر صاحب جنت ارضی کشمیر پہنچ گئے ، تا کہ اللہ تعالیٰ سے آدمؑ کی جنت سے بے دخلی کا انتقام لیں ، وہ تو خود "عزیز ذوانتقام" ہے : آل عمران ، آیت نمبر ۴ : اُس سے انتقام لینے کا ارادہ ! ایں چہ بوالعجبیست !) ۔ یہی شاعر صاحب مزید کہتے ہیں : شبیر حسن خاں سے بھی چھوٹا ہے خدا (نعوذ باللہ)

حاصلِ کن ہے یہ جہانِ خراب ☆ یہی ممکن تھا اتنی عجلت میں

(سورۂ یٰسٓ کی آخری دو آیات پر استہزائیہ انداز)

مزید یہ شعر دیکھئے : ؎

اے خدا ! جو کہیں نہیں موجود ☆ کیا لکھا ہے ہماری قسمت میں

(وجود اور ذات باری تعالیٰ کا استہزا)

یوں جو تکتا ہے آسمان کو تُو ☆ کوئی رہتا ہے آسمان میں کیا ؟

(یہ شعر سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۴۴ میں بیان کردہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استہزا ہے، نعوذ باللہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے نام نہاد "ترقی پسندوں" اور "انقلابیوں" سے محفوظ رکھے جو عاجزی کی جگہ تکبر کا درس دے رہے ہیں اور شیطان کی نیابت کر رہے ہیں ۔ ایسے ہی شاعروں کے لئے حالیؔ نے کہا تھا :

گنہگار واں بخشے جائیں گے سارے ☆ جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

جیسا کہ ابتدا میں بیان کیا گیا، یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ کچھ عاقبت نااندیش لوگ حمد و نعت میں مقابلہ اور تفریق پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ کتابی سلسلے "نعت رنگ" کے حمد نمبر میں ایک مضمون نگار نے حمد نگاری کو فرض ، واجب اور سنت موکدہ تینوں کی فہرست سے خارج کر دیا ہے ۔ اس کے علاوہ کرناٹک (بھارت) سے شائع ہونے والے مجلّے "جہان نعت" کے شمارہ جنوری تا جون ۲۰۱۵ء میں بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، جو نہایت قابل افسوس ہے ۔ اس شمارے میں صفحہ نمبر ۱۴۲ پر "نقد و نظر" کے عنوان سے جو تحریر ہے، اسے پڑھ کر

محسوس ہوا کہ حمد گوئی اور حمد خوانی کی بھرپور مخالفت کی گئی ہے۔اس سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہے کہ دانشوروں کے کہنے کے مطابق حمد و نعت نثر میں ہوں یا نظم میں، انھیں حمد و نعت ہی کہا جائے گا۔ پروفیسر منظر ایوبی لکھتے ہیں:

''حمد خوانی اور حمد گوئی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا اس کائنات کا عدم سے وجود میں آنا۔ سرکار دو عالم ﷺ کی پیدائش کے موقع پر ان عربی کلمات پر غور کیجئے جو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہؓ نے اپنی زبان مبارکہ سے (حلیمہؓ دائی کو سپرد کرتے وقت) ادا کئے تھے کہ میں اس بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں کہ وہ تمام آفات سے اسے محفوظ و مامون رکھے۔اس نوع کی ان گنت نثری و شعری حمدیں عربی ادبیات کی تاریخ کا حصہ ہیں''۔

خواجہ رضی حیدر رقم طراز ہیں:

'' ایک شاعر کے لئے اس کی شعری صلاحیت اسکی ایک ایسی عزیز شے ہوتی ہے جس پر وہ ناز و افتخار کرتا ہے اور اسے اس حد تک اپنا اختصاص تصور کرتا ہے کہ اس پر کوئی تنقید اور انگشت نمائی بھی اسے برداشت نہیں ہوتی، اس لئے جب ایک شاعر اپنی شعری صلاحیت کو حمد و ثنا کے لئے وقف کرتا ہے تو وہ اپنی عزیز ترین شے سے حق بندگی ادا کر رہا ہوتا ہے''۔

قرآن پاک میں حمد بھی ہے اور نعت بھی۔قرآن کی ابتدا ہی اللہ تعالیٰ کی حمد سے ہے۔سورۃ الفاتحہ حمد و مناجات کا مجموعہ ہے، جسے نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا لازمی ہے۔قرآن میں بیشتر مقامات پر حمد کا ذکر آیا ہے اور حمد کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے؛ جیسے:

'' فسبّح بحمد ربك'' (اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو: سورۃ النصر، آیت نمبر ۳)۔سورۃ الضحیٰ کی آخری آیت میں حکم دیا گیا کہ: ''اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا ذکر کرو''۔ ظاہر ہے کہ پروردگار کی نعمتوں کا ذکر کرنے میں اس کی حمد و ثنا لازمی ہے۔سورہ توبہ، آیت نمبر ۱۱۲ میں حمد کرنے والوں یعنی ''حامدین'' کی تعریف فرمائی گئی ہے اور حضور ﷺ کے اسمائے حسنیٰ

میں ایک اسم ''حامد'' (حمد کرنے والا) بھی ہے۔ کچھ مترجمین سورہ توبہ کی مذکورہ بالا آیت میں ''حامدون'' کا ترجمہ ''شکر کرنے والے'' کرتے ہیں جو مناسب نہیں لگتا کیونکہ یہاں ''شاکرون'' نہیں آیا اور عربی میں شکر کرنے والے کو ''شاکر'' کہتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مشہور مناجات میں اُن کا یہ شعر حمد ہے :

" انت کافی انت وافی فی مهمّات الامور
انت حسبی انت ربی انت لی نعم الوکیل"

حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانے سے لے کر آج تک عیدین اور جمعہ کے خطبوں کا آغاز حمد سے ہی ہوتا ہے کیونکہ یہ سنت رسول ﷺ ہے۔ حمد و نعت مظہر جلال و جمال ہیں۔ جب ہم حضور اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں تو در حقیقت ہم آپؐ کے خالق اللہ تعالیٰ کی تعریف بھی بیان کر رہے ہوتے ہیں، یہ دونوں تعریفیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتیں۔ ؎

تعلق وہی حمد اور نعت میں ہے ☆ تعلق ہے جیسا کہ شمس و قمر میں
(تنویر پھولؔ)

یہ بات اظہر من الشمّس ہے کہ حمد گوئی کی طرف سخنوروں کی توجہ پہلے ہی کم ہے، اب حمد کی مخالفت میں اس قسم کے خیالات پیش کرنا کسی بھی طرح قابلِ تحسین نہیں۔ کراچی میں ''ادارۂ چمنستان حمد و نعت'' کے بانی طاہر سلطانی کتابی سلسلہ ''جہان حمد'' اور ماہنامہ ''ارمغان حمد'' شائع کرتے رہے ہیں، جو اپنی نوعیت کے واحد جریدے ہیں۔ یہ جریدے حمد رب العالمین کا مقدس اور پاکیزہ فرض انجام دینے کے لئے شعراء کو متوجہ کرتے رہے ہیں اور ہر ماہ طرحی و ردیفی حمدیہ مشاعروں کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ ''دبستان وارثیہ'' کے بانی قمر وارثی کی طرف سے بھی ہر ماہ ردیفی نعت کے ساتھ ساتھ شعراء کو ردیفی حمد کہنے کی دعوت دی جاتی ہے اور ہر سال ردیفی نعتوں کا مجموعہ اور ہر پانچ سال بعد ردیفی حمدوں کا مجموعہ شائع کیا جاتا ہے۔

***

عزیزؔ بلگامی

Bangalore--560024.....Email:azeezbelgaumi@hotmail.com

نعت کا قرآنی اُسلوب

لفظ ’’نعت‘‘ کیا ہے؟ اس کے کیا معانی ہیں؟ نعت کہنا کس کیفیتِ معانی و مفاہیم کو بیان کرتا ہے۔ اِس کے لیے جب ہم کتبِ لغت سے رجوع کرتے ہیں تو ہمیں نعت کے متنوّع معانی دستیاب ہوتے ہیں، جیسے، ’’کسی چیز کا وصف بیان کرنا‘‘، ’’ہر چیز کا عمدہ حصہ‘‘، ’’جو چیز اپنے عمدہ ہونے کی آخری حد تک پہنچی ہوئی ہو، اُسے نعت کہتے ہیں‘‘، ’’کسی چیز کی تعریف کرنا، اس میں موجود خوبیوں کو بیان کرنا اور اس کی تعریف میں مبالغہ کرنا نعت کہلاتا ہے‘‘، ’’جن الفاظ سے کسی کی تعریف کی جائے وہ نعت ہے‘‘۔ ’’بہت ہی عمدہ شئے نعت کہلاتی ہے‘‘۔ ’’تعریف کرنا، تحسین آفریں بیان، اپنے خوبصورت الفاظ میں اچھی صفات دکھانا‘‘، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اصطلاحاً اور ادب کی ایک صنف کے اعتبار سے ’’نعت‘‘ مدحتِ رسولؐ و ثنائے مصطفیؐ کا نام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مدحیہ اشعار کہنا، بہ زبانِ شعر تعریف وتوصیف بیان کرنا نعت کہلاتا ہے‘ جب کہ نثر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرے کو سیرت کا نام دیا گیا ہے۔ اِس لیے خالص شعر کی زبان میں مدحتِ رسول کو بیان کرنا نعت کہلاتا ہے۔ جہاں تک نعت کی تاریخ ہے، تو اِس باب میں خاموشی ہی خاموشی ہے۔ وکیپیڈیا میں نعت کی تاریخ کے ضمن میں ایک مختصر سی تفصیل ملتی ہے:

It is difficult to trace the history of na'at since no authenticated record of when it was initiated can be found. One early author, Hassan (bin Thaabith)(R),

was known as "Shair-e-Darbaar-e-Risalat". Even before accepting Islam he was a poet, but after embracing Islam he gave a new turn to his poetry and started writing Na'ats in honor of Muhammad (PBUH). He was famous for his poetry that defended Muhammad (PBUH) in response to rival poets that attacked him and his religion. Therefore, Hassan(R) is known as the first sana-khawaan (naat reciter) of that time. After that many a poet followed this trend and totally dedicated themselves to writing naats."Tala'al Badru 'Alayna", a song sung to the Prophet Muhammad(PBUH) during his completion of migration to Medina in 622 AD is believed to be one of the earliest naats.

(ترجمہ: ''نعت کی تاریخ کا سراغ لگانا مشکل ہے، اِس لیے کہ کوئی توثیق شدہ رکارڈ اِس ضمن میں نہیں ملتا کہ کب اس کا آغاز ہوا۔ ابتدائی زمانے کے مصنف (شاعر) حضرت حسان بن ثابتؓ کا نام ملتا ہے، جنہیں ''شاعرِ دربارِ رسالت'' کہا جاتا تھا۔ قبولیتِ اِسلام سے پہلے بھی وہ شاعر تھے، لیکن حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد انہوں نے اپنی شاعری کو ایک نیا موڑ عطا کیا، اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت کہنے کا آغاز کر دیا۔ وہ اپنی اُس شاعری کو لے کر بہت مشہور ہوئے، جس میں انہوں نے جواباً اُن حریف شاعروں سے محمد صلی اللہ علیہ سلم کا دفاع کیا تھا جو آپ کے دین پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اِس لیے، حضرت حسان بن ثابتؓ کو دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ثناء خواں یا نعت گو شاعر کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد کئی شعراء نے ان کی تقلید کی اور مکمل طور پر خود کو نعت گوئی کے لیے وقف کر دیا۔ ۶۲۲ء میں لکھا گیا نغمہ ''طلع البدر علینا''، جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ کے وقت گایا گیا تھا، کو ابتدائی نعتوں میں شمار کیا جاتا ہے''۔)

قرآن شریف میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں؟ لیکن کیا اِن کو نعت کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ کیوں کہ جیسا کہ ابھی کہا گیا کہ صرف

پیرایۂ شعر میں ہی تعریف وتوصیف، نعت کے زُمرے میں شمار ہوتی ہے۔ ہمارے خیال میں اِس سوال کا جواب اثبات میں ہونا چاہیے، اِس لیے کہ قرآن کی تمام تر آیتیں، اشعار نہ ہونے کے باوجود، اپنے آہنگ کی وجہ سے اور اِن میں پائے جانے والے Rhythm کے سبب قل قل کرتی ہوئی ایک بہتی ندی کی طرح محسوس ہوتی ہیں۔ دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم شعراء، ادباء، یہاں تک کے ادب ناآشنا کفار نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہونے کا طعنہ محض اِس لیے دیا تھا کہ، آپؐ کی پیش کردہ آیاتِ قرآنی میں اُنہیں شعری خصوصیات واسالیب نظر آتی تھیں۔ ہم بھی جب قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آیاتِ قرآنی میں پائے جانے والے ادبی وشعری زیر وبم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، اِس طرح قرآن میں جہاں جہاں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وحسنات کا ذکر آیا ہے، وہ چونکہ اِسی شعری آہنگ کے ساتھ آیا ہے، تو اِس حصے کو نعت کہنے میں کسی قسم کا تامل ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی اِظہارِ صفات وحسنات کو نعت کا درجہ عطا کرنے کے لیے، اولاً، قرآن کے کتابِ ہدایت ہونے کو قولاً اور عملاً تسلیم کیا جائے، اور، ثانیاً، عشقِ رسولؐ کا جذبہ سینوں میں اِس طرح موجزن ہو، کہ اُس کی لہر قلم کی نوک تک پہنچ جائے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ، پورا قرآن ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے، تو یہ ایک خوشگوار مبالغہ آرائی تو ضرور ہوسکتی ہے مگر معتدل مزاجی نہیں۔ قرآن کو کتاب ہدایت سمجھنے والا، یہ تو کہہ سکتا ہے، کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ سلم دُنیا میں اِنسانوں کو راہِ حق پر چلانے اور گمراہیوں سے بچانے کے لیے تشریف لائے تھے، اور چونکہ وہ اِس مشن میں کامیاب ہوئے، اِس لیے، اگرچہ وہ پہلے سے اللہ کے محبوب نبیؐ تھے ہی، مگر وہ مزید اِلٰہی ستائش وتحسین کے مستحق بنے، جسے ہم آیات اِلٰہی میں صاف دیکھتے ہیں، لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ قرآن نعتوں پر مشتمل کوئی عام سی کتاب ہو (معاذ اللہ)۔ اگر سوچ کا رُخ یہ ہوجائے تو اُن آیتوں کو سمجھنے میں کوئی دُشواری نہیں ہوگی جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہی اور بغرضِ ہدایتِ اِنسانی کہی۔ چنانچہ قرآن شریف میں جہاں بھی اللہ کی جانب سے رسولِ پاکؐ کی عظمتوں کو بیان کیا گیا ہے، اُس کا مقصد فی الواقع یہی تھا کہ اللہ

کے نبی صلی اللہ علیہ سلم کے اُس پیغام کی تصدیق وتوضیح کی جائے، جسے لے کر آپؐ دنیا میں تشریف لائے تھے۔مطلب یہ کہ اِنسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ نے جس کتاب کو نازل فرمایا تھا اُس کا مجرّد مقصد حضور صلی اللہ علیہ سلم کی تعریف وتوصیف نہیں تھا بلکہ، اُس مشن کے ذیل میں اُن کی جہدِ مسلسل کو سراہنا تھا، جس کے لیے وہ مبعوث ہوئے تھے اور اِس کا مقصد یہ تھا کہ اِنسان کو اللہ کے رسولؐ کی بعثت کا مقصد سمجھ میں آئے اور اِس حوالے سے وہ اپنی زندگی کو اس ہدایت کے تابع بنا دے اور اُسوۂ رسول کی روشنی میں اپنا تزکیہ کرے۔آج ہمارا موضوع یہی ہے کہ قرآن کی اُن مخصوص نعتیہ آیات کے بین السطور میں بنی نوعِ اِنسان کے لیے پائی جانے والی ہدایت کی جستجو کی جائے، اور نعت کے قرآنی اسلوب کا ادراک کیا جائے۔

سورۂ الاحزاب (۳۳) کی آیت (۵۶) ہمارے سامنے ہے: ''اللہ اور اُس کے ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو۔'' اِس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ سلم پر درود وسلام بھیجنے کے حکم میں کئی اہم نکات شامل ہیں۔اولاً، یہ کہ یہ حکم اُن کو دِیا جارہا ہے جو ایمان کی دولت سے سرفراز کیے گیے ہیں۔ثانیاً، اِس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا عالم یہ ہے کہ اِنسانوں کو باور کرایا جارہا ہے کہ، اِن کے احسانات کا بدلہ تم (اے اہلِ ایمان) کبھی نہیں چکا سکتے ہو۔اُن کا سب سے بڑا احسان، ایمان سے تمہاری سرفرازی ہے، ورنہ تم عرب کی سرزمین کے سب سے زیادہ گمراہ لوگوں میں شامل تھے، اِسی لیے، اللہ تعالیٰ خود درود وسلام بھیج کر تمہیں یہ احساس دلا رہا ہے کہ، چونکہ تم بہ تقاضائے بشریت میرے نبیؐ کا احسان چکا نہیں سکتے، اِسی لیے میں خود، تم سے پہلے اُن پر درود وسلام کا نذرانہ (نعت) پیش کررہا ہوں، تاکہ تمہیں یاد دلایا جائے کہ اِس کے ذریعہ اِنسانیت پر اُن کے احسانات کی قدر دانی ہو سکے۔اُن کے حسنات کا حقیقی بدلہ دینے کا حقدار سب سے زیادہ میں ہوں۔پھر میرے ملائکہ بھی میرے اِس کارِ باسعادت میں میرے ساتھ شامل ہیں۔اِس لیے اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم خود اپنے ایمان کے تقاضے کے طور پر اُن کی خدمتِ اقدس میں درود وسلام (نعت) کا نذرانہ پیش کرو۔اب سوال یہ کہ کیا بےعمل زندگیوں کے

ساتھ کسی شاعر کا آپؐ کی نعت پڑھنا یا درود و سلام بھیجنا کوئی معنی بھی رکھتا ہے۔ اپنے ذہن و دل میں ایمان کو جاں گزیں کیے بغیر یا آپؐ کے دین کی پیروی کے بغیر نعت کہنے کی اسے ہمت کرنی چاہیے؟۔ اللہ ہمیں بے عملیوں اور منافقتوں سے بچائے اور ایک خالص باعمل زندگی کے ساتھ نعت کہنے، پڑھنے، سننے کی توفیق عطا فرمائے۔ رہی دائرۂ اہلِ ایمان سے باہر کے لوگوں کی نعت، تو بڑے ادب سے ایسے لوگوں سے عرض ہے کہ خدارا کبھی وہ ''ایمان'' کے حصول کی جدوجہد بھی ضرور کریں، تا کہ اُن کی نعتوں کو شرفِ قبولیت حاصل ہو سکے۔

''عالمین کے لیے رحمت''، ''عالم یا دُنیا'' نہیں!

اب سورۂ انبیاء (۲۱) کی آیت (۱۰۷) کو ملاحظہ فرمائیں جس میں کہا گیا ہے: ''اور ہم نے آپ کو عالمین کے لیے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔ اِس میں ''عالمین کے لیے رحمت'' کی بات کہی گئی ہے، ''عالم یا دُنیا'' کی نہیں۔ کیوں کہ اِس میں کئی عالم شامل ہو سکتے ہیں اور ہیں۔ اِس سے ساری کائنات کا ذرہ ذرہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے اور وہ تمام عالم یا صورتِ حالات بھی مراد لیے جا سکتے ہیں جو اس وقت مختلف شکلوں میں، اِنسان نے بذاتِ خود اِس کرۂ ارض پر تیار کر رکھے ہیں۔ مثلاً، ہم دیکھتے ہیں کہ ایک عالم ایسے انسانوں کا بھی ہے، جو اس زمین پر ظلم کا امام بن کر کھڑا ہے، ایک عالم ایسے انسانوں کا بھی ہے، جو کھلے شہروں پر بم برسانے میں مصروف ہے، ایک عالم ایسی اقوام کا بھی ہو سکتا ہے جو قولاً اور عملاً خدا کے اِنکار پر تُلا ہوا ہے، ایک عالم ایسے گروہوں کا بھی ہے جو نفرت کو اپنی زندگی کا شیوہ بنائے ہوئے ہے، ایک عالم ایسے ''دین داروں'' کا بھی ہے جو فروعی مسائل میں لوگوں کو اُلجھا کر اِن کے مابین مخاصمت کی دیوار کھڑا کر دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس آیت میں ایک ایسی تعریف کی گئی ہے، جس کے حوالے سے، حضورؐ کا رحمت بنا کر مذکورہ بالا ''عالمین'' کی ہدایت کے لیے بھیجا جانا دراصل اِن عالمین کی مذکورہ تمام تر خرابیوں کا قلع قمع کر سکتا ہے، بشرطیکہ اقوام عالم اُن کے لائے ہوئے پیغام کو تسلیم کر لیں۔ اگر کبھی ایسا ہو گا تو

ساری دُنیا دیکھے گی کہ، اِس چھوٹی سی آیت میں اِس عالم کے مسائل کا کس قدر عمدہ حل موجود ہے۔ظلم کا خاتمہ، اِنسانوں پر بم برسانے والے شقی القلب انسانوں کی بم باری کا خاتمہ، خدا کے انکار کا خاتمہ، نفرتوں کا خاتمہ، دین کے سلسلے میں باہمی مخاصمتوں کا خاتمہ، بلکہ ہر شر کا خاتمہ اُنؐ کی ''رحمت'' سے یقیناً ممکن ہے۔ضروری ہے کہ مختلف عالمین تک اُن کے پیغام یا اُن کی رحمت کو پہنچایا جائے۔جو شعراء حضرات حضورؐ کی رحمت کے پیغام کو پہنچانے کا، کام انجام نہیں دے رہے ہیں، ظاہر ہے وہ حقیقی نعت کبھی تخلیق نہیں کر سکیں گے۔

ایک اور سورۃ الم نشرح (۹۴) کی اِبتدائی چار آیتیں بھی اللہ کی جانب سے رسولِ پاکؐ کی ستائش کو ایک الگ اسلوب میں پیش کرتی ہیں جس کا لب لباب یہ ہے کہ، آپؐ کے دِل کو اللہ نے کشادگی عطا کی تھی، انسانوں تک اللہ کے پیغام کو پہنچانے کی جو بھاری ذمہ داری ایک بھاری بوجھ کی طرح آپ ؐ محسوس فرما رہے تھے، اُسے احسن طریقے سے اُتار دیا تھا، اور اِس طرح آپؐ کے ذکر کو بلند فرما دیا تھا، جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔''کیا ہم نے آپ کے سینے کو کشادہ نہیں کیا، اور کیا آپ کے بوجھ کو اُتار نہیں لیا، جس نے آپ کی کمر کو توڑ دیا تھا، اور آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔'' یہاں بھی ہم دیکھ رہے ہیں ایک بھاری ذمہ داری کے بوجھ کا ذکر ہے اور ہم اِس بوجھ کا ادنیٰ حصہ اُٹھائے بغیر اُن کی نعت کی خواہش اپنے دِل میں پالتے ہیں، جو بجائے خود غلط نہیں۔

سورۂ الاحزاب (33) کی آیت (21) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک اور عظیم الشان بیان موجود ہے:''مسلمانو! درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اللہ کا یہ بیان بھی نہ صرف قرآنی نعت کا اِلٰہی اِظہار ہے بلکہ نعتِ رسولؐ کے تخلیق کاروں کے لیے بھی تربیت کا بھرپور سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔کسی فنکار کی زندگی اللہ کے رسولؐ کی زندگی کے نمونے پر گز نہیں رہی ہے، اور وہ اللہ اور یومِ آخر کا اُمیدوار نہیں ہے اور وہ کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والا نہیں ہے تو اُس

کی نعتیہ تخلیق اپنی تمام تر ادبیت وشعریت کے باوجود بے فیضی کی علامت بنی رہے گی۔

سورۂ البقرۃ (2) کی آیت (144) میں قرآنی نعت کا ایک اور انداز سامنے آتا ہے۔ اِس آیت میں یہ دیکھ کر کہ حبیبِ اِلٰہی آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں، تاکہ اُن کی خواہش بارآور ہو جائے جسے عرصے سے وہ اپنے دِل میں رکھتے ہیں، کہ تحویلِ کعبہ کا تاریخی حکم آجائے اور وہ مسجد الحرام کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ سلم کی اِس خواہش کو پورا کر کے بتا دیا کہ وہ اپنے آخری رسول سے کس قدر محبت کرتا ہے، کہ اُس نے اِس تاریخی حکم کو اپنی آخری کتاب میں محفوظ فرما دیا، تاکہ قیامت تک آنے والی نسلوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کی خواہش کو بنا مانگے پوری کر رہا ہے۔ نعت کے تخلیق کاروں کو اس سے ضرور سبق لینا چاہیے کہ حضور کی وہ خواہش جو وہ اپنی اُمّت کے ایک ایک فرد سے اُن کی پیروی کے سلسلے میں رکھتے تھے، پوری کیے بغیر محض لفاظیوں کا سہارا لے کر اُن کی نعت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: ''اے رسول، ہم آپ کی توجہ کو آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں، تو ہم عنقریب آپ کو اس قبلہ کی طرف موڑ دیں گے، جسے آپ پسند کرتے ہیں، لہٰذا آپ اپنا رُخ مسجد الحرام کی جہت کی طرف موڑ دیجیے اور جہاں بھی رہیے، اُس طرف رُخ کیجیے، اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے یہی برحق ہے اور اللہ ان لوگوں کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔''

اِسی طرح یہ آیتیں بھی نعت کے قرآنی اسلوب کا پتہ دیتی ہیں۔ مثلاً سورۂ انفال (۸) کی آیت (۱۷): ''پس تم لوگوں نے ان کفاّر کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے قتل کیا ہے اور پیغمبر آپ نے سنگریزے نہیں پھینکے ہیں بلکہ خدا نے پھینکے ہیں تاکہ صاحبان ایمان پر خوب اچھی طرح احسان کر دے کہ وہ سب کی سننے والا اور سب کا حال جاننے والا ہے۔'' نیز سورۂ الفتح (۴۸) کی آیت (۱۰) ہے: ''بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کی بیعت کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ ہی کا

ہاتھ ہے اب اس کے بعد جو بیعت کو توڑ دیتا ہے وہ اپنے ہی خلاف اقدام کرتا ہے اور جو عہدِ الٰہی کو پورا کرتا ہے، خدا عنقریب اسی کو اجرِ عظیم عطا کرے گا۔'' اِسی طرح سورۂ النساء (۴) کی آیت (۸۰) میں ہے کہ: ''جو رسول کی اطاعت کرے گا اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو منہ موڑ لے گا تو ہم نے آپ کو اس کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا ہے۔'' سورۂ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت ۷۹: ''اور رات کے ایک حصہ میں قرآن کے ساتھ بیدار رہیں، یہ آپ کے لیے اضافہ خیر ہے عنقریب آپ کا پروردگار اسی طرح آپ کو مقامِ محمود تک پہنچا دے گا۔ سورۂ الضحیٰ (۹۳) آیت (۹۳): ''(اے نبیؐ) تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا، اور یقیناً تمہارے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے، اور عنقریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔''

اِن کے علاوہ بھی ہمیں نعتیہ اسلوب کا اظہار کرتی ہوئی بیشتر آیتیں قرآن میں جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔ لیکن یہ بات نظروں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ وہ کام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذِمّہ تھا، اُس سے صرفِ نظر کر کے محض کچھ شعر کہہ لینا حقِ نعت کی ادائیگی نہیں ہے۔ قرآن پاک میں جہاں بھی ہمیں حضورؐ کی شان میں آیتیں پڑھنے کو ملتی ہیں، وہ کشاکشِ حق و باطل کے سیاق و سباق کے ساتھ پڑھنے کو ملتی ہیں۔ اِس لیے حق و باطل کی کشمکش کا کوئی ذکر جب کسی نعت میں نظر نہ آئے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ نعت ابھی تکمیل کے مراحل طے نہیں کر سکی ہے۔

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، وہ دور مطلق ویسا نہیں ہے، جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوتِ اِسلامی کے ذریعہ عالمِ وجود میں لایا تھا۔ وہ دور ہم کو تاریخ کی کتابوں میں اپنی تمام تر اِنقلاب آفرینیوں کے ساتھ ملتا ہے۔ وہ دُنیا جس میں اللہ کے رسولؐ موجود تھے، گویا وہ دُنیا ہمارے لیے ایک خواب کی سی ہے۔ اِس کا سبب اِس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ ہم نے اُس فریضہ کو ادا نہیں کیا، جو ہم پر بحیثیت مومن و مسلم عائد ہوتا تھا۔ جس رسولؐ کی نعتیں لکھ لکھ کر ہم محفلیں سجاتے ہیں، جھومتے ہیں، گاتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں، اُس رسولؐ کے

پیروکار آج جس کسمپرسی حالت میں مبتلا ہیں، وہ سب پر عیاں ہے۔ پیروکارانِ محمد صلی اللہ علیہ و سلم ہی نہیں، بلکہ دینِ محمدی پر بھی ہی مغلوبیت کا سایہ ہے۔ باطل قوتیں آپؐ کے دین اور اِس دین کے ماننے والوں کو مٹا دینے کے منصوبے بنانے میں مصروف ہیں۔ ایسے میں اِس اُمّت کے قلمکار، ادباء و شعراء بے حسی کی دلدل میں دھنسے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ بات کتنی عجیب لگتی ہے کہ جس نبیؐ کی نعتیں کہنے میں ہمارے شعراء لگے ہوئے ہیں، اُسی نبیؐ کے حقیقی تعارف کی معروضی کوشش کہیں نہیں نظر نہیں آتی۔ یوں محسوس ہوتا جیسے دُنیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے حقیقی تعارف سے محروم ہو کر رہ گئی ہے یا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ سلم کا تعارف کرایا بھی گیا ہے تو یہ تعارف مکمل نہیں ہے یا ہماری کم نصیبیوں نے اس تعارف کو مکمل ہونے نہیں دیا ہے۔ ممکن ہے مخالفین کے برپا کردہ پروپیگنڈے کا جواب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی تعارف میں تلاش کیا جائے تو نہ صرف ہماری عقیدتمندیوں کا بھرم رہ جائے گا بلکہ ہماری دانشوریاں، ہماری نعت خوانیاں بھی جدید ذہن کے دامنِ اطمینان میں کچھ نہ کچھ ڈالنے کے قابل ہو جائیں گی اور کسی حد تک یہ مخالفین اِسلام کا طوفانِ بدتمیزی تھم سکتا ہے۔ نعت کے حوالے سے اِس کے لیے پیہم کوششوں کی ضرورت ہے۔

***

****

ادارۂ 'جہانِ حمد و نعت' کو

شمارہ ششم کی اشاعت پر

دِلی مبارکباد

خیر اندیش : ابو بنتِ اِسلام [پیر باغ، سرینگر، کشمیر]

****

پروفیسر ڈاکٹر عبد الحمید لون

سابق صدر شعبہ عربی، گورنمنٹ ڈگری کالج کھنہ بل، اننت ناگ، کشمیر

نعت : تعریف اور تاریخی پس منظر

نعت شاعری کی ایک منفرد اور یکتا صنف سخن ہے، نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی تعریف کرنے کے ہیں، وصف اور مدح اسکے مترادف الفاظ ہیں، ماہرین لسانیات نے لفظ " نعت " کے مفہوم کے تعلق سے جو تفصیلی روشنی ڈالی ہے اس پر نظر ڈالنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نعت بمعنی وصف کے ہیں یعنی کسی شخص یا چیز کی تعریف میں جو کچھ کہا جاتا ہے اس پر نعت کا اطلاق کیا جا سکتا ہے، چنانچہ نعت کا لفظ اس گھوڑے کی تعریف کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جو انتہائی خوبصورت اور دوڑ میں سبقت لے جانے والا ہو، اس طرح یہ لفظ اس انسان کی تعریف کیلئے بھی مستعمل ہے جو نہایت خوبرو اور حسن و جمال والا ہو، گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل اور آپ کے زمانے میں بھی یعنی نعت گوئی کے آغاز سے پہلے ہی نعت کی اصطلاح تعریفوں کے لئے مخصوص تھی، یہ تعریف کسی انسان، جاندار یا کسی شے کی بھی ہو سکتی ہے لیکن نعت گوئی کے آغاز کے ساتھ یہ اصطلاح صرف اور صرف مدح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے مخصوص ہوگئی، اب نعت کا لفظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال اور اوصاف وکمالات بیان کرنے کیلئے خاص ہے۔ اسی پس منظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ نعت اصطلاحی مفہوم میں اس منظوم کلام کو کہتے ہیں کہ جس میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کی گئی ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کو بصد خلوص وعقیدت پیش کیا گیا ہو، تاریخ ادب عربی کے مصنف ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

''عرب دنیا سے باہر کے مسلمانوں نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید،

بے انتہا عقیدت اور آپ ﷺ کی خاطر سرفروشی و جاںنثاری کے جذبے کے تحت اپنی شعر و شاعری میں ایک نئی اور مخصوص صنفِ وسخن وضع کر لی جس کو " نعت " کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جس کا موضوع آنحضرت ﷺ کی مدح، وصف اور فضائل و امتیازات کا بیان کرتا ہے۔"

ڈاکٹر یونس حسنی کی اس رائے سے نعت کا مذکورہ اصطلاحی مفہوم مزید واضح ہو جاتا ہے جسکے تحت وہ کہتے ہیں کہ ایسی تمام نظمیں جن میں رسول اللہ ﷺ محبت اور عقیدت کا اظہار کیا جائے یا اسکے محاسن بیان کئے جائیں "نعت" کی تعریف میں شامل ہیں، اسی طرح صاحب الکتاب محسن انسانیت ﷺ نعیم صدیقی نعت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

※※ ہر وہ شعری کاوش نعت کی تعریف مین داخل ہے جسکا مرکزی سرچشمہ تخلیق محبت رسول ﷺ ہے۔"

الغرض جس طرح لفظ حمد صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی منظوم تمجید و تعریف کیلئے مخصوص ہے اسی طرح نعت رسول اللہ توصیف کیلئے خاص ہے، غلام دستگیر رشید نے نعتیہ شاعری کی اہمیت کو درج ذیل الفاظ میں واضح کیا ہے۔

The dynamic quality of spiritual poets encourages and enables man to link his life with the eternal. The great poetry stimulates a longing for the perfect man. Religious poetry in general and Nait Poetry in particular maintains among men the vision of goodness, beauty and truth, by which they are enabled in every age to gain mastry over all. In this poetry heaven and earth are thus linked in a vision which illuminates the path of life and inspires it with hope. This kind of religious poety brings consolatied to the weary and depressed"

نعتیہ کلام یا شاعری کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان میں رسول اللہ ﷺ کا نام آپ

کی شخصیت کا اظہار جلی یا خفی طور پر کیا جائے بلکہ ان میں ایسی فضاء کا قیام ہی کافی ہوگا جسکا مجموعی تاثر آپ ﷺ کی ذات گرامی، آپ کے منصب نبوت، آپ کی سیرت وسوانح یا آپ سے عشق ومحبت ووابستگی کی طرف لے جائے، نعتیہ شاعری کیلئے مخصوص صنف سخن وضع نہیں کی گئی ہے بلکہ اسکا اظہار ہر صنف سخن میں ہوسکتا خواہ غزل ہو یا مثنوی، قصیدہ ہو یا رباعی، اس میں اگر کسی طرح کی قید ہے تو اسکا تعلق موضوع ومواد سے ہے چنانچہ اس سلسلے میں ممتاز حسین کی یہ رائے قابل غور ہے وہ فرماتے ہیں:

" ہر وہ شعر نعت ہے جسکا تاثر ہمیں حضور کریم ﷺ کی ذات گرامی سے قریب لائے، جس میں حضور ﷺ کی مدح ہو یا حضور ﷺ سے خطاب کیا جائے، صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں پیکر نبوت کے صوری محاسن سے لگاؤ کے بجائے مقصد نبوت سے دل بستگی پائی جائے، جس میں جناب رسالت مآب سے صرف رسمی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضور کی شخصیت سے ایک قلبی تعلق موجود ہو"۔

نعت گوئی کا موضوع چونکہ اہم اور مقدس ہے اسلئے اس میں احتیاط لازمی ہے، اس میں شاعر ہمہ وقت یہ دھیان رکھتا ہے کہ وہ سید المرسلین ﷺ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہو، اس میں کوئی شاعر اگر ذرا سا بھی تجاوز کرے تو وہ نبوت کو الوہیت میں بدل دے گا اور اس طرح اگر اس نے اس میں ذرا سی بھی کمی کی تو اس پر تنقیص وتعریض کا الزام عائد ہوجائے گا، بنابریں عظیم شعراء ملت کے نزدیک نعت رسول ﷺ بے حد دشوار اور نازک ترین صنف سخن ہے اور نعت گوئی کا حق ادا کرنا انتہائی مشکل ہے، یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی مدحت میں ذرا سی بھی لغزش نعت کو حدود کفر میں داخل کرسکتی ہے، بقول مجید امجد "ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے، ذرا سا شاعرانہ غلو ضلالت کے زمرے میں آسکتا ہے، ذرا سا عجز بیان اہانت کا باعث بن سکتا ہے"۔ ڈاکٹر اے۔ڈی نسیم نے بھی کم وبیش یہی رائے ظاہر کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ

"نعت گوئی کا راستہ پل صراط سے زیادہ کٹھن ہے اس پر بڑی احتیاط اور ہوش سے چلنے کی ضرورت ہے۔"

باایں ہمہ افراط وتفریط میں شعراء حضرات نے انسانی اور ربانی حدود کا ادراک کئے بغیر اتنا اظہار عقیدت کیا کہ انبیاءؑ کی ذات بابرکات دیومالائی قصص معلوم ہونے لگیں، اس طرح عقیدتی افراط اور حقیقی تفریط کا سا مقام پیدا ہوا، جبکہ نعت مقام حضور، مرتبہ حضور، منشاء حضور اور اس مقدس منصوبے کی تکمیل واظہار کا نام ہے جسے حضور اکرم ﷺ نے اپنی ساری عمر اپنایا، نبھایا اور آگے بڑھایا ہے گویہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ اور آپ کی من جملہ زندگی سے مرتب ہونے والے اثرات واحساسات اور جزبہ وعقیدت کا اظہارِ بیان ہے۔

بحر حال حب رسول ﷺ کو نعت گوئی کے میدان میں اساسی حیثیت حاصل ہے جس قدر کوئی شاعر آپ ﷺ کی محبت وعشق سے سرشار ہوگا اسی قدر اسکے کلام میں اثر آفرینی ہوگی لیکن اس عشق ومحبت میں بھی شاعر کو اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ اسکا بیان کردہ کوئی مضمون امر واقعہ کے خلاف نہ ہو کیونکہ ایسا مضمون یا کوئی ایسی بات جس کی کوئی سند قرآن وحدیث میں نہ ہو اور جسکی بنیاد محض خیال آفرینی اور مبالغہ آرائی پر ہو، نعتیہ ادب کے منافی قرار دی جاتی ہے، اسکے علاوہ نعت گو شعراء کیلئے یہ ضروری ہے کہ ان کی نگاہیں سیرت طیبہ ﷺ کے مختلف مراحل پر گہری ہوں اور وہ مقصد نبوت سے کما حقہ واقف ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ایسے ممدوح نہیں ہیں کہ انکی مدح میں غیر حقیقی باتوں کا سہارا لیا جائے جیسا کہ دور جاہلیت میں شعراء اپنے ممدوح کی مدح وستائش میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتے تھے۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ نہ صرف انسان بلکہ خود خالق کائنات نے اپنے محبوب اور برگزیدہ پیغمبر محمد ﷺ کی تعریف وتوصیف قرآن مقدس میں متعدد بار کی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاأیہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (سورۃ الأحزاب:۵۶)

اسی سورۃ میں آپ ﷺ کی تعریف یہ کہہ کر کی گئی ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃٌ حسنۃ (الاحزاب:۲۱)

یعنی پیغمبر خدا کی ذات اقدس آپ سب کے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ کی صفات وخصائل کا تزکرہ رب ذوالجلال نے ان الفاظ میں کیا ہے:

وما ارسلنٰک اِلّا رحمۃً للعالمین (سورۃ الانبیاء:۱۰۷)

ایک اور آیۃ میں آنحضور ﷺ کی خوبیوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من أنفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (آل عمران: ۱۶۴)

اسی طرح سورۃ التوبۃ میں رب العالمین نے اپنے محبوب کا تعارف یہ کہہ کر فرمایا:

لقد جاء کم رسول من أنفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریصٌ علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم (آیت:۱۲۸)

قرآن پاک پر اگر نظر ڈالی جائے تو چند آیات نہیں بلکہ ایسی بے شمار آیات بینات مل جائیں گی جن میں حضور اکرم ﷺ کے شمائل وخصائل کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے گویا کہ خالق کائنات نے آپ ﷺ کی مدحت کی خود ذمہ داری لی ہے اور **ورفعنا لک ذکرک** فرما کر اس بات کا اعلان عام کر دیا ہے، اس حقیقت کی روشنی میں اطاعت واتباع کے تعلق سے قرآن وحدیث کے شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ نعت اصل میں اطاعت واتباع ہونی چاہیئے جب کہ عام رجحان میں اطاعت واتباع کا پہلو نہ صرف شاذونادر ہی نظر آتا ہے بلکہ وہ زبانی جمع خرچ لگتا ہے، چنانچہ صلوات بھی اطاعت کا ہی پہلو ہے وہ صرف شوروغوغا نہیں ہے، واضح رہے کہ صلاۃ وسلام کو نعتیہ شاعری میں صنف نعت کا ایک

جز وتصور کیا جاتا ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہدیہ درود وسلام کو ربِ کائنات نے ضروری قرار دیا ہے یا یں ہمہ بغیر صلاۃ وسلام کے نعتیہ شاعری ادھوری سمجھی جائے گی، ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے تعلق سے شاعری حکم الٰہی سے مبرا نہ ہو۔

نعت گوئی کی تاریخ اور روایت بہت قدیم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور ذکر جمیل جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے رب ذو الجلال نے خود اپنی مقدس کتاب میں فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرے سے واقف اور متاثر ہوکر سابقہ انبیاء کرام وصالحین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہونے کی آرزو کرتے رہے ہیں، سیرت ابن ہشام میں ابوطالب کا ایک قصیدہ درج ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں اولین نعت قرار دیا جاتا ہے، اسکے چند اشعار پیش خدمت ہے:

حلیم رشید عادل غیر طائش　　　یوالی الیها لیس عنه بغافل

لقد علموا أن ابننا لا مکذب　　　لدینا ولا یعنی بقول الباطل

فأیده رب العباد بنصره　　　وأظهر دینا حقه غیر باطل

اس طرح ورقہ بن نوفل جو تورات وعیسائیت کے بڑے عالم تھے، جنکے اشعار کو تاریخی اہمیت حاصل ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہؓ کو سنائے ہیں:

فیلقی من یحاربه خسارا　　　ویلقی من یسلمه فلوجا

فیالیتنی اذا ما کان ذاکم　　　شهدت وکنت أکثرهم ولوجا

ولوجا بالذی کرهت قریش　　　ولو عجت بمکتها عجیبا

تاہم اکثر ادباء ونا قدین اس بات پر متفق ہیں کہ نعت گوئی کی باضابط ابتداء اس وقت ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو کفار مکہ کی اس شاعری کا جواب دینے کی اجازت دی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تئیں گستاخانہ لب ولہجہ اختیار کیا جاتا تھا، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عربوں میں شعراء کی قدر ومنزلت بہت زیادہ تھی اور جو کام آج کل اخبارات یا دیگر ذرائع ابلاغ سے لیا جاتا ہے وہی کام اہل عرب اپنے شعراء سے لیا کرتے

تھے، چنانچہ ہر قبیلہ کا اپنا مخصوص شاعر ہوا کرتا تھا جو اس قبیلہ کا ترجمان تصور کیا جاتا تھا، پروفیسر رینالڈ نکلسن نے لکھا ہے :

> **Every tribe had its poets who freely uttered what they felt and thought. Their unwritten works flew across the desert faster than arrows and come home to the hearts and bossoms of those who hear ''**

اسی پس منظر میں ہم دیکھتے ہیں کہ کفار مکہ نے اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی غرض سے اسلام، پیغمبر اسلام اور انکے پیروکاروں کی مخالفت میں جہاں دوسرے ذرائع مخاصمت استعمال کئے وہیں شاعری جیسے اہم حربے کو نظرانداز نہیں کیا اور ایسے شعراء مثلاً ابوسفیان بن حارث وغیرھم کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو ہدف تنقید و تنقیص بنایا، ان کی ہجویہ شاعری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاق گزری کیونکہ مذکورہ شعراء اپنے معاندانہ کام کے ذریعہ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی اور شان رحمت پر حملہ کررہے تھے بلکہ یہ اپنی شاعری کے ذریعہ دین اسلام کی بنیاد کو ڈھادینے کی مذموم کوشش بھی کررہے تھے، اس مہم کا توڑ کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت تھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جان نثاروں اور سرفروشوں نے دین اسلام اور داعی دین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تنقید و تنقیص کو برداشت نہیں کیا اور فوراً صحابہ میں کئی شعراء اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کیلئے تیار ہوگئے لیکن وہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے بغیر انجام نہیں دے سکتے تھے، اس لئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی اجازت طلب کی جسکے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ما یمنع الذین نصروا رسول اللہ بسلاحھم أن ینصروہ بألسنتھم۔ یعنی جن لوگوں نے اللہ کے رسول کی اپنے ہتھیاروں کے ذریعہ مدد کی انہیں کیا چیز روکے ہوئے ہیں کہ وہ اپنی زبان سے اسکی مدد کرے، یہ سنکر حضرت حسان بن ثابت بول اٹھے: **أنا لھا**: یعنی میں یہ کام انجام دوں گا، آپ نے پوچھا تم کس طرح قریش کی ہجو کا جواب دے سکتے ہو جبکہ میں بھی ان ہی

میں سے ہوں، حسانؓ یہ سنکر بولے میں آپ ﷺ کو اس طرح نکالوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال باہر نکالا جاتا ہے۔

حافظ ابن عبد البرؒ کا بیان ہے کہ مشرکین کی ہجو گوئی کا منہ توڑ جواب دینا حسان بن ثابتؓ، کعب بن مالکؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنے ذمہ لیا، یہ تینوں حضرات انصار مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تھے انہوں نے یہ کام بخوبی انجام دیا اور جھوٹ کا جواب سچائی سے اور پتھر کے جواب میں پھول برسا کردئے، مسجد نبوی میں حسان بن ثابتؓ کیلئے مخصوص جگہ مقرر تھی جہاں وہ نعت رسول سنایا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے انکے حق میں یہ دعا فرمائی: اللھم أیدہ بروح القدس۔ اے اللہ روح القدس کے ذریعہ انکی تائید فرما۔ اسکے نتیجے میں حسان بن ثابتؓ نے اپنی ہجو میں مشرکین پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ سر پیٹ کر رہ گئے، ابوسفیان کی ہجو گوئی کا یہ جواب حسانؓ کی زبان سے رہتی دنیا تک اخلاق وادب کا اعلیٰ نمونہ شمار ہوگا۔

أتهجوه ولست له بكفءٍ　　　فشرُّ كما لخير كما الفداء

کیا تم اسکی ہجو کرتے ہو جب کہ تم انکے برابر کے نہیں ہو، تم شر ہی شر جبکہ وہ سراپا خیر ہے اور تم کو ان پر فدا ہونا چاہئے، ظاہر ہے کہ حسانؓ برائی کا جواب برائی سے نہیں بھلائی اور وعظ ونصیحت کے پیرایہ میں دیا کرتے تھے، وہ اپنے پر اثر اور وقیع اشعار کے ذریعہ اسلام اور پیغمبر اسلام کیلئے ڈھال بن گئے اور اس وقت کے مکی شعراء کا ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ انکے حوصلے پست ہوگئے، مدح رسول ﷺ کے ضمن میں انکی ایک نظم کا درج ذیل شعر ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے:

أَغَرَّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ　　　مِنَ اللهِ مَشْهُوْدٌ يَلُوْحُ وَيَشْهَدُ

غزوہ احزاب میں خندق کھودنے اور پتھر توڑنے کے دوران رسول اللہ ﷺ مجاہدین کی حوصلہ افزائی کرتے رہے اور عبداللہ ابن رواحہؓ کے نعتیہ اشعار بلند آواز سے پڑھتے تھے، اس طرح صدر اسلام میں نعت گوئی رسول اللہ ﷺ کی مبارک قیادت میں

ابھرتی رہی جو ہر طرح کی امکانی مبالغہ آمیزی، ہرزہ سرائی اور دروغ بیانی سے پاک تھی جس سے ان نعت گو حضرات نے نہ صرف روحانی تسکین کا سامان حاصل کیا بلکہ آنے والے ہر دور کو اپنی نعتوں کی گونج سے محبان رسول کے عشق و محبت میں اضافہ کیا ہے۔

تاہم نبی رحمت ﷺ کے تئیں امت اور عاشقان رسول نے کس طرح گلہائے عقیدت اور نذرانہ محبت پیش کر کے اپنے ایمان و یقین کو تازگی اور روحانیت کو تقویت دی ہے اس سلسلے میں شاعر رسول حضرت حسانؓ نے بجا طور پر حقیقت واقعہ کی ایسی ترجمانی کی ہے جو سلاست و روانی نیز دلبستگی میں اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں:

وأحسن منک لم ترقط عین — وأجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرأمن کل عیب — کأنک خلقت کمـــا تشاء

اس طرح مدح رسول اور نعت گوئی میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کے یہ اشعار پیش خدمت ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں:

روحی الفداء عن أخلاقه شهدت — بأنه خير مولـود من البشر
عمّت فضائله كل العباد كما — عم البريّة ضوء الشمس والقمر

اس طرح نعت گوئی میں کعب بن زہیرؓ کے یہ اشعار بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

فقد أتیت رسول اللہ معتذرا — والعفو عند رسول اللہ مقبول
ان رسول اللہ لنور یستضاء به — مهند من سیوف اللہ مسلول

علاوہ ازیں انصار کی بچیاں ہجرت رسول کے موقعہ پر جو اشعار گا رہی تھی اور جن کی گونج آج بھی مدینہ کی فضاؤں میں سنائی دیتی ہے وہ تاریخ اسلام میں بڑے فخر سے پیش کئے گئے ہیں، مطلع اشعار یہ ہیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع — وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

اسی طرح آنحضرت ﷺ کی نعت گوئی کے سلسلے میں کعب بن مالکؓ، کعب بن زہیرؓ نابغہ جہدی، سعد بن أبی وقاص وغیرھم کو نمایاں مقام حاصل ہیں۔

بعد کے ادوار میں جب رفتہ رفتہ نور اسلام سے دنیا کے طول و عرض منور ہوتے گئے تو نعت گوئی بھی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ نہ صرف سارے عالم میں پھیل گئی بلکہ شعراء نے مختلف زبانوں میں پیغمبر اسلام کے تئیں اپنے جذبات کا اظہار کر کے نعتیہ شاعری کو پروان چڑھایا، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ نے اپنی بے نظیر رباعی میں رسول اللہ کے تئیں اپنی عقیدت اور محبت کے پھول اس طرح پیش کئے ہیں:

یا صاحب الجمال ویاسید البشر من وجهك المنير لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقه بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

مشہور ایرانی شاعر شیخ سعدی اپنا نذرانہ عقیدت یوں پیش کرتے ہیں:

بلغ العلی بکماله کشف الدجی بجماله

حسنت جمیع خصاله صلوا علیه وآله

اس طرح علامہ محمد بن سعید البوصیری کا یہ لامثالہ نعتیہ قصیدہ بھی زبان زد خاص و عام ہو چکا ہے۔

الصّبح بدا من طلعته واللیل دجا من وفرته

فاق الرّسلا فضلا وعلا أهدی السّبلا لدلالته

فمحمّدنا هو سیّدنا فالعزّ لنا لاجابته

پورے خطہ ارض پر ازل سے لے کر آج تک آپ بابرکت ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے اور نعت گوئی کا یہ سلسلہ قیامت تک حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کی عقیدت میں جاری رہے گا کیونکہ نعت گو شعراء اس صنف کو اس لیے اہم سمجھتے ہیں کہ اسے خود محبوبِ خدا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا ہے۔ وہیں نعت گو حضرات اسے اُخری فلاح و فیضان کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

ملخص القول نعت گوئی ایک مخصوص صنف شعر کی صورت اختیار کر چکی ہے، یہ صنف ہیئتی کے برعکس موضوعی ہے، یعنی نعت کو کسی بھی شعری ہیت میں لکھا جا سکتا ہے لیکن

جہاں تک اسکے موضوع کا تعلق ہے تو وہ مخصوص و متعین ہے، اور وہ رسول اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف اور آپ کی عظمتوں اور رفعتوں کا بیان ہے، موضوع کے خدوخال دائرے اور وسعت کو پرکھنے کیلئے سب سے بہتر اور افضل معیار وہ نعتیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ کے صحابہ نے پیش کئے اور جن کی آپ نے بذات خود پزیرائی فرمائی، اسلئے موضوعی سطح پر جو نعت ان نعتوں کے جس قدر قریب ہے اسی قدر اعلی واَرفع ہے اور جو نعت ان نعتوں سے جس قدر دور ہے اسی قدر اسکا معیار طے کیا جائے گا، رہی ان نعتوں کی پرکھ خالص شعری سطح پر۔ اسکی اہمیت ثانوی ہوجاتی ہے، موضوع اسکا بنیادی معیار ہے۔ ***

''جہانِ حمد ونعت'' : تقسیمِ ابواب

باب تفکرّات :

اِکتشافِ فکر، اِقتضائے فن [حمد ونعت نگاری کے فن اور آداب واسالیب پر مضامین]

باب تدبّرات :

عکسِ تحقیق، نقشِ تنقید [حمدیہ ونعتیہ شاعری پر تحقیقی وتنقیدی مضامین]

باب تفہیمات :

اِنتقادِ سخن، احتسابِ اسلوب [حمدیہ ونعتیہ فن پاروں پر تبصرے اور تاثرات]

باب تصوّرات :

اقوالِ زرّیں، اَفکارِ روشن [حمد ونعت سے متعلق اصحابِ فکرودانش کے منتخب اقوال]

باب تخیّلات :

حمد وثنائے ساقیٔ ازل جل جلالہ ———————— مدح وثنائے ساقیٔ کوثر ﷺ

[شعرائے کرام کا منظوم حمدیہ ونعتیہ کلام]

باب تاثرات :

نامہ ہائے شوق، رقعاتِ ذوق، نقطہ ہائے نظر [صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے]

باب متفرقات :

حمد ونعت گوئی کی اہم شخصیات کا داغِ مفارقت / بین الاقوامی آن لائن نعتیہ مشاعرہ

مجید اختر

نعت گوئی کے جدید تقاضے

نعت گوئی کا عمومی مقصد جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف اور لکھنے، پڑھنے اور سننے والوں کے لیے حصولِ ثواب ہوا کرتا ہے۔ ماضی قدیم سے لیکر اب تک، شعرا بطورِ خاص نعت گوئی کو اپنے لئے باعثِ فخر وسعادت سمجھتے آئے ہیں۔ برصغیر میں پہلے پہل صوفیا و مشائخ نے تبلیغِ دین کا فرض ادا کیا۔ ان کے ہاں رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے انتہا عقیدت پائی جاتی تھی اور ایامِ ولادتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر محافلِ میلاد کا انعقاد ایک بہت بڑا دینی فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ فارسی بطور سرکاری زبان رائج تھی۔ بیشتر صوفیا خود قادرالکلام شعرا تھے۔ لہٰذا سماع کی محافل میں یہ کلام پیش کئے جاتے۔ نظام الدین اولیاء کے چہیتے مرید امیر خسرو نے یہ اجتہاد کیا کہ ہندی زبان میں مذہبی کلام کہے اور انہیں عوام الناس میں رواج دیا۔

برصغیر کے تیزی سے بدلتے ہوئے سیاسی اور قومی منظر نامے کے تحت علامہ اقبال، الطاف حسین حالی و مولانا ظفر علی خاں تک آتے آتے نعت صرف عقیدت کا پیرایۂ اظہار نہیں رہی بلکہ ایک مقصد اور ایک پیغام بھی ساتھ لے کر چلی۔ کم وبیش اسی دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ برصغیر کے مسلمانوں میں کچھ طبقات نے ایک نئی فکر کو فروغ دیا جس کے تحت نعت گوئی اور محافلِ میلاد کے انعقاد و اہتمام کا شعار اتنا اہم نہیں تھا۔ نتیجتاً ایک طبقہ جو اس روش کا معتقد اور اس پہ عمل پیرا تھا، ان کے ہاں اپنے عقائد کے تحفظ، تائید اور فکرِ جدید کے رد کیلئے مزاحمتی اور طنزیہ مضامین نعت کا حصہ بنے جو ایک بڑی حد تک اب بھی رائج ہیں اور محافلِ میلاد میں ایسے مضامین قلمبند کرنے والے شعرا یا

پڑھنے والے نعت خوانوں کی خوب پذیرائی ہوا کرتی ہے۔ زمانۂ رسالتمآب ﷺ سے لیکر دورِ حاضر تک نعت گوئی شعرا کا شعار رہا ہے۔

ہر دور کے سماجی وملّی تقاضے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ یہ دیکھنا اور سمجھنا بے حد ضروری ہے کہ جن شب وروز سے ہم گزر رہے ہیں اور جن حالات کا ہمیں سامنا ہے ان میں نعت گوئی کی کیا صورت ہونی چاہیے۔ عقلمندی، دوراندیشی اور دانشوری اس امر کی متقاضی ہے کہ عصرِ حاضر کے معاملات اور نزاکتوں کو سمجھا جائے اور پھر کوئی راہ متعین کی جائے۔ دورِ حاضر میں مذہبی فضا ایک مہیب تناؤ کا شکار ہے۔ اس تناؤ کے دور میں نعت گو حضرات کی ذمہ داریوں کے حوالے سے گفتگو ہونی بہت ضروری ہے۔ یہ تو طے شدہ امر ہے کہ ... میرے مولا بلالو مدینے مجھے... یا اس قسم کے افتادہ یا مضامین کا ترک لازم ہے۔ دوسرے یہ کہ فرائض وسنن ونوافل سے لیکر مساجد اور قرآنِ پاک کی تفسیر تک قوم بہت سے واضح اور متصادم دھڑوں میں بٹ چکی ہے۔ ایسے میں ایک نعت کی صنف ہے جو قومی سطح پر بہت مضبوط نہ ہونے کے باوجود ابھی تک مختلف الفکر طبقات کو متحد رکھے ہوئے ہے۔ میرے نزدیک ہماری ذمہ داری ہے کہ نعت کو اس کشمکش اور فرقہ واریت سے بچا لیا جائے۔ اس مرحلۂ دشوار پر میرے فاضل قارئینِ کرام مجھے اجازت دیں کہ ذرا کھل کر بات کی جائے۔ نعت گو حضرات کو چاہیے کہ افراط وتفریط سے بچیں۔

صرف وہ مضامین باندھے جائیں جو کتبِ سیَر سے ثابت ہیں اور بغیر کسی مخالفت کے قبولِ عام رکھتے ہیں اور جن سے رسولِ گرامی قدر ﷺ کی محبت وعقیدت دلوں میں بڑھنے کی راہیں کھلتی ہوں۔

ان مضامین سے پرہیز لازم ہے جن سے کسی خاص طبقے کے عقائد کا پرچار ہوتا ہو۔ خاص طور پر متصادم خیالات وروایات سے بچنا ضروری ہے۔

نعت کو صرف ذکرِ فضائلِ رسالتمآب ﷺ ہی تک محدود رکھا جائے۔ یہ امر اس لیے بھی ضروری ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس امر میں احتیاط نہ برتی گئی تو بہت جلد نعت بھی ہماری اور

تمہاری ہوتے ہوتے فرقہ واریت کا شکار ہوجائے گی۔ لہٰذا اس امر کا اہتمام وقت کی اشد ضرورت ہے کہ نہ شعرا اہلِ بیتِ عظام کے مناقب نعت میں رقم کریں، نہ ہی اصحابِ ثلاثہ کے فضائل موضوع بنائے جائیں۔

ان روایات کو نظم نہ کیا جائے جو ایک خاص مکتبِ فکر کی ترجمانی کرتی ہوں۔ احباب بخوبی جانتے ہیں کہ میرا اشارہ کن روایات و واقعات کی طرف ہے۔ مجھے واقعات کی صحت سے بحث نہیں ہے، وہ سب کچھ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے۔ پیشِ نظر صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ نعت کو تقسیم ہونے سے بچالیا جائے۔

آدابِ نعت گوئی کے بارے قولِ مشہور ہے کہ: ع: با خدا دیوانہ باشد، با محمد ہوشیار

نعت کہنا دودھاری تلوار پر چلنے کے مترادف ہے۔ ایک جانب فنِ شاعری، زبان و بیان، نشست و برخواست، وسیع مطالعہ اور عصری شعور ضروری ہیں۔ تو دوسری جانب اثر انگیز نعت کیلئے حضورِ والا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایک نسبتِ خاص کا ہونا اور ان کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا بدرجۂ اتم ضروری ہے۔ ع: ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔ لہٰذا ایسے عامیانہ مضامین و لفظیات اور تشبیہہ و استعارات جو عام عشق و محبت کی وارداتوں میں رقم ہوتے ہوں، ان سے احتراز لازم ہے۔

بلا اشد ضرورتِ شعری، ذاتِ سرورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو 'تو' یا 'تم' سے مخاطب کرنا بھی سوءِ ادب ہے۔ بے حد اہتمام کرنا چاہیے کہ شعر چاہے بدلنا یا نکالنا پڑے لیکن خطاب شانِ شایان ہو۔

ایسے مضامین جن سے شرک کا شبہ ہوتا ہو، ان سے بھی بچنا چاہیے۔

بے جا غلو بھی نازیبا ہے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ شعرا انبیاء ماسبق کی روایات یا سیرتِ حضورِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعات بطور تلمیح رقم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دو مصارع میں کسی اہم واقعہ کی طرف اشارہ کرنا اور ذاتِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقامِ عالیہ کا تعین بھی کرنا، ایک

مشکل امر بن جاتا ہے اور بہت زیادہ مشق و مطالعہ کا متقاضی ہے۔جس طرح غزل یا نظم کا شاعر اپنی ذاتی واردات، اپنے زمانے کے واقعات وحادثات اور ماضی کی روایات کے آمیزے سے مضامین کسب کرتا ہے، اسی طرح نعت کے شاعر کے لیے بھی ضروری ہے کہ اپنی وارداتِ قلبی رقم کرے، اپنے گردوپیش سے بھی واقف رہے اور نعت کی روایت سے بھی جڑا رہے۔

من گھڑت یا ضعیف روایات و واقعات کو قلمبند کرنے سے احتراز کرنا بھی ضروری ہے۔

تاریخِ اسلام سے کما حقہ واقفیت اور سیرتِ رسولِ گرامی قدر ﷺ کا گہرا مطالعہ، مضامین میں گہرائی کا ضامن ہے۔سطحی اور افتادہ پا مضامین سے بچنے کی سعی کرنی چاہئے۔

***

’جہانِ حمد ونعت‘‘

اُردو زبان میں حمدیہ ونعتیہ ادب کا جو گرانقدر ورثہ ہمارے لئے سرمایۂ افتخار ہے، اُسے سمیٹ کر آنے والی نسلوں تک پہنچانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔لہٰذا حمد ونعت کے فروغ میں کوئی قابلِ ذکر کام انجام دینا بذاتِ خود ایک عظیم الشان کارنامہ ہے، جسے انجام دینے کی ایک قابلِ تحسین کوشش ’نعت اکادمی‘ جموں وکشمیر کے ذریعے شائع کردہ ادبی وتحقیقی مجلہ اور کتابی سلسلہ ’’جہانِ حمد ونعت‘‘ ہے، جو حمد ونعت کے متعلق تنقیدی مضامین اور روح پرور کلام کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے، جس سے عشاقانِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

’جہانِ حمد ونعت‘، حمدیہ اور نعتیہ ادب کے فروغ، اشاعت، ترقی اور ترویج کے لیے وقف کیا گیا ہے؛ اور یہ ادبی اور تحقیقی مجلہ جموں وکشمیر میں اپنی نوعیت کا اوّلین کتابی سلسلہ ہے۔

قابلِ ذکر ہے کہ ’نعت اکادمی‘، جموں وکشمیر کے زیرِ اہتمام اُردو نعتیہ صحافت کے اُفق پر" جہانِ حمد ونعت" کا پہلا شمارہ جون 2019ء میں شائع ہوا۔چھٹا اور ساتواں شمارہ رواں برس میں شائع ہو رہے ہیں، جو ایک خوشخبری ہے۔ [ڈاکٹر حامد حبیب، سرینگر]

ابوعمار زاہد الراشدی

بانی مدیر: ماہنامہ 'الشریعۃ'

تذکرۂ نبویؐ کے چند آداب

بزرگوں کے دن منانا یا کچھ ایام کو ان کی یاد کیلئے مخصوص کر دینا تو کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتا، لیکن انہیں یاد کرنا اور ان کی خدمات اور قربانیوں کا تذکرہ کرتے رہنا رحمتوں اور برکتوں کا ذریعہ بنتا ہے اور اس سے راہ نمائی ملتی ہے۔ اس مناسبت سے میں اس کے ایک پہلو پر بھی کچھ عرض کر رہا ہوں کہ بزرگوں کے تذکرہ کے کچھ آداب اور کچھ تقاضے بھی ہیں جنہیں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

نعت نگاری میں اسلام کے مسلمہ عقائد کا لحاظ

ہم سب سے زیادہ تذکرہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتے ہیں اور انہی کا سب سے زیادہ تذکرہ کرنا چاہیے۔ مگر قرآن کریم نے اس کے کچھ آداب بیان کیے ہیں اور خود حضورؐ نے بھی چند آداب کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے صرف دو تین کا حوالہ دینا چاہوں گا، اس وجہ سے کہ آج کل حمد و نعت کی محفلیں عام ہو گئی ہیں اور شعر و شاعری کے ساتھ ساتھ خطابت میں بھی حمد و نعت اور منقبت کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ میری طالب علمانہ رائے کے مطابق اس سلسلہ میں افراط و تفریط کا رنگ غالب ہو گیا ہے جس کی طرف توجہ دینا انتہائی ضروری ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ عید کے روز جناب رسول اللہؐ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں آرام فرما رہے تھے کہ انصار کی کچھ بچیاں اپنے ان بزرگوں کو شعروں

کی صورت میں یاد کرتے ہوئے ترنم کے ساتھ اشعار پڑھ رہی تھیں جو گزشتہ جنگوں میں قتل ہو گئے تھے۔ عید خوشی کا دن بھی ہوتا ہے اور بچھڑے ہوئے بزرگوں کو یاد کرنے کا دن بھی ہوتا ہے کہ اس دن بچھڑے ہوئے لوگ بہت یاد آتے ہیں۔ وہ بچیاں اپنے اس شغل میں مصروف تھیں کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور یہ منظر دیکھ کر بچیوں کو منع کرنا چاہا مگر آپؐ نے یہ کہہ کر انہیں روک دیا کہ رہنے دیں بچیاں ہیں اور عید کا دن ہے۔ لیکن جب انہی بچیوں نے اشعار پڑھتے ہوئے یہ مصرعہ پڑھا کہ ''وفینا نبی یعلم ما فی غد'' کہ ہمارے درمیان ایسا نبی موجود ہے جو آنے والے کل کے حالات بھی جانتا ہے، تو جناب نبی اکرمؐ نے خود انہیں روک دیا کہ یہ بات نہ کہو اور باقی جو کچھ کہہ رہی ہو کہتی رہو۔

حضورؐ نے بچیوں کو یہ مصرعہ کہنے سے اس لیے روک دیا تھا کہ اس سے عقیدۂ توحید پر زد پڑتی تھی۔ اس کا واضح طور پر مطلب یہ ہے کہ بزرگوں کے تذکرہ حتیٰ کہ حضورؐ کی مدح میں بھی اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اس سے اسلام کے کسی مسلمہ عقیدہ پر زد نہ پڑتی ہو۔

بزرگوں کا ادب واحترام

دوسرا واقعہ بھی بخاری شریف میں مذکور ہے کہ قریش کے شاعروں نے جب غزوۂ احزاب میں ناکامی کے بعد جناب نبی اکرمؐ کی مخالفت اور نعوذ باللہ ہجو میں اضافہ کر دیا تو ان کے جواب کیلئے حضرت حسان بن ثابتؓ سامنے آئے اور ایک موقع پر اپنے جذبات کا اظہار اس طرح فرمایا کہ میں اپنی زبان کے ساتھ ان قریشیوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ حسانؓ! میں بھی تو قریشی ہوں، حضرت حسانؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں قریش کی مذمت کرتے ہوئے آپ کو درمیان سے ایسے نکال دوں گا جیسے آٹے میں سے بال نکال دیا جاتا ہے۔ لیکن آپؐ نے صرف اتنی بات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ کر ان سے میری رشتہ داریوں کی تفصیل معلوم کرلو۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کہیں انجانے میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دو جس

سے جناب رسول اکرمؐ کے لیے سوء ادب کا پہلو نکلتا ہو۔

یہ بات میں نے اس لیے عرض کی ہے کہ ہم مدح ومنقبت میں اور کافروں کی مذمت میں بھی اس بات کے پابند ہیں کہ انتہائی احتیاط سے بات کریں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ کہیں انجانے میں اور بے دھیانی میں بھی کوئی بے احتیاطی نہ ہو جائے۔ جبکہ ہمارے ہاں شعروشاعری اور خطابت دونوں دائروں میں اس امر کا لحاظ رکھنا کم ہوتا جا رہا ہے اور ہم ہر وہ بات کہہ دیتے ہیں جو کسی طرح ہمارے ذہنوں میں آ جاتی ہے۔ ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہیے اور حد درجہ احتیاط کا اہتمام کرنا چاہیے۔

نبیوںؑ کے آپس میں تقابل سے گریز

جبکہ تیسری بات بھی بخاری شریف کے حوالہ سے ہی ذکر کروں گا کہ ایک موقع پر ایک انصاری صحابیؓ نے ایک یہودی کو اس بات پر تھپڑ مار دیا تھا کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سارے انسانوں پر فضیلت کی بات کہہ دی تھی۔ انصاری صحابیؓ کو غصہ آیا کہ یہ شخص حضرت موسیٰؑ کو حضرت محمدؐ پر بھی فضیلت دے رہا ہے اور اس غصے میں انصاری صحابہؓ نے اس یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ وہ یہودی جب شکایت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے حضرت موسیٰؑ پر فضیلت نہ دو۔ اس لیے کہ قیامت کے دن جب سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے تو میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا جبکہ حضرت موسیٰؑ عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہوں گے۔ ممکن ہے وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ چکے ہوں گے یا بے ہوش ہی نہیں ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ وہ دنیا میں کوہ طور پر ایک بار اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے تھے، اس لیے شاید قیامت کے دن کی بے ہوشی سے مستثنیٰ کر دیے گئے ہوں۔ یہی بات حضورؐ نے ایک موقع پر حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمائی کہ مجھے ان پر فضیلت نہ دو۔ بلکہ ایک موقع پر فرمایا ''لاتخیرونی من بین

الانبیاء'' کہ مجھے انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو۔
اس پر سوال اٹھتا ہے کہ حضرات انبیاء کرامؑ کے درمیان فضیلت کی بات تو خود قرآن کریم کہتا ہے ''تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض'' (سورہ البقرہ ۲۵۳) کہ ہم نے بعض انبیاءؑ کو بعض دوسرے انبیاءؑ پر فضیلت دی ہے۔اور سب انبیاء کرامؑ پر اپنی فضیلت اور برتری کا ذکر خود جناب رسول اللہؐ نے فرمایا ہے جو بیسیوں احادیث میں موجود ہے۔اور ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضورؐ کو علی الاطلاق تمام انبیاء کرامؑ پر فضیلت حاصل ہے۔ پھر آپؐ نے خود کو انبیاء کرامؑ بالخصوص حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ پر فضیلت دینے سے منع کیوں فرمایا ہے؟ شارح بخاری حضرت علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ مطلق فضیلت بیان کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ ایسی فضیلت بیان کرنے سے روکا ہے کہ جس سے دوسرے بزرگ کی اہانت کا پہلو نکلتا ہے۔یعنی نبیوں کا آپس میں تقابل نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ تقابل کی صورت میں دوسری طرف کچھ نہ کچھ اہانت یا تخفیف کا پہلو ضرور نکل آتا ہے۔جبکہ ہمارے ہاں یہ ذوق عام ہوتا جارہا ہے کہ حضرات انبیاء کرامؑ ہوں یا حضرات صحابہ کرامؓ ہوں ہم دو بزرگوں یا دو گروہوں کو آمنے سامنے کھڑا کر کے تولنا شروع کر دیتے ہیں اور بسا اوقات وہ کچھ کہہ جاتے ہیں جس کا عام حالات میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ٭٭٭

''جہانِ حمد ونعت''
کے نئے دوشماروں کی اشاعت پر
'نعت اکادمی'
کے ارباب بست وکشاد کی خدمت میں
مبارکباد [عبداللہ رحمانی، پلوامہ]

باب

تدبّرات

جہانِ حمد و نعت

عکسِ تحقیق،نقشِ تنقید

[حمدیہ و نعتیہ شاعری پر تحقیقی و تنقیدی مضامین]

شکر کی شعاعوں سے منوّر حمدیہ شاعری
ڈاکٹر شبیر احمد قادری
71

ڈاکٹر داؤد محسن کی حمد نگاری
طاہر سلطانی
77

شارق رشید کی اردو "حمد" کا تجزیاتی مطالعہ
ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی
84

مظفر وارثی کی حمدیہ شاعری کا فنی وفکری مطالعہ
ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی
87

سیرت ابن اسحاق کے نعتیہ اشعار
پروفیسر ابوسفیان اصلاحی
90

حضرت فریدالدین عطارؒ کی نعتیہ شاعری
ڈاکٹر شوکت حیات
127

حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ کی منظوم
سیرت 'مغازی النبیؐ'
علامہ شوکت حسین کینگ قادری
140

چند علمائے دیوبند کا حمدیہ ونعتیہ کلام
مفتی محمد اسحٰق نازکی قاسمی
167

علامہ اقبال بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں
ڈاکٹر شکیل شفائی
179

کشمیری زبان میں نعتیہ شاعری: ایک مختصر جائزہ
میر امتیاز آفرین
195

ڈاکٹر شبیر احمد قادری
پریس مارکیٹ، امین پور بازار، فیصل آباد

شکر کی شعاعوں سے منوّر حمد یہ شاعری

حمد وثنا کے رقم کے لیے شاعر قلم قرطاس کو وسیلہ بناتے ہیں۔ قلم جس کی قسم خود خدا نے کھائی ہے۔ شاعر اللہ کی رضا سے نوک قلم کو تحرک دیتے ہوئے فضلِ قرطاس پر اپنے قلبی جذبات اور محبت ومودت کے بیج بوتا اور بصورتِ اشک اسے پانی دیتا اور پھل اور پھول کا انتظار کرتا ہے۔ دیگر اصناف میں شاعر صلہ وستائش کی تمنا سے بے نیاز ہوسکتا ہے مگر حمد باری تعالیٰ لکھتے ہوئے وہ خالقِ ارض وسما سے رضا وقضا، دُعا اور مشیت کا بہر کیف، سائل وطالب ہوتا ہے۔ حامد وحمود جب سطحِ ورق پر اپنے قلم کی نوک رکھتا ہے تو رحمتِ رب سے اس قلم کا درجہ نوری قلم سا ہو جاتا ہے جس کا طول فاصلۂ زمین وآسماں کے برابر بتایا جاتا ہے۔ محاسن ومحامد اور حمد کا ایک دلاویز زاویہ شکر ادا کرنا بھی ہے۔ شکر کی شعاعیں قلبِ منوّر سے نکلتی اور تحمید وتمجید کی ادبی جہتوں کو مستفید کرتی ہیں۔ شکر، حمد کا لازمی جز ہے اور شکر ان نعمتوں کے نزول پر کیا جاتا ہے، اللہ کریم نے جن سے اپنی مخلوقات کو نوازا اور خوب نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی مدح وستائش قلب وذہن کی تہذیب کرنا لازم ہے، ورنہ یہ سب کچھ انسان کے بس میں کہاں ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک کی تعریف کرے۔ سورہ لقمان آیت نمبر ۲۷ میں بجا طور کہا گیا ہے کہ زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ قلم بن جائیں اور اس کے بعد سات سمندروں کا پانی روشنائی بن جائے۔ اللہ کی حمد وثنا نہیں ہوسکتی۔ محترمہ پروین سجل کی حمد یہ شاعری کا حرف حرف عقیدت و

محبت اور مودتِ الٰہی کے عنبر سے معتبر ہے۔ ''یسد'' ایک ہی بحر میں کہی گئی حمدوں کا مرقع ہے۔ ان کا رس کتابِ مبین کی آیات کریمہ کے پھولوں سے کشیدہ کیا گیا ہے۔ اور یہ اس مجموعے کا سب سے نمایاں وصف ہے۔ اللہ پاک کی تحمید و تمجید کا سب سے اہم اور اساسی ماخذ قرآن مجید ہے، یہی وہ کلیدِ اوّل ہے جس سے تفکر و تدبیر اور ایمان کے ابجدی قفل کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ بند اس لیے کہ اللہ پر ایمان و ایقان کی تکمیل کلام اللہی حقانیت کو بہ دل و جاں تسلیم کیے بغیر ناممکن ہے۔ وہی معبودِ حقیقی ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں۔ عبد کا تخصص، معبودِ حقیقی پر غیر مشروط ایمان ہی سے ممکن ہے۔ ایمان کا لغوی معنی امن دینا ہے۔ اور اس معنی میں کسی کو سچا سمجھ کر اسے تسلیم کرنا بھی شامل ہے۔ یہ اقرار باللسان ہے اور تصدیق بالقلب بھی۔ اللہ پر ایمان کی تکمیل اس کے احکام کی روشنی میں فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور یومِ آخرت پر ایمان ہی سے ہوتی ہے۔ اعضا و جوارح سے کام لیتے ہوئے معبودِ حقیقی کے احکامات و ارشادات پر خشوع و خضوع سے عمل کرنا ہے۔ اللہ پاک ہی کے لیے بلاشرکتِ غیرے عبادت اور حقیقی تعظیم ہے۔ عجز و انکسار اور خاکساری اس معبودِ حقیقی کو بہت پسند ہے۔ استکبار و تفاخر صرف اور صرف اسی کو زیبا ہے۔ قرآن پاک کی اکیس آیات میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ اٹھائیس آیات اس موضوع پر مبنی ہیں کہ سب چیزوں کا خالق اور حقیقی مالک اللہ کریم ہے۔ ۱۳ آیات کے مطالعے سے یہ علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نفع و نقصان کا اختیار اللہ پاک ہی کے پاس ہے، مصائب سے نجات دلانا، بیماروں کو شفا دینا اور بے اولاد کو اولاد سے نوازنا اسی کے شانِ شایان ہے۔ رزق کی کثرت و کمی کے حوالے اللہ پاک کے مختارِ کل ہونے کے حوالے سے چودہ بارہ آیات موجود ہیں۔ چودہ بارہ آیاتِ قرآنیہ گواہ ہیں غیب کا علم پروردگارِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہی مستجیب الدعوت ہے۔ أُجِيبُ دَعوَةَ الدَّاعِ اذا دَعَانِ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۸۶) یعنی دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔ (مترجم: علامہ احمد رضا خان، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن)، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا آیت کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''دعا عرضِ حاجت ہے اور اجابت یہ

ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر لبیک عبدی فرماتا ہے، مراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے وہ بھی کبھی اس کے کرم سے فی الفور ہوتی ہے کبھی مقتضائے حکمت کچھ تاخیر سے کبھی بندے کی حاجت دنیا میں روا فرمائی جاتی ہے کبھی آخرت میں بھی بندے کا نفع دوسری چیز میں ہوتا ہے وہ عطا کی جاتی ہے۔ کبھی بندہ محبوب ہوتا ہے۔ اس کی حاجت روائی میں اس لیے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصہ تک دعا میں مشغول رہے۔۔۔'' (خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ص ۵۲)

دعا کرنے سے پہلے اللہ پاک کی تعریف وثنا کی جاتی ہے کہ وہ اللہ ایک ہے، وہی معبودِ حقیقی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں: ''وَاِلٰھُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ '' (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۶۳) یعنی اور تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا، مہربان'' (مترجم: مولانا احمد رضا خان، ''کنز الایمان فی ترجمہ القرآن'')، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، اس آیت کریمہ کی تفسیر میں شانِ نزول بیان کرتے ہیں۔ ''کفار نے سیدِ عالم ﷺ سے کہا آپ اپنے رب کی شان وصفت بیان فرمائیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتا دیا گیا کہ معبود صرف ایک ہے نہ وہ متجزی ہوتا ہے نہ منقسم۔ نہ اس کے لیے مثل نہ نظیر الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں وہ یکتا ہے۔ اپنے افعال میں مصنوعات کو تنہا اسی o نے بنایا وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ کوئی اس کا قسیم نہیں۔ اپنی صفات میں یگانہ ہے کوئی اس کا شبیہ نہیں۔'' (''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن''، ص ۴۴)

حمد بھی دعا ہی کی ایک شعری صورت ہے۔ حامد، کچھ مانگنے سے پہلے محمود کے اوصاف ومحامد اور خصائل وخصائص بیان کرتا ہے۔ وہی ذاتِ واحد، قادر وحکیم ہے اور نظام کونین اسی کی مقتضائے حکمت ومشیت چل رہا ہے۔ وہ قلوب واذہان کے تہ در تہ پنہاں احوال کو بہتر جانتا ہے۔ نصوصِ آیات قرآنیہ اور حقائقِ احادیثِ مصطفی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے یہی امور ومعاملات مستفاد ہیں۔

پروین سجل اپنے اس مجموعے کو عطائے ربی قرار دیتی ہے اس مجموعے کا منفرد نام بھی لحات سعید کی دین ہے:

کیسے کیونکر ہو بیاں نکتہ گری
صورت حیرت گری ہے کیا عجب یٰسد

کیا عجب تعویذ صورتِ استرِ جاں میں سلا
نقش جاں پہنی ہوئی ہے کیا عجب یٰسد

بارگاہِ احدیث سے ہی ملا ہے یٰسد
دیکھئے حرفِ عطا ہے جاں فزا یٰسد

کیا دعائے خاص کا تحفہ ملا یٰسد
حرفِ جاں دامن بھرا اور کیا صلہ یٰسد

کیا اذاں صورت ملا ہے حرف اِک یٰسد
کیا حضوری کی عطا ہے حرف اِک یٰسد

تدبر اور تفکر کے لیے بعض لوگ رتجگوں کو بہتر قرینہ خیال کرتے ہیں۔حقیقتِ حال تک رسائی کی تمنا کا اظہار دراصل اس خالقِ حقیقی کا قرب حاصل کرنا ہے۔مولانا وحید الدین خان نے لکھا ہے ''انسان دل کی راہ سے خدا کو پاتا ہے اور یقین کی آنکھ سے اس کو دیکھتا ہے، جو شخص بصیرت کی آنکھ سے دیکھ کر ماننے پر راضی ہو وہی خدا کو پائے گا۔ جو بصارت سے دیکھنے پر اصرار کرے، وہ خدا کو پانے سے اسی طرح محروم رہے گا جس طرح وہ شخص پھول کی خوشبو کو جاننے سے محروم رہتا ہے جو اس کو کیمیائی معیاروں پر پرکھ کر جاننا چاہے۔ (تذکیرِ انسانیت، نیویارک: الرسالہ فورم انٹرنیشنل، ۲۰۲۲ء، ص ۵۵)، محترمہ پروین سجل بصیرت کی آنکھ سے خدا کو جاننے اور پانے کی راہ کی مسافر ہیں۔حمد باری تعالیٰ اسی خیر طلبی کا وسیلہ ہے۔ان کے کلام میں ذاتِ باری تعالیٰ سے بے پناہ محبت اور عقیدت کا شعری اظہار ہے۔ یہ راہِ سخن انہوں نے اپنے انہی صادق جذبوں کے اظہار کے لیے نکالی ہے۔لب و

لہجے کی پاکیزگی اور تطہیر قلب کے ساتھ۔ برائے یارمی رقصم بروئے یارمی رقصم والا انداز ان کے ہاں نہیں ملتا۔ انھوں نے اپنے مصرعوں کو کہیں اسمائے الٰہی سے آراستہ کیا ہے اور کہیں قرآنی آیات سے سجایا ہے۔ یوں یہ حمدیہ کلام ایسے ترفع سے ہم کنار ہو گیا ہے جسے حیطِ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ اس جہت کو نمایاں کرنے کے لیے قریب ترین ترکیب ''حسنِ قرینہ'' ہی مناسب ہے اور ترکیب ان کے حمدیہ کلام کا ذیلی عنوان بھی ہے۔ اس ذاتِ لایزال ولایموت کے جن اسما کو جزوِ سخن بنایا گیا ہے۔ ان میں سے چند اسمائے مبارکہ یہ ہیں: قدوس، الحی، القیوم، الظاہر، الباطن، الودود، الباری، المصور، البدیع، المالک، النافع، المانع، الصمد، الغنی، الجبار، الہادی، المقدم، العزیز، غرض اللہ کریم کے ذاتی و صفاتی پاک ناموں سے اس مجموعے کا ورق ورق روشن ہے۔ شاعر نے جو روشنی دل وجاں کا حصہ بنائی، قارئین بھی اس سے بالضرور مستفید و مستنیر ہوں گے۔

پروین سجل نے قرآن اور احادیث کے ساتھ ساتھ تاریخ مذاہب اور علوم تاریخ کا بھی قابل رشک مطالعہ کیا ہے اور علوم وفنون سے اکتسابِ فیض کے رنگ مختلف اوراق کو منور کر رہے ہیں۔ علمِ بیان و بدیع کی خوشبو پڑھنے والے کو مسحور کیے دیتی ہے۔ دلآویز تراکیب اور پُراثر مرکبات نے شعروں کو اور بھی چمکا دیا ہے۔ بعض شعروں میں آیاتِ قرآنی یا ان کے حصوں کو کس سلیقے سے شامل کیا گیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

خواہشِ سادہ تمنا ، ربِّ اَرِنی ، ربِّ اَرِنی
گنبدِ جاں گونجے نعرہ ، رَبِّ اَرِنی ، رَبِّ اَرِنی

کیا عجب خواہش سرائی ، فَاذْكُرُوْنِیْ ، فَاذْكُرْكُمْ
یعنی نکتہ کیا توحیدی فَاذْكُرُوْنِیْ

خال وخداور میری قامت، جلوہ خیزی کُنْ فَیَکُوْن
بارِ جاں پر کیا عنایت ، جلوہ خیزی کُنْ فَیَکُوْن

لم یَلِدْ اور لَمْ یُوْلَدْ ذات اللّٰہُ الصَّمد
مثل کب ٹھہری مثال اے وَحْدَہٗ اے لاشریک

پروین سجل کی حمدوں میں مناجاتی آہنگ اور پیرائے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ سخن کی یہ جہت بھی اُس روحانی بالیدگی کا اثر معلوم ہوتا ہے جو انھیں ہمہ دم اپنے ہالے میں لیے رکھتی ہے۔ بصارت بصیرت میں ڈھل چکی ہے اور آنکھ کے مشاہدات و مطالعات برنگِ دگر دل میں سما چکے ہیں۔ یہ پہلو انشراحِ صدر اور بینات کے دولتِ فراواں سے ہمکنار کرتا ہے۔ جب دولت فراہم ہو جائے تو عقیدت، وارفتگی اور شیفتگی بڑھ جاتی ہے اور سخن وری کی لطافتیں دوست بن جاتی ہیں۔ سلاست، روانی اور برجستگی سے سخن آراستہ ہونے لگتا ہے اور شاعر بے نام سے کیف کے زینے طے کرنے لگتا ہے۔

پاک اللہ وہ ذات ہے جس کے لیے ساری تکریمات وتحیات ہیں۔ زندگی اور موت اسی ذاتِ بابرکات نے پیدا کی اور زمین و آسماں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اسی کی تخلیق ہے۔ اس کی ذات بھی بے عیب ہے اور اس کی تخلیقات میں کوئی رخنہ کوئی تفاوت اور فرق نہیں ہے۔ یہ ظاہری اور وہ تمام کائناتیں جو انسانی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ ایک حُسنِ توازن کے ساتھ اپنی حدود میں سرگرم کار ہیں۔ محترمہ پروین سجل نے یہ حمدیں اسی ذات کی شان بیان کرنے کے لیے سپردِ قلم اور زیبِ قرطاس کی ہیں۔ شاعری کی تمام اصناف اور جملہ ہئیتوں کو کسی ایک درجۂ استکمال پر جمع کیا جائے تو اس کا نام یقیناً حمد قرار پائے گا۔ یہ وہ عمل ہے جس پر اجماعِ اُمت ہے اور یہی وہ عمل ہے جو اتحادِ افرادِ ملت کا شعری قرینہ ہے۔ پروین سجل نے اس مجموعے کی صورت میں اس تقدیسی عمل کو مزید تقویت دینے کی دل پذیر سعی کی ہے۔ اس کی جس درجہ تحسین اور ستائش کی جائے، وہ کم ہے۔

***

شاعر حمد و نعت : طاہر سلطانی ✡
چیئرمین : حمد و نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

ڈاکٹر داؤد محسن کی حمد نگاری

حمد افضل ترین عبادت ہے۔ حمد کے لغوی معنی مالک ارض وسما کی تعریف وثنا اور توصیف بیان کرنا ہے۔ اللہ ربُّ العزت کی تخلیقات کا شمار ناممکن ہے۔ اب جو بھی تخلیق ہماری نظر سے گزرتی ہے، اسے دیکھ کر سبحان اللہ کہہ دینا بھی حمد ہے۔ جس کا مقصد اس شاہکار کے خالق کی عظمت و برتری کا اعتراف کرنا ہوتا ہے، جس چیز کو دیکھ کر اس کے خالق کی حمد کی جارہی ہے اس کا ٹھیک ٹھیک علم بھی ہونا ضروری ہے، محض گمان کی بنیاد پر حمد نہیں کی جاسکتی۔ ''حمد'' کا حق محض فریب تخیل، توہم پرستی اور اندھی عقیدت سے ادا نہیں ہوتا اس کا سرچشمہ یقین محکم اور ایمان کامل ہوتا ہے۔

حمد سرورِ انبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی سنت ہے۔
حمد اللہ ربُّ العزت کی خلاقیت وحاکمیت کا اقرار ہے۔
حمد اعترافِ عبدیت کا اعتراف ہے۔
حمد اللہ جل شانہٗ کی یکتائی ووحدانیت کا اعلان ہے۔
حمد عبادت بھی ہے اور شانِ عبادت بھی۔
حمد تمام عبادات میں افضل ترین عبادت ہے۔
حمد ادب ہی نہیں بلکہ رُوحِ ادب ہے۔
حمد اُردو ادب میں مستقل اِک صنف ہے۔
حمد قرآن ہے، قرآن حمد ہے، حمد راہِ مستقیم ہے، حمد رضائے ربُّ العزت ہے۔

مجھے کسی شاعر کے حمدیہ مجموعہ کی اشاعت کی خبر سن کر انتہائی مسرت ہوتی ہے۔ سو مجھے آج

خبر ملی ہے کہ ڈاکٹر داؤد محسن کا مجموعہ حمد رب العالمین زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے جارہا ہے۔ ڈاکٹر داؤد محسن کی خواہش ہے کہ میں ان کی حمدیہ شاعری پر مضمون سپردِ قلم کروں، سو میں نے اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے سرِ تسلیم خم کردیا۔ حمدیہ مجموعہ ''رب العالمین'' کا مسودہ میرے سامنے ہے۔ ایک سو چوالیس صفحات کے مجموعے میں پینسٹھ حمدیہ و مناجاتی کلام شامل کیے گئے ہیں۔ قبل اس کے، کہ میں ڈاکٹر داؤد محسن کی حمدیہ شاعری پر کچھ اظہارِ خیال کروں، میں سمجھتا ہوں کہ اُردو حمدیہ ادب سے متعلق تازہ ترین صورت حال کا مختصر جائزہ لے لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اوّل اوّل ڈاکٹر داؤد محسن کے مضمون ''حمدیہ شاعری عظمت و تقدس'' سے چند حوالہ جات پیش کرنا چاہوں گا۔ خصوصاً پاکستان کے حمد و نعت سے جڑے ہوئے شعراء و اُدبا کرام اور حمد و نعت سے شغف رکھنے والے صاحبانِ محترم کے لیے۔ ڈاکٹر داؤد محسن نے محققانہ انداز میں اُردو حمدیہ ادب کے حوالے سے ہونے والے کام کی تحقیق کی اور خاصی معلومات فراہم کی ہیں جو میرے لیے باعثِ مسرت ہے۔ پاکستان کے حمدیہ و نعتیہ ادب سے متعلق دانشوروں نے اُردو کا اوّلین مجموعہ ''دیوانِ ایزدی'' ۱۸۸۹ء، شاعر مفتی سرور لاہوری اور دوسرا مجموعۂ حمد ''نذرِ خدا'' شاعر مضطر خیرآبادی کو سمجھا اور لکھا جاتا رہا۔ داؤد محسن صاحب آپ کا شکریہ کہ آپ نے ہمیں ریکارڈ درست کرنے کا موقع فراہم کیا کہ دوسرا ''حمدیہ دیوان'' مولوی محمد حسین تمنا مراد آبادی کا ہے، یہ حمدیہ دیوان ۱۸۹۱ء کو نول کشور لکھنؤ نے شائع کیا۔ اس کے علاوہ موصوف نے بھارت میں شائع ہونے والے مجموعہ ہائے حمد کی تفصیلات فراہم کر کے ہماری معلومات میں نہ صرف اضافہ کیا بلکہ ان کا مضمون ہمارے لیے ''ارمغانِ حمد'' ہے۔ ماشاءاللہ! بھارت میں حمد کے موضوع پر خاصا کام ہو رہا ہے۔ ادھر پاکستان میں حمد کے حوالے سے جو کام ہوا ہے یا ہو رہا ہے اس کا ایک اجمالی جائزہ بھارت کے ان قلمکاروں اور قارئین محترم کے ذوقِ مطالعہ کی نذر کر رہا ہوں جو حمد و نعت سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ مذکورہ موضوع پر تفصیلات میں جاؤں تو سینکڑوں صفحات کم پڑ جائیں گے۔ اس وقت کچھ خاص اور اہم کام کا ذکر کریں گے جو حمدیہ ادب کے حوالے سے پاکستان میں ہو چکے ہیں یا ہونے جارہے ہیں۔

(۱) اُردو حمدیہ مجموعوں کی تعداد ۲۵۰ سے تجاوز کر گئی ہے۔ سب سے زیادہ حمدیہ مجموعے شائع کرنے کی سعادت ''جہانِ حمد پبلی کیشنز، کراچی پاکستان نے حاصل کی۔

(۲) اُردو میں حمد کے موضوع پر اوّلین کتابی سلسلہ ''جہانِ حمد'' کا اجراء جون ۱۹۹۸ء کو کیا گیا ہے۔ ''جہانِ حمد'' کے ۲۳ شمارے کم و بیش ۱۴ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں خصوصی نمبرز بھی شامل ہیں۔

(۳) ۱۹۹۸ء میں ہی اُردو ادب میں پہلی مرتبہ ماہانہ طرحی حمدیہ مشاعرہ کا آغاز ہوا، الحمدللہ! یہ سلسلۂ خیر پابندی کے ساتھ جاری ہے۔

(۴) ماہنامہ ''ارمغانِ حمد'' کا اجراء فروری ۲۰۰۴ء کو ہوا۔ شہرِ حمد و نعت کراچی سے شائع ہونے والے اوّلین ماہنامہ ''ارمغانِ حمد'' کے ۱۲۵ شمارے حمدیہ ادب کی زینت بن کر اہلِ علم و قلم سے تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ''جہانِ حمد'' اور ''ارمغانِ حمد'' کا اشاریہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اشاریہ ساز، شہرِ قائد کراچی کے ممتاز محقق و ادیب اور شعبۂ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی کے سربراہ ڈاکٹر سہیل شفیق اس حوالے سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(۵) حمد کے موضوع پر نثری کتب کی تعداد برائے نام ہے، مگر اب اس جانب بھی توجہ دی جا رہی ہے۔ کئی کتب زیرِ ترتیب ہیں۔ بھارت کے ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے اُردو حمد کے حوالے سے نثری کتاب تحریر کی، کتاب شہرِ حمد و نعت کراچی سے شائع ہوئی۔

اُردو حمد کے موضوع پر پروفیسر شفقت رضوی کی نثری کتاب ''اُردو میں حمد گوئی (چند گوشے)'' ۲۰۰۲ء میں جہانِ حمد پبلی کیشنز کراچی نے شائع کی، یاد رہے شفقت رضوی مرحوم پاکستان کے پہلے ادیب ہیں جنہوں نے حمدیہ ادب کو شاندار و یادگار نثری کتاب عطا کی۔ شاعرِ حمد و نعت طاہر سلطانی کا مرتب کردہ غیر مسلم حمد گو شعراء کا حمدیہ انتخاب ''اذانِ دیر'' شہرِ حمد و نعت کراچی سے شائع ہوا۔ ۱۹۹۶ء حمد گو شاعرات کا تذکرہ و حمدیہ کلام ''حریمِ ناز میں صدائے اللہ اکبر'' ۱۹۹۹ء تذکرہ نگار: طاہر سلطانی، اُردو حمد کی مختصر تاریخ۔ بیس سے زائد حمد گو شعراء کے انٹرویو اور اُردو حمد کے دیگر موضوعات پر مضامین سے مزین ایک کتاب ''اُردو حمد کا ارتقاء'' چار ابواب ۶۳۲ صفحات

،تصنیف و تالیف طاہر سلطانی، اُردو حمد پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنے والے طلبہ و طالبات کے لیے مفید کتاب، کتاب ''گلشنِ حمد'' (تذکرہ غیر مسلم حمد گو شعراء کا اوّلین تذکرہ) تذکرہ نگار، طاہر سلطانی۔ ۲۰۰۵ء کو جہانِ حمد پبلی کیشنز کراچی نے شائع کی۔ ان کے علاوہ چند ایسی کتب جو موضوع کے لحاظ سے اوّلین درجہ رکھتی ہیں مثلاً غیر منقوطہ حمدیہ و نعتیہ انتخاب (مرتب: طاہر سلطانی) حمدیہ و نعتیہ ہائیکو (انتخاب) مرتب طاہر سلطانی۔ اُردو حمدیہ و نعتیہ نظموں کا انتخاب (مرتب: طاہر سلطانی) راقم السطور کو بفضلہٖ تعالیٰ کراچی میں ''حمد و نعت ریسرچ سینٹر'' قائم کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ دنیائے حمد و نعت میں شاندار روایت قائم کرتے ہوئے دو روزہ بین الاقوامی حمد و نعت کانفرنس کا انعقاد بالترتیب ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ کو چار کانفرنسز جن میں تین آرٹس کونسل آف پاکستان جبکہ چوتھی کانفرنس جامعہ کراچی میں منعقد کی گئی۔

الحمدللہ! راقم السطور کا حمدیہ دیوان جنوری ۲۰۲۴ء کو زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر آ گیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ راقم کے تین حمدیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ پاکستان میں اُردو حمد و مناجات کے حوالے سے دو پی ایچ ڈی کے مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ پاکستان میں اُردو حمد پر پہلی پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کا اعزاز ڈاکٹر افضالہ شاہین صاحبہ کے ماتھے کا جھومر بنا۔ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویج اسلام آباد کی جانب سے، پی ایچ ڈی کی ڈگری ۱۲/جون ۲۰۱۴ء کو تفویض کی گئی۔ اُردو حمد و مناجات پر پی ایچ ڈی کرنے والی دوسری خاتون ڈاکٹر سعدیہ جعفر ہیں، آپ کے مقالے کا عنوان ''اُردو شاعری میں حمد و مناجات'' ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے ۴/دسمبر ۲۰۱۴ء کو ڈاکٹر سعدیہ جعفر کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔ ڈاکٹر سعدیہ جعفر کی تازہ تحقیق کے مطابق پہلا مجموعۂ حمد و مناجات ''دیوانِ مناجات ہندی'' مصنف کھنیا لال کا ہے۔ مذکورہ مجموعہ حمد و مناجات ۱۸۸۳ء کو شائع ہوا۔ تفصیلات ڈاکٹر سعدیہ کے مقالے میں موجود ہیں۔

قارئین محترم! میری اس تحریر کا اصل محرک ڈاکٹر داؤد کا مضمون ہے سو میں ڈاکٹر داد محسن کا شکر گزار ہوں۔ اب ہم داؤد محسن کی حمدیہ شاعری کی طرف آتے ہیں۔

مجموعہ حمد ''رب العالمین'' میں شامل پہلی مناجات غیر مردف ہے۔ داؤد محسن کے چند مناجاتی اشعار ملاحظہ ہوں :

اے خدا میں رات دن کرتا رہوں حمد و ثنا
دے مجھے توفیق ایسی ہر گھڑی میرے خدا
ہے دعا میری کہ مجھ کو کامیابی ہو نصیب
میرے ہر اک لفظ سے آتی رہے خوشبو سدا
یا الٰہی! بخش دے تو میرے سب اسلاف کو
ہو کرم محسنؔ پہ ہر دم سن لے تو میری دعا

مالکِ ارض و سما کی بارگاہ میں دعا ہے کہ داؤد محسن کی دعا مقبول و منظور ہو اور وہ کامیاب و کامران ہوں۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جن کی فکر کا محور و مرکز رب العالمین اور اس کی مدح سرائی ہے:

وقف میرے جسم و جاں تیرے لیے
میرا یہ سارا جہاں تیرے لیے
تیری طاعت میری ہستی کا ہے راز
گر کُھلے میری زباں تیرے لیے
حشر میں لے آؤں میں تیرے حضور
بندگی کا گلستاں تیرے لیے
دل میں محسنؔ کے ٹھکانہ ہو ترا
میرے دل کا آشیاں تیرے لیے

سورۃ الحدید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ○ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ

اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ ○

مفہوم: اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت، وہی جلاتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی اوّل بھی ہے اور آخر بھی، وہی ظاہر بھی ہے اور پوشیدہ بھی اور وہی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے۔

داؤد محسن کی چھوٹی بحر میں کہی گئی حمد کے اثر انگیز اشعار ملاحظہ کیجیے :

لہلہاتی ساری فصلیں اور شجر
چاندنی یہ کہکشاں شمس و قمر
کر رہے ہیں سب ثنا تیری مدام
یہ زمین و آسماں، یہ خشک و تر
تیری مٹھی میں نہاں دونوں جہاں
تیرے قبضے میں جہاں کے بحر و بر
نام لیوا ہے یہ محسن بھی ترا
اس کو صحت دے خدایا خوب تر

یوں تو خدا کے جلوؤں کی ہر جگہ فراوانی ہے اور عالمِ امکان کے ہر گوشے اور ہر ذرّہ میں اس کا پرتو موجود ہے۔ اسی تناظر میں داؤد محسن کے یہ اشعار پڑھیں :

کہکشاں دیکھ لیا شمس و قمر بھی دیکھا
تو ہی تو آیا نظر میں نے جدھر بھی دیکھا
ساری فصلوں میں تری ذات کا عنصر پایا
جلوہ افروز ہے تو برگ و شجر بھی دیکھا
فضل تیرا ہی نظر آیا ہے محسنؔ کو سدا
تیرا دربار بھی دیکھا ترا گھر بھی دیکھا

داؤد محسنؔ کی حمدیہ شاعری تقدیسی ادب میں عمدہ اضافہ ہے، ان کے حمدیہ کلام میں رنگِ وحدانیت بھرپور طریقے سے موجود ہے۔ اسلوبِ بیاں میں سادگی نمایاں ہے۔ اس کی مناجاتی شاعری میں کی گئی دُعائیں متاثر کن ہیں۔ ''بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے''۔

ڈاکٹر داؤد محسنؔ کی حمدیہ شاعری میں قرآن وسنت کے رنگ بھی نمایاں ہیں، حمد ونعت کہنا بہت مشکل عمل ہے مگر جب مالک ارض وسماوات کی عنایت ہو جائے تو پھر آسانی ہی آسانی محسوس ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بفضلہٖ تعالیٰ ڈاکٹر داؤد محسن شاہراہِ حمد ومناجات سے بہت احتیاط سے گزرے ہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

دعا ہے کہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں داؤد محسنؔ کی حمدیہ ومناجاتی شاعری مقبولیت کا درجہ حاصل کرے۔ میری یہ بھی دعا ہے کہ موصوف کاروانِ حمد ونعت سے آخری سانس تک وابستہ رہیں۔ آمین

حوالہ جات:

ا۔ مجموعہ حمد، نذرِ خدا، مضطر خیرآبادی، اشاعت اوّل 1912ء، اشاعت دوم 1996ء

۲۔ اُردو میں حمد ومناجات، ڈاکٹر یحییٰ نشیط، اشاعت 2000ء، کراچی سے شائع ہوئی۔

✡ چیرمین: حمد ونعت ریسرچ سینٹر، کراچی/ چیرمین: ادارہ چمنستانِ حمد ونعت ٹرسٹ کراچی
مرتب: کتابی سلسلہ ''جہانِ حمد'' (کراچی)/ مدیر اعلیٰ: ماہنامہ ''ارمغانِ حمد'' کراچی
مہتمم: حضرت علی مدرسۃ القرآن، کراچی/ نگران: غوثیہ مدرسۂ حمد ونعت، کراچی
ڈائریکٹر جہانِ حمد پبلی کیشنز، کراچی/ صدر: بزمِ جہانِ حمد ونعت، پاکستان کراچی
واٹس ایپ: 0300-2831089/ موبائل نمبر: 0310-2324340

***

ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی
(ورلڈ ریکارڈ ہولڈر)rachitrali@gmail.com

شارق رشید کی اردو" حمد" کا تجزیاتی مطالعہ

اردو زبان میں حمد یہ اظہار کے وسیع منظر نامے میں چند حمد گو شعرا کی حمد یہ شاعری اتنی گہرائی اور توجہ سے لکھی گئی ہیں کہ بے اختیار شاعر کو داد دینے کو جی کرتا ہے۔ جن میں سے ایک شارق رشید کی" حمد" بھی ہے۔ یہ شاعرانہ شاہکار توحید کے موضوع پر اردو ادب میں موجود شاعری میں سے ایک ہے، یہ حمد الٰہی قدرت اور اللہ کے ''کن فیکون'' پر غور وفکر کرنے کی ایک جھلک پیش کرتا ہے۔

اس شاعرانہ اظہار میں شارق رشید کی" حمد" قارئین کو کائنات کی وسعت سے لے کر وجود کے لمحے تک خالق کائنات کی عظمت کو دیکھنے کی دعوت دیتی ہے۔ فکر انگیز منظر کشی اور حمد کے بہترین اشعار کے ذریعے شارق رشید نے خدا کی ہمہ گیریت کی تصویر کشی کی ہے، جس کا جوہر کائنات کے ہر کونے تک پھیلا ہوا ہے۔

کفر اور ایمان کے درمیان فرق کو فصاحت کے ساتھ حمد میں جا بجا بیان کیا گیا ہے، جو مومن کے نقطہ نظر میں پائے جانے والے اندرونی ایمانی حسن کو اجاگر کرتا ہے۔ شارق رشید فصاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ کس طرح خدا کے نام کا محض ذکر گمنامی کو شہرت میں اور بے وقعتی کو اہمیت میں بدل سکتا ہے۔

مزید برآں" حمد" مصیبت کے وقت استقامت کا ثبوت دیتی ہے۔ شارق رشید کی خدا کی بے پناہ رحمت اور احسان کی تصویر کشی ہنگامہ خیزی کے وقت تسکین فراہم کرتی ہے، ویرانی کو مواقع میں اور قلت کو فراوانی میں بدل دیتی ہے۔

شارق رشید کی حمدیہ شاعری کی تال میل زندگی کے چیلنجوں کے بہاؤ اور اتار چڑھاؤ کی آئینہ دار ہے، جو بالآخر خدائی فضل اور شکر خداوندی کے جشن پر منتج ہوتی ہے۔ بہترین استعاروں اور تشبیہاتی شکلوں کے ذریعے شارق رشید نے وجود کی چکراتی نوعیت پر زور دیتے ہوئے تمام تخلیقات کے باہمی ربط کو واضح کیا ہے۔

''حمد'' محض ایک ادبی ترکیب نہیں ہے۔ یہ ایک روحانی شاعری بھی ہے جو قارئین کو خود کی دریافت اور روشن خیالی کے سفر پر جانے کی دعوت دیتی ہے۔ شارق رشید کی گہری بصیرت اور فلسفیانہ افکار و خیالات، زبان اور ثقافت کی سرحدوں کو عبور کر کے پوری دنیا میں سچائی کے متلاشیوں کے دلوں میں گونجتی رہتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شارق رشید کی" حمد" ایمان اور عقیدت کی بے مثال طاقت کے لازوال ثبوت کے طور پر ہمارے سامنے ہے۔ اپنی شاندار اشعار اور گہرے موضوعات کے ذریعے یہ شاعری روحوں کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کرتی ہے، جو بدلتی ہوئی دنیا میں سکون اور رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اہل ذوق قارئین کے مطالعے کے لیے شارق رشید کی حمد شریف پیش خدمت ہے: ؎

جلوے خدا کے دیکھو مکاں تا بہ لامکاں
ہوکر نہاں وہ ذات عیاں ہے کہاں کہاں
منکر کے واسطے تو نہیں ہے کہیں بھی وہ
مومن کے واسطے ہے ہر اِک شے میں ضوفشاں
بے نام ہوں جو اُن کا زمانے میں کردے نام
وہ نام ور کو کردے زمانے میں بے نشاں
وہ زلزلوں سے چاہے تو برباد شہر ہوں
چاہے تو وہ بسادے نئی تازہ بستیاں

چاہے جہاں وہ قحط وہاں آب روک لے
جب چاہے وہ بہا دے کوئی بحرِ بے کراں
توفیق کے بنا کوئی سجدہ محال ہے
توفیق دے تو سجدے کریں ہم کشاں کشاں
اُس کے کرم سے تتلیاں پھولوں پہ مست ہیں
اُس کے کرم سے بلبلیں گلشن میں نغمہ خواں
اُس کی عطا سے شاخِ شجر پر ثمر ہزار
اُس کی عطا سے پھوٹیں اناجوں کی بالیاں
پانی سے بھاپ بھاپ سے بادل بنادے وہ
بنجر زمیں میں ابرِ کرم سے وہ ڈالے جاں
پھیلادے وہ پہاڑوں پہ اِک شال برف کی
چمکا دے شمس آب کرے برف سے رواں
انڈے سے بچّہ بیج سے کونپل نکال دے
اُس کے سوا ہے کون بھلا ایسا مہرباں
شارق ہو جس طرف بھی نظر شاہکار ہیں
ترتیب جن کی شانِ مصوّر کی ترجماں

***

ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی
rachitrali@gmail.com

مظفر وارثی کی حمدیہ شاعری کا فنی و فکری مطالعہ

مظفر وارثی کا شمار عہد حاضر میں پاکستان کے چند گنے چنے اور نمایاں شعرا اور نعت خوانوں میں ہوتا ہے۔ آپنے اپنی شہرہ آفاق حمدیہ شاعری" وہی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے" کی وجہ سے شہرت حاصل کی، آپ حمد کے ساتھ ساتھ نعتیہ شاعری بھی کرتے ہیں۔ یہ خوبصورت اشعر ملاحظہ کیجیے ۔

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے ، وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے ، نظر بھی جو آرہا ہے وہی خدا ہے۔

مظفر وارثی کی" حمدیہ شاعری" کا مرکزی موضوع الوہیت، روحانیت اور دنیا میں خدا کی ہمہ گیریت کے تصور کے گرد گھومتا نظر آتا ہے۔ آپ کی حمدیہ نظمیں روایتی بت پرستی کے عقیدے کو چیلنج کرتی ہیں اور اس بات پر زور دیتی ہیں کہ خدا مجسموں میں موجود نہیں ہے بلکہ زندگی کے بدلتے ہوئے جوہر میں موجود رہتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ خوبصورت اشعار دیکھیے ۔

تلاش اُس کو نہ کر بتوں میں، وہ ہے بدلتی ہوئی رُتوں میں
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے ، وہی خدا ہے۔

مظفر وارثی نے اپنی شاعری کو جامع فکری اور اسلامی شاعری کی ایک سیریز کے طور پر تشکیل دیا گیا ہے۔ ان کا ہر ایک شعر ایک گہرا پیغام دیتا ہے۔ حمدیہ اشعار میں مستقل تھیم خدا کی ربوبیت ہے۔ اپنی شاعری میں مظفر وارثی مشرق اور مغرب کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

وہی ہے مشرق وہی ہے مغرب، سفر کریں سب اُسی کی جانب
ہر آئینے میں جو عکس اپنا دکھا رہا ہے، وہی خدا ہے

شاعر اس بات پر زور دیتا ہے کہ خدا ہر آئینے میں عکس پذیر ہے، ثقافتی اور جغرافیائی حدود سے ماورا ہے۔ مظفر کی حمدیہ شاعری کے اشعار باہم مربوط نظر آتے ہیں اور روحانیت کی تلاش میں اتحاد کا احساس پیدا کرتے ہیں۔

مظفر وارثی اپنا پیغام مؤثر طریقے سے پہنچانے کے لیے کئی ادبی آلات کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان میں استعارے، علامتیں اور تلمیحات شامل ہیں۔ استعاروں کا استعمال ان فقروں میں واضح ہے جیسے" ہر آئینے میں خود کو ظاہر کرنے والا عکس خدا ہے"، جہاں آئینہ انسانی ادراک کی علامت ہے۔ یہ استعاراتی زبان اللہ تعالیٰ کی روحانیت کی تلاش میں گہرائی کا اضافہ کرتی ہے۔

تکرار ایک اور آلہ ہے جسے مظفر وارثی اپنے تھیم کو تقویت دینے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ خدا کی ہمہ گیریت کے بار بار حوالہ جات اس پیغام پر زور دیتے ہیں کہ الوہیت ہر چیز پر محیط ہے۔
مظفر وارثی کی حمدیہ نظمیں روحانی دائرے کی گہری تفہیم کی عکاسی کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ اشعار دیکھیے ۔

کسی کو سوچوں نے کب سراہا، وہی ہوا جو خدا نے چاہا
جو اختیار بشر پہرے بٹھا رہا ہے، وہی خدا ہے

یہ اشعار ایک ٹھوس ہستی کے طور پر خدا کے روایتی تصور کے بارے میں ہیں۔ وہ اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ خدا دنیا کی مسلسل تبدیلیوں میں بھی ظاہر ہے، زندگی کی عارضی نوعیت کو نمایاں کرتا ہے۔

مظفر وارثی کی حمدیہ شاعری میں ارادے اور لاشعوری سوچ کے تصور کو بھی تلاش کیا گیا ہے، جو یہ بتاتا ہے کہ خدا انسانی اعمال اور خیالات کے پیچھے محرک قوت ہے۔ مظفر وارثی کی حمدیہ نظمیں خود کی عکاسی اور اپنے اندر خدا کی موجودگی کو تسلیم کرنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مظفر وارثی کی "حمدیہ شاعری" فکر انگیز شاعری ہے جو قارئین کو زندگی کے روحانی اور الوہی پہلوؤں پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس حمدیہ شاعری دلنشین اسلوب مؤثر طریقے سے خدا کی ہمہ گیریت کو ظاہر کرتا ہے۔ شاعر کا یہ اسلوب روایتی عقائد کو چیلنج کرتا ہے اور روحانیت کی گہری تفہیم کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ باذوق قارئین کے مطالعے کے لیے مظفر وارثی کی حمد پیش خدمت ہے ۔

کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے ، وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے ، نظر بھی جو آرہا ہے وہی خدا ہے
تلاش اُس کو نہ کر بتوں میں ، وہ ہے بدلتی ہوئی رُتوں میں
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے ، وہی خدا ہے
وہی ہے مشرق وہی ہے مغرب ، سفر کریں سب اُسی کی جانب
ہر آئینے میں جو عکس اپنا دکھا رہا ہے ، وہی خدا ہے
کسی کو سوچوں نے کب سراہا ، وہی ہوا جو خدا نے چاہا
جو اختیار بشر پہ پہرے بٹھا رہا ہے ، وہی خدا ہے
ہے نیتیں بھی نظر بھی رکھے ، سماعتیں بھی ، وہ جان لیتا
جو خانہ لاشعور میں جگمگا رہا ہے وہی خدا ہے
کسی کو تاج وقار بخشے ، کسی کو ذلت کے غار بخشے
جو سب کے ماتھے پہ مہر قدرت لگا رہا ہے ، وہی خدا ہے
سفید اُس کا سیاہ اُس کا ، نفس نفس ہے گواہ اُس کا
جو شعلہء جاں جلا رہا ہے ، بجھا رہا ہے ، وہی خدا ہے

***

پروفیسر ابوسفیان اصلاحی
شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

سیرت ابن اسحاق کے نعتیہ اشعار

سیرتِ مقدسہ کے ماخذ میں ایک معتبر ماخذ نعتیہ شاعری ہے۔ سیرت مقدسہ ہو یا تاریخ عرب دونوں کو اشعار عرب کی روشنی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح مفردات القرآن کے تعلق سے جاہلی شاعری کا ایک خاص مقام ہے۔ نیز قوامیس کا امتیازی انحصار کلام عرب سے استشہاد پر ہے۔ شعراء الرسول کے ماسوا عہد اموی' عہد عباسی، اندلس اور عہد جدید میں ایسے بے شمار شعراء رہے ہیں جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حلیہ مبارک، اخلاق عالیہ، تقوی و تورع، معاشرتی تعلقات، آباء واجداد اور سیاسی ابعاد پر اظہار خیال ہے۔ سیرت نگاروں نے اپنی تصانیف میں بطور استدلال واستشہاد شعراء الرسول اور دیگر نعت گو شعراء کے مساعی جمیلہ سے استفادہ کیا ہے۔ حسان بن ثابتؓ، کعب بن زہیر، ابونواس اور احمد شوقی نے نعتیہ شاعری کے توسط سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جلالت وفخامت، محاسن ومناقب اور تدین وتعبد کا احاطہ کرنے کی قابل قدر کوشش کی ہے۔ شعراء الرسول نے ذاتی مشاہدات وملاحظات کے توسط سے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تئیں اپنے عقیدت مندانہ احساسات کو منظوم کیا ہے۔ قرآن کریم کی زبان میں یہی اتباع رسول ہے، جس کے استناد واعتبار سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ حب رسول ہمارے اعتقاد واعتماد کی اساس ہے۔ حب اللہ اور حب رسول میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔ سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام، تاریخ طبری، تفسیر طبری، العقد الفرید، مغنی اللبیب، تصانیف مفردات القرآن، احکام القرآن للقرطبی، نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان اور مفردات

القرآن للفراہی میں اشعار کو بطور استناد نقل کیا گیا ہے۔ سیرت مقدسہ پر سیرت ابن اسحاق میں مختلف مواقع پر اشعار کی روشنی میں آپ ﷺ کے شب وروز کو دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ ﷺ کے اہل خاندان اور بہت سے دیگر شعراء کے کلام کی وساطت سے آپ ﷺ کی تقدیم وتوصیف کی گئی ہے۔ مندرجہ سطور میں سیرت ابن اسحاق میں مذکورہ اشعار کی مدد سے آپ ﷺ کے ابتدائی ایام، شخصی وجاہت، رسالت اور استقامت کی رونمائی کی گئی ہے۔ سب سے پہلے یہاں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ رحم مادر میں جب آپ ﷺ کا حمل قرار پایا تو آپ ﷺ کی والدہ مکرمہ آمنہ بنت وہب کو خواب میں دکھایا گیا کہ تمہارے پیٹ میں امت کا سردار پل رہا ہے جب وہ دنیا میں آئے تو تمہاری زبان سے یہ اشعار ادا ہوں:

اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد
فی کل برعامد و کل عبد رائد
نزول غیر زائد فانہ غیر زائد
فانہ عبدالحمید الماجد حتی اراہ قد اتی المشاہد

(میں اسے [ﷺ] خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں کہ وہ اسے ہر حاسد کے شر سے محفوظ رکھے۔ جو میرے بندہ عابد اور ملی فکر مند شخص سے حسد کرتا ہے۔ دنیا میں اس کا آنا نہایت ضروری تھا کیوں کہ قابل تعریف اور صاحب مجد کا بندہ ہے۔ میری آرزو ہے کہ اسے (ﷺ) مقاماتِ اجتماعات پر آئے ہوئے مشاہدہ کراؤں۔)

جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت سیدہ آمنہ نے سید عبدالمطلب کو خبر دی کہ آپ کے یہاں لڑکے کی پیدائش ہوئی ہے آکر انھیں دیکھیے۔ جب آئے تو ایام استقرار حمل میں جو خواب دیکھا اور نام رکھنے کے تعلق سے خواب میں جو ہدایات دی گئی تھیں وہ سب آپ کے گوش گزار کی گئیں۔ نام کے تعلق سے خواب کی تفصیل یہ ہے کہ:

''اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسا نور برآمد ہوگا جس سے سرزمین شام میں

بصری کے محلات جگمگا اٹھیں گے۔ جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ تورات میں اس کا نام احمد ہے۔ اہل ارض وسماء اس کی تعریف کے گن گائیں گے۔ انجیل میں بھی اس کا اسم گرامی احمد ہے۔ آسمان والے اور زمین والے اس کی تعریف کریں گے۔ فرقان میں اس کا نام محمد ہے اسے اسی نام سے موسوم کرنا"۔ اے۔ آپ ﷺ کے دادا سید عبدالمطلب آپ ﷺ کو اٹھا کر خانہ کعبہ میں ہبل کے پاس لے گئے، اللہ سے دعائیں کرتے رہے اور اس عطیۂ ربانی پر اللہ کے لیے کلمات تشکر ادا کرتے ہوئے مندرجہ اشعار ادا کیے:

الحمدللہ الذی اعطانی ھذا الغلام الطیب الاردان

(میں اس پروردگار کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے یہ پاکیزہ، سرخی مائل گورے رنگ کا ننھا عطا کیا)

قد ساد فی المھد علی الغلمان اعیذہ باللہ ذی الأرکان

(اس (ﷺ) نے آغوش مادر ہی سے ننھوں کی سیادت کی۔ میں اسے اللہ کے حیطۂ امان کے سپرد کرتا ہوں جو معزز ومکرم گھر (بیت اللہ) کا مالک ہے۔)

حتی یکون بلغة الفتیان حتی اراہ بالغ البنان

(دعا گو ہوں کہ وہ بھرپور جوانی کو پہنچ جائے، یہاں تک کہ پُرشکوہ عمارتوں کی مانند دیکھوں)

اعیذ من کل ذی شنأن من حاسد مضطرب العنان

(ہر عداوت سے اسے بچا کر اللہ کی پناہ میں دینا چاہتا ہوں۔ اسے حاسد اور دشنام طرازی کرنے والے سے دور کر کے سلامت خداوندی کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں۔)

ذی ھمة لیس له عینان حتی اراہ رافع اللسان

(باعزم بوڑھے کی حسد سے بچانے کے لیے اللہ کی پناہ کا طالب ہوں۔ اسے زور آور خطیب دیکھنے کی تمنا ہے۔)

انت الذی سمیت فی الفرقان

فی کتب ثابتة العثمانی
احمد مکتوبا علی اللسان

(تو وہی ہے کہ جس کا نام نامی فرقان میں درج ہے اور دوسری الہامی کتب میں احمد لکھا ہوا ہے جو زبان خلقت پر جاری ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے پوتے کی آمد پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا، مذکورہ دعائیہ کلمات سے مترشح ہے کہ وہ اپنے پوتے کے تئیں کن کن خواہشات وجذبات کے حامل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن وجمال سے حد درجہ متاثر و مبتہج تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سعادت کے آثار ایام طفولیت ہی سے نمایاں ہونے لگے تھے۔ دادا خانہ کعبہ میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حفظ وامان کے لیے دست بدعا ہوئے، بغض وعناد اور عداوت ومخاصمت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محفوظ رکھنے کے لیے کوشاں رہے۔ یہ بات معروف ہے کہ توریت وانجیل اور دیگر آسمانی کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''احمد'' سے یاد کیا گیا ہے۔ سرسید نے عبرانی لفظ ''فارقلیط'' کی ''خطباتِ احمدیہ'' میں عالمانہ تشریح کی ہے اور دلائل کی روشنی میں ثابت کیا کہ احمد اور فارقلیط میں معنوی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ ۲۔ مذکورہ اشعار سے یہ بات منکشف ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ موقرہ اور دادا صاحب دونوں ہی صاحبان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کا احساس رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ولادت سے فضاء بسیط رحمتوں سے مملو ہوئی۔ ہر طرف اجالے کا احساس ہوا۔

سیرت ابن اسحاق میں قبیلہ حمیر کے بادشاہ تبع اوسط کی حکایت ہے، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت اور عظمت کا ترشح ہوتا ہے۔ بادشاہ کی آرزو تھی کہ مدینہ کو فتح کر کے اس پر ہمیشہ کے لیے قابض ہو جائے۔ اسی اثناء میں ایک یہودی بن یمین نے اسے بتایا کہ آپ تمام تر جدوجہد کے باوجود اسے زیر اقتدار کرنے سے قاصر رہیں گے کیوں کہ بہت جلد یہ شہر مدینہ ایک نبی کی قیام گاہ بلکہ ریاست بننے والا ہے جس کا تعلق قریش سے ہوگا۔ چنانچہ اس خبر کو سن کر وہ اپنے ارادے سے باز آ کر یہاں سے چلا گیا۔ تبع نے اس مناسبت سے مندرجہ اشعار کہے:

انی نذرت یمینا غیر ذی خلف الا اجوزو بالحجاز مخلد

(میں نے عزم مصمم کیا کہ حجاز کو فتح کر کے اس پر ہمیشہ ہمیش کے لیے قابض ہو جاؤں گا۔)

حتی اتانی من قریظة عالم جر لعمرک فی الیهود مسود

(یہاں تک کہ بنو قریظہ کا ایک یہودی عالم میرے پاس آیا جو سیادت کے مقام پر فائز تھا)

القی الی نصیحة کی ازدجر عن قریة محجوره بمحمد

(اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اس قریہ پر لشکر کشی نہ کروں جو محمد کا مستقر بننے والا ہے۔)

ولقد ترکت بها رجالا وضعاً النصر ینتظرون نوراً مهتد

(اس لیے میں نے وہاں کے لوگوں سے تعرض کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ جنھیں آئندہ دنوں میں انصار ہونے کا شرف حاصل ہوگا، وہ اس ہدایت یافتہ نور سے فیض یاب ہوں گے۔)

مذکورہ اشعار کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں وہی مضامین اور علامات ہیں جن کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق سے توریت میں آچکا ہے۔ توریت کی انہی آیات کے اثرات ان اشعار میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان اشعار میں جو پیشین گوئی کی گئی ہے وہ حقائق بن کر تاریخ کا حصہ بن گئی، مدینہ منورہ کو اسلامی ریاست کا درجہ نصیب ہوا، جس کی فکری تصویر پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے اپنی معروف کتاب ''تنظیم ریاست''[۳] میں پیش کیا ہے۔ یہاں کے باشندوں کو انصار کا لقب نصیب ہوا جن کی عظمت پر قرآن کریم نے شہادت پیش کی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''نور مہتد'' کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک و تنظیم کا پورا خاکہ پیش کر دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پوتے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری حضرت ابوطالب پر ڈالی کہ اس یتیم کی ذمہ داری اور پوری نگہداشت تم پر ہے۔

بابن الحبیب اقرب الاقارب فقال لی کشبه المعاتب

(یہ بچہ میرے محبوب بیٹے کا بیٹا ہے۔ تمام رشتے داروں میں قریب ترین ہے۔ تو ابوطالب نے مجھ سے شائستگی سے کہا:)

لاتوصنی ان کنت بالمعاتب بثابت الحق علی واجب

(اگر آپ کو مجھ پر اعتماد ہے تو یہ وصیت نہ کریں کیوں کہ (آپ ﷺ کی دیکھ بھال) یہ حق ثابت شدہ نیز مجھ پر واجب بھی ہے۔)

محمد ذو العرف والذُّائب قلبی الیه مقبل وآئب

(محمد ﷺ صاحب ابرار اور مجدد وشرافت کے حامل ہیں۔ میرا دل آپ ﷺ کی جانب پابہ رکاب ہے اور ٹوٹ کر بار بار آنے والا ہے۔)

فلست بالانس غیر الراغب بأن یحق الله قول الراهب

(میں انسانوں سے حد درجہ محبت کرنے والا ہوں اور پُر امید ہوں کہ راہب کی پیشین گوئی (آپ ﷺ کے باب میں) سچ ثابت ہوگی۔)

فیه وأن یفضل آل غالب إنی سمعت اعجب العجائب

(آل غالب پر اسے تفوق حاصل ہوگا، میں نے آپ (ﷺ) کے متعلق عجیب وغریب باتیں سنی ہیں۔)

من کل حبر عالم وکاتب هذا الذی یقتاد کالجنائب

(یہ باتیں بے شمار نامور یہود علماء کرام اور صاحب علم وفضل سے سماعت کی گئی ہیں۔)

من حل بالابطح والاخاشب

ایضاً ومن ثاب الی المثاوب

من ساکن للحرم او مجانب

(حرم کے ساتھ تمام دنیا کی مسطح وادیوں اور سنگ لاخ زمینوں میں آپ ﷺ کی پیروی کی جائے گی۔ ساکنانِ حرم اور اس کے گردونواح کے باشندے بھی آپ ﷺ کی اتباع کریں گے، جزاء خیر کے طالبین اس اقتداء رسالت سے سرتابی نہ کریں گے۔)

مذکورہ بالا اشعار میں حضرت ابوطالب نے اللہ کے رسول ﷺ کی مختلف خصوصیات کی جانب اشارہ کیا ہے۔ سب سے پہلے یہ فرمایا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے داعی ہیں۔ علماء یہود کے حوالے سے انھوں نے یہ بھی صادر کیا کہ عنقریب ایسا عہد آنے والا ہے کہ پورے عالم میں آپ ﷺ کا، آپ ﷺ کے دین اسلام اور آپ ﷺ کے امتیازات کا چرچا ہونے والا ہے۔ دنیا کے چپے چپے پر آپ ﷺ کے ماننے والے ہوں گے۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب نے نہایت جامع انداز میں آپ ﷺ کا تعارف پیش کر دیا کہ حدود حرم سے ماوراء آپ ﷺ کی پذیرائی میں اضافہ ہوگا۔ حضرت ابوطالب کا ایک واقعہ اور ہے کہ آپ ایک بار رسول اللہ ﷺ کو لے کر تجارت کی غرض سے شام گئے تو مشہور یہودی عالم بحیرا نے تجارتی قافلے کو کھانے پر مدعو کیا، جب بحیرا راہب کی نظر آپ ﷺ پر پڑی تو وہ تاڑ گیا کہ یہ ایسا شخص (ﷺ) ہے جسے آئندہ نبوت سے سرفراز کیا جائے گا۔ بحیرا نے حضرت ابوطالب سے فرمایا کہ تم اسے فوراً یہاں سے لے کر چلے جاؤ کیوں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہود اسے گزند پہنچائیں گے۔ چنانچہ فراغت کے بعد وہ فوراً آپ ﷺ کو لے کر مکہ آگئے۔ اس تعلق سے ابوطالب نے اشعار کہے ہیں جس میں آپ ﷺ کے مختلف اوصاف بیان کیے گئے ہیں:

ان ابن آمنة النبی محمداً عندی بمثل منازل الاولاد

(آمنہ کے لال نبی کریم محمد ﷺ میرے نزدیک میرے بیٹوں کی مانند ہیں۔)

لما تعلق بالزمام رحمته والعیس قد قلص بالازواد

(جب اس (محمد ﷺ) نے اونٹنی کی مہار پکڑی تو میرا دل اس کی محبت سے بھر آیا اور سرخ مائل سفید اونٹنی زادراہ کو لے کر چلنے والی تھی۔)

فارفض من عینی دفع ذارف مثل الجمان مفرق الأفراد

(میری آنکھوں سے آنسو موتی بن کر گرنے لگے جو بوقت وداع جاری ہوتے ہیں۔)

راعیتُ فیه قرابة موصولة وحفظت فیه وصیة الأجداد

(اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے باب میں صلہ رحمی کی روایت کو پوری طرح نباہتا رہا، اس تعلق سے اپنے پرکھوں کی وصیت پر قائم رہا۔)

وامرته بالسير بين عمومة — بيض الوجوه مصالت انجاد

(میں نے اپنے چچاؤں کے ساتھ اسے (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سفر کا حکم دیا جو روشن چہروں کے مالک اور منتخب جری ترین لوگ ہیں۔)

ساروا لا بعد طية معلومة — فلقد تباعد طيه المرتاد

(وہ لوگ دور دراز جانے پہچانے سفر پر روانہ ہوئے لیکن مسافت بہت طویل ہے۔)

حتى اذا ما القوم بصرى عاينو — لاقوا على شرك من المرصاد

(یہاں تک کہ وہ بصرہ کے لوگوں کے پاس پہنچے، جہاں راستے کے ایک پڑاؤ پر۔)

حبراً فاخبرهم حديثاً صادقاً — عنه ورد معاشر الحساد

(ان کی ملاقات ایک یہودی عالم سے ہوئی تو انھوں نے اس (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے متعلق صحیح باتیں بتائیں اور حاسدوں کے ایک گروہ سے محفوظ رکھا۔)

ساروا القتل محمداً فنهاهم — عنه واجهد احسن الاجهاد

(انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قتل کی کوشش کی تو بحیرا نے انھیں روکا اور اس باب میں سخت مشقت سے کام لیا۔)

مذکورہ بالا اشعار کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہودیوں کو توریت اور اپنے علماء کرام سے پتا چل چکا تھا کہ ان صفات کا حامل ایک شخص بنو قریش سے اٹھنے والا ہے۔ اس لیے انھیں قطعاً پسند نہ تھا کہ یہ اعزاز کسی اور کو مل جائے اور نہ ہی رسالت کسی اور قوم میں چلی جائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جسمانی علامت، وجہ نورانی، اخلاقی شرافت اور حسن کردار سے ترشح ہو رہا تھا کہ جس نبی کا انتظار کیا جا رہا ہے وہ یہی ہے، اس کی شخصیت اوطرزِ تکلم سے رسالت کا ترشح ہو رہا ہے، آگے حضرت ابوطالب اس سفر کی اور اس یتیم سے اپنے قلبی لگاؤ کا اظہار مندرجہ ذیل اشعار

میں کر رہے ہیں۔

الم ترنی من بعدھم ھممته   بفرقة حر الوالدین کرام

(کیا تم نے نہیں مشاہدہ کیا کہ میں باوقار والدین کے شریف النفس لڑکے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرقت کا قصد کیا تھا۔)

بأحمد لما ان شدت مطیتی   برحلی وقد ودعته بسلام

(یعنی احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جب میں سواری پر سفر کے لیے کجاوہ کس رہا تھا، چنانچہ سلامتی کی دعا کے ساتھ اسے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو الوداع کیا۔)

بکی حزناً والعیس قد فصلت بنا   واخذت بالکفین فضل زمام

(وہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غم سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور سرخی مائل سفید اونٹوں کا قافلہ ہمیں لے کر روانہ ہوا اور دونوں ہتھیلیوں سے میری ناقہ کی مہار پکڑ لی گئی۔)

فقلتُ، تروح راشداً فی عمومة   مواسین فی البأساء غیر لئام

(میں نے کہا تم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے چچاؤں کے ساتھ بسکون روانہ ہو جاؤ جو مصائب میں تسلی دینے والے ہیں اور لعنت وملامت کرنے والے نہیں ہیں۔)

ذکرتُ اباہ ثم رقرقت عبرة   تجود من العینین ذات سجام

(میں نے اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے باپ کا ذکر کیا تو میری آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور دونوں سے آنسوؤں کی دھار چلنے لگی۔)

مذکورہ بالا اشعار سے دو چیزوں کا خاص طور سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایسے گھرانے سے تعلق ہے جس کی عظمت ورفعت کا لوگوں کو احساس تھا۔ شجاعت، موانست، تعاون اور اپنے لوگوں کے ساتھ اخلاص برتنا اس گھر کے لوگوں کا مزاج تھا۔ دوسرے ابو طالب اپنے بھتیجے سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ لخت جگر کا درجہ دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کا دل ہر وقت دھڑکتا رہتا۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگہہ داشت میں پوری دنیا کو

ناراض کر دینا ان کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھا، آگے مزید اسی واقعے کے تعلق سے اپنے جذبات کو یوں منظوم کیا ہے۔

فلما هبطنا أرض بصرىٰ تشرفوا　　لنافوق دور ينظرون جسام

(جب ہم سرزمین بصرہ پر نازل ہوئے تو ہماری وجہ سے قافلہ کے تمام لوگوں کی عزت افزائی ہوئی اور وہ شان وشوکت کے حامل نظر آرہے تھے۔)

فجاء بحيرا عند ذلک حاشداً　　لنا بشراب طيب وطعام

(اس وقت بحیرا ہمارے پاس آئے اور ہمیں خوشگوار مشروبات اور کھانے کے لیے مدعو کیا۔)

فقال: اجمعوا اصحابكم لطعامنا　　فقلنا: جمعنا القوم غير غلام

(انھوں نے فرمایا: اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ کھانے پر تشریف لائیں، میں نے جواباً عرض کیا ہم سب موجود ہیں۔ بجز ایک بچے (ﷺ) کے۔)

يتيم، فقال: ادعوه ان طعامنا　　كثير عليه اليوم غير حرام

(جو یتیم (ﷺ) ہے۔ بحیرا نے کہا اسے بلائیں، ہمارے یہاں کھانا ہے اور لڑکے کے لیے حلال بھی ہے۔)

فلما رآه مقبلا نحوداره　　يوقيه حرا لشمس ظل غمام

(جب بحیرا نے اس یتیم (ﷺ) کو اپنے گھر کی جانب آتے ہوئے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ ساتھ سایہ سحاب رواں ہے تاکہ اسے (ﷺ) دھوپ کی تمازت سے بچاسکے۔)

حنا راسه شبه السحود وضمه　　الى نحره والصد راى ضمام

(اس نے اپنا سر سجدے کی مانند جھکا لیا اور اسے (ﷺ) اپنے گلے اور سینے سے خوب اچھی طرح لگایا۔)

مذکورہ بالا اشعار سے پوری طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ آپ ﷺ کو کس قدر رتبہ دیتے تھے، لیکن چند ایسے بھی علماء یہود تھے جو آپ ﷺ سے حسد کرتے تھے اور آپ ﷺ کی جان کے درپے رہا کرتے تھے۔ لیکن بحیرا جیسے بلند مرتبہ ارباب علم و دانش تو آپ ﷺ کی عظمت کی دل سے قائل تھے۔ اور برملا اظہار کرتے کہ آپ ﷺ کے شمائل سے مترشح ہے کہ توریت اور انجیل میں ایک آنے والے نبی کی جو نشانیاں بتائی گئی ہیں وہ سب آپ ﷺ پر صادق آتی ہیں۔ یہ کہنا قطعاً دشوار نہیں کہ ایام طفولیت ہی سے آپ ﷺ کی عظمت لوگوں کی نگاہوں میں آنا شروع ہوگئی تھی۔

واقبل رکب یطلبون الذی رأی　　بحیراً من الأعلام وسط خیام

(اتنے میں یہود کا ایک اور قافلہ آ پہنچا اور وہ بحیرا کی طرح ان علامتوں کی زیارت کا خواہاں تھا جنھیں بحیرا نے خیمے میں دیکھا تھا۔)

فثار الیهم خشیة العرمهم　　وکانوا ذوی دهی معاد عُرام

(بحیرا ان کی بدنیتی کو دیکھ کر ان کے پاس آیا جو نہایت شاطر اور بہت سارے تھے۔)

دریسا، وتماماً وقد کان فیهم　　زبیراً وکل القوم غیر نیام

(اس بڑی فوج میں دریس، تمام اور زبیر (جیسے بدخواہ) شامل تھے اور سب کے سب (اپنی بدنیتی) سے باز آنے والے نہ تھے۔)

فجاء وا وقدهموا بقتل محمد　　فردهم عنه بحسن خصام

(انھوں نے آ کر محمد (ﷺ) کے قتل کا پختہ عزم کیا تو بحیرا نے بڑے سلیقے سے انھیں وہاں سے ہٹایا۔)

بتاویله التوراة حتی تفرقوا　　وقال لهم انتم بطغام

(بحیرا نے انھیں تاویل توریت کی مدد سے تتر بتر کیا اور فرمایا کہ تم سب انتہائی کم ظرف اور بد خلق ہو۔)

فذلک من اعلامه وبیانه ولیس نهار واضح کظلام

(توریت کے حوالے سے بتایا گیا کہ یہ سب اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی علامات اور بیانات ہیں اور روشن دن ہرگز تاریکی کی طرح نہیں ہے)

حضرت ابوطالب کی صراحت سے پتا چلتا ہے کہ بحیرا توریت کی نزاکتوں اور اس کے اسرار ورموز سے بخوبی واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پذیرائی اور توقیر وتکریم میں کسی تساہلی کا ثبوت نہیں دیا اور دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین کی حد درجہ ناپسند کرتا۔ ان کی کمینگی، شاطرانہ پن اور عیاری پر سخت تنقید کرتا۔ اور توریت کی آیات کریمہ کی مدد سے آثار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توضیح وتفسیر کرتا۔ یہ تمام چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت پر دلالت کرتی ہیں۔

بکی طرباً لما رأه محمد کان لایرانی راجعاً لمعاد

(محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ سب مشاہدہ کر کے رنج وغم سے رونے لگے کہ اب واپسی ناممکن ہے اور چچا کی زیارت نہ ہو سکے گی۔)

فبت یجافینی تهلل دمعاً وقربته من مضجعی ووسادی

(میں رات بھر اس کی یاد میں تڑپتا رہا کہ اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا آنسو بہانا مجھے کھوکھلا کر کے رکھ دے گا۔ اپنی خواب گاہ اور آرام گاہ میں اس (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قربت سے محروم ہو جاؤں گا۔)

فقلت له: قرب قعودک وارتحل ولاتخش منی جفوة ببــلادی

(میں نے اس (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا کہ اپنے اونٹ کے پاس جا کر کوچ کرنے کی تیاری کرو اور ان علاقوں میں میری جانب سے کسی بے وفائی کا تمہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ڈر نہ ہو۔)

وخل زمام العیس وارتحلن بنا علی عزمة من امرنا ورشاد

(اونٹوں کی مہار چھوڑ دی گئی، پورے عزم وارادہ اور راست روی سے ہمیں لے کر چل پڑے)

فما رجعوا حتی راوا من محمد احادیث تجلو غم کل فواد

(واپسی سے قبل راستے بھر انھوں نے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تعلق سے عجیب وغریب واقعات کا مشاہدہ کیا جس سے دلوں کے غبار دھل گئے۔)

حتی رأوا احبار کل مدینة سجوداً له من عصبة وفراد

(انھوں نے دیکھا کہ ہر شہر کے علماء کرام اجتماعی اور انفرادی اعتبار سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم میں لگے ہوئے ہیں۔)

زبیراً وتماماً وقد کان شاهداً دریساً وهموا کلهم بفساد

(لیکن زبیر، تمام اور دریس نے اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف منصوبہ بند فتنہ انگیزیاں کیں۔)

فقال لهم قولاً بحیراً وایقنوا له بعد تکذیب وطول بعاد

(بحیرا نے انھیں اس انداز سے قائل کیا کہ وہ اپنی کذب بیانیوں اور قیل وقال کے بعد اسے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تسلیم کر لیا۔)

کما قال للرهط الذین تهودوا وجاهدهم فی الله کل جهاد

(بحیرا نے دیگر یہود کے قبائل سے اسی طرز پر گفتگو کی اور اس خدائی معاملے کے باب میں انھیں سمجھانے میں حد درجہ جد وجہد کی۔)

فقال ولم یملک له النصح رده فانه له ارصاد کل مضاد

(تنگ آ کر بحیرا نے کہا کہ نصیحتیں کارگر ہوتی ہوئی نظر نہیں آ رہی ہیں، اس لیے اسے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واپس لے جاؤ کیوں کہ ضدی اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تاک میں ہیں۔)

فانی اخشیٰ الحاسدین وانه اخوا الکتب مکتوب بکل مداد

(مجھے حاسدین کی حسد کا خدشہ ہے۔ کیوں کہ تمام کتب میں صاف صاف لفظوں میں اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نام مرقوم ہے۔)

حضرت ابو طالب نے جب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین ومعاندین کا ایک جم غفیر ہے

جو آپ ﷺ کی جان کے پیچھے پڑا ہوا ہے تو وہ ان خدشات کی بناء پر اشکبار ہو گئے اور یہ بات انھیں ستانے اور دکھانے لگی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی قربت اور نگہہ داشت سے محروم ہو جاؤں اپنی خواب گاہ اور آرام گاہ میں اکیلے پڑ جاؤں۔ ان سب چیزوں کے پیش نظر انھوں نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ سخت ترین مراحل میں میری جانب سے تم کو کبھی بے وفائی اور بے یقینی کی کیفیت سے دو چار نہ ہونا پڑے گا۔ ان اشعار سے ایک نکتہ یہ بھی ابھرتا ہے کہ یہ قافلہ جس شہر سے گزرتا وہاں علماء کرام کی ایک بڑی تعداد آپ ﷺ کی پذیرائی اور عزت افزائی کے لیے ایستادہ ہوتی۔ رسالت سے قبل آپ ﷺ کی رسالت کا ہر سو چرچا ہو چکا تھا، الہامی کتب سے آپ ﷺ کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔ بحیرا نے نہ صرف آپ ﷺ کی رسالت کی تائید و توثیق کی بلکہ آپ ﷺ کی رسالت کی ترسیل و تشہیر میں نمایاں کردار بھی ادا کیا۔ بحیرا کے حوالے سے ہماری سیرتی کتب خالی ہیں ضرورت ہے کہ ان کے علم، توریت پر ان کی دسترس، رسالت کے تئیں ان کی وفاداریوں اور دشمنانِ رسالت سے ان کی محاذ آرائیوں پر اظہار خیال کیا جائے، بحیرا کے خیالات سے مستشرقین کی تردید کی جاسکتی ہے۔ اس طرح کے علماء یہود و نصاریٰ کے خیالات کو بطور ماخذ سیرت نگاری میں استعمال کیا جائے۔ اس میں کلام نہیں کہ بحیرا سیرت مقدسہ کا ایک مقتدر باب ہیں۔ جنھوں نے حقانیت کے اعتراف میں اپنے مذہب، اپنے علماء کرام اور اپنے اقرباء کی پرواہ نہیں کی۔ ابو طالب کے یہ اشعار بحیرا کے علم و دانش، توریت کے بواطن پر گرفت اور صائب الفکر ہونے پر گواہ ہیں۔

بحیرا کی طرح ورقہ بن نوفل ایک صاحب علم و فکر اور بڑے عیسائی عالم تھے۔ غار حرا میں پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہؓ نے آپ سے اللہ کے رسول ﷺ کے احوال اور ان کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آنے کا ذکر کیا تو ورقہ نے اس پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے بتایا کہ امت کے لیے جس نبی کا انتظار کیا جا رہا ہے وہ یہی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہی فرشتہ گزشتہ انبیاء و رسل کے پاس بھی آیا کرتا تھا۔ گویا ورقہ نے آپ ﷺ کی

رسالت کا اعتراف کیا۔ ڈاکٹر نثار احمد نے اپنی کتاب ''مخالفتِ قریش اور رسالت نبوی'' میں ورقہ بن نوفل کا قابل قدر تعارف کرایا ہے۔ کیا ہی بہتر ہو کہ ورقہ بن نوفل کے تعلق سے ڈاکٹر نثار احمد کے کلمات یہاں نقل کر دیئے جائیں۔

''زید کے قتل پر افسوس کرنے والوں میں سے ایک قابل ذکر شخصیت ورقہ بن نوفل کی ہے۔ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب کے بارے میں مشہور ومعروف حوالہ جو بخاری اور دیگر کتب حدیث کے علاوہ اکثر وبیشتر کتب سیرت میں پایا جاتا ہے۔ جس کے مطابق غار حراء میں پہلی وحی کے نزول کے بعد، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی تسلی وتشفی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں ورقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غار حراء کا ماجرا سن کر نہ صرف یہ کہ آپ کے نبی مرسل ہونے کی تصدیق وتائید کی، بلکہ مدد وتعاون کے متمنی ہوئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں کہا ''ھٰذ اا لناموس الذی انزل علی موسیٰ علیہ السلام یالیتنی فیہا جذعا'' ''یہی ہے وہ ناموس جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا''۔ اور یہ وضاحت بھی کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی بشارت ابن مریم علیہ السلام نے دی تھی۔ نیز یہ کہا کہ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم آپ کو نکالے گی۔ پھر آپ کے استفسار پر ورقہ نے یہ بھی بتایا کہ اس دنیا میں جو بھی نبوت ورسالت لے کر آیا اس سے عداوت ہی کی گئی۔ اسے اذیت ہی دی گئی۔ اور آخر کار یہ عزم واطلاع کہ زندہ رہنے کی صورت میں ورقہ کی بھر پور مدد واعانت کا وعدہ ہے۔

ورقہ کا انتقال اگر چہ تھوڑی ہی مدت میں ہوگیا۔ تاہم ایک اہم بات جو اکثر وبیشتر نظر انداز کر دی جاتی ہے یہ کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق وتائید اور عزم ونصرت کی پاداش میں قریش کی طرف سے زید بن عمرو کی طرح خود ورقہ کی بھی مخالفت کی گئی اور اسے سب وشتم کیا گیا۔ ابن اسحاق کے مطابق ورقہ کے ایک بھائی نے ورقہ کی بے عزتی کی۔ اس نے ورقہ کو پکڑ لیا اور گالیاں دیں''۔ ۴؎

ورقہ بن نوفل کے اس اعتراف کے سبب اپنے خاندان اور اپنی قوم کی جانب سے دشنام طرازیوں کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ حضرت خدیجہؓ کی باتیں سن کر ورقہ نے اپنے جذبات کو یوں منظوم کیا ہے:

اتبکرام انت العشیة رائح وفی الصدر من اضمارک الحزن قادح

(تم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بوقت صبح یا رات کو نمودار ہونے والے ہو، دل میں تمہاری تصویر کے مستور ہونے سے ایسا غم لاحق ہے کہ یہ دل اثر انداز ہو جائے گا۔)

واخبار صدق خبرت عن محمد یخبرها عنه اذا غاب ناصح

(سچائی کی خبریں جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بابت نشر کی جائیں گی تو یہ خیر خواہ نہیں رہے گا۔)

فتاک الذی وجهت یاخیر حرة بغوری والنجدین حیث الصحاصح

(وہ نوجوان محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری توجہ کا مرکز ہے، پتھریلی زمین، نشیب و فراز کے علاقوں، اور ہموار میدانوں میں رہنے والوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سب سے بہتر ہیں۔)

الی سوق بصریٰ فی الرکاب التی غدت وهن من الاحمال قعص دوالح

(وہ ایک قافلے کے ہم راہ بصرہ کے بازار کی طرف گیا، بوجھوں کے سبب سواریوں کے سینے باہر کو اور پشتیں اندر کو جھکی ہوئی تھیں اور وہ پسینے میں شرابور تھیں۔)

فخبرنا عن کل خبر بعلمه وللحق ابواب لهن مفاتح

(ہمیں اس کے تعلق سے جس قدر خبریں موصول ہوئیں وہ صداقت پر مبنی ہیں، حق کے متعدد دروازے ہیں جنھیں کھولنے کے لیے چابیاں درکار ہیں۔)

کان ابن عبدالله احمد مرسل الی کل من ضمت علیه الأباطح

(ابن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کرہ ارض پر رہنے والے تمام لوگوں کے رسول ہیں۔)

وظنی به ان سوف یبعث صادقاً کما ارسل العبد ان هود وصالح

(ان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق میرا ان گمان ہے کہ عنقریب وہ صداقت کے ساتھ مبعوث کیے

جائیں گے جس طرح حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام مبعوث کیے گئے ہیں۔)

وموسی وابراهیم حتی یری له بها ومنشور من الذکر واضح

(جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو مبعوث کیا گیا، یہاں تک کہ اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات اقدس منظر عام پر آجائے گی اور اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ذکر کھل کر آنکھوں کے سامنے ہوگا۔)

ویتبعه حیاً لوی جماعة شبابهم ولأشیبون الجحاجح

(اور قبلہ لوی کے جوان، بوڑھے اور سردار من حیث المجموع اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کریں گے)

فان أبق حتی یدرک الناس دهره فانی به مستبشر الود فارح

(کاش میں اس وقت زندہ رہوں جب انسانیت اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا زمانہ پائے گی، میں اس کے لیے محبت کا پیغامبر اور فرحت و مسرت کا پیغام رساں ہوں۔)

والافانی یا خدیجة فاعلمی عن ارضک فی الأرض العریضة سائح

(اے خدیجہؓ اب تو تمھیں معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور تمہاری سرزمین سے طویل ترین سرزمین کی جانب گامزن ہوں۔)

ورقہ بن نوفل جیسا کہ آچکا ہے کہ وہ ایک جہاں دیدہ اور سنجیدہ عالم تھے، صاحب فکر اور صائب الفکر دونوں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنے معاملے میں ان کے سامنے اپنے مسئلے کو پیش کیا تاکہ ان سے رائے لے سکیں۔ گویا معاشرے میں انھیں ایک مرجع کی حیثیت حاصل تھی۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ حضرت خدیجہؓ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت سے آگاہ کیا بلکہ یہ بھی بتایا کہ اگر میں زندہ رہا تو ان کی رسالت پر ایمان لاؤں گا۔ یہ بھی بتایا کہ اپنی رسالت، صداقت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے ان کی قوم ان کی مخاصمت میں انتہا کو پہنچ جائے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز دنیا کے تمام خطوں تک پہنچے گی، ورقہ نے اپنی

ضعیفی کا ذکر کیا ہے اس خواہش کے ساتھ کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اعلان میرے سامنے ہوا تو اس کا ایک مبلغ میں بھی ہوں گا۔لوگوں کو دعوت دوں گا کہ اس کی رسالت پر ایمان لایا جائے۔

مندرجہ ذیل اشعار میں حضرت ابوطالب نے اپنی شجاعت، وقار اور ایفائے عہد کا ذکر کیا ہے۔ کہ وہ اپنے بھتیجے کی محافظت ومساعدت میں ہر حد سے گزرنے کو تیار رہے۔آپ کے والد محترم عبدالمطلب نے جو ذمہ داری آپ کو سونپی تھی اس سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہے۔ ہر وقت ان کی سوچ، نگہہ داشت اور التفات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طواف کرتی رہتی۔ یہ سچ ہے کہ رسالت کے تحفظ میں آپ نے کسی کی پرواہ نہ کی بلکہ ہر شخص سے محاذ لینے کو تیار رہے۔مندرجہ اشعار سے آپ کی منزلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

منعت الرسول رسول الملیک ببیض تلا لأکلمع البریق

(میں نے اس رسول کی حفاظت کی جو خدائے مقتدر کا فرستادہ ہے، اپنی ذمہ داری کو میں نے سپید چمکتی ہوئی اس تلوار سے کیا جو بجلی کی طرح چمکتی ہے۔)

بضرب یزبردون التهاب جذار البوادر کالمنجنیق

(میں کاری ضرب جذباتی ہو کر نہیں لگاتا ہوں، یہ ضرب کاری تیزی سے گوپھن کی طرح کاٹ دیتی ہے۔)

اذب داحمی رسول الملیک حمایة بحام علیه شفیق

(خدائے مقتدر کے رسول کی حفاظت اور حمایت دونوں کرتا ہوں اور ایک شفیق کی حیثیت سے اس کی حمایت پر مستقل مامور ہوں۔)

وما ان ادب لا لاعدائه ربیب البکار حذار الفنیق

(اور اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے لیے آہستہ چال چلوں تو میں ان نوجوان اونٹوں کی چال نہیں چلتا جو اصیل نسل کشی کے سانڈ اونٹوں سے بچتے ہوئے چلتے ہیں۔)

ولکن ازیرلهم سامیاً کما زاد لیث بغیل مضیق

(بلکہ میں دشمنوں کے سامنے سینہ تان کر دھاڑتا ہوں جس طرح تنگ کرنے والا نر شیر دھاڑتا ہے۔)

وان فخرت یوماً فان محمداً هوالمصطفی من سرها وکریمها

(اگر بنی ہاشم نے (خود کو) کسی دن باعث افتخار تصور کیا تو وہ شخص مفتخر یقینا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں، مصطفی ہی ان کا رمز حقیقی اور ذریعۂ شرافت ہیں۔)

سیرت ابن اسحاق میں حضرت ابوطالب کے بے شمار ایسے اشعار ہیں جن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت اور دفاع کی بات کہی گئی ہے۔عرب کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لاوا پک رہا تھا کیوں کہ ان کے بتوں کے برعکس ایک نئے دین اور خالص توحید کی بات کہی جارہی تھی، بیت اللہ دراصل خالص توحید کا مرکز ہے اور سورہ کوثر میں یہی پیغام توحید ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو بناء توحید پر کھڑا کیا ہے۔ان کی حقیقت ہی بیت اللہ کی شناخت ہے۔ان تمام مبادیٔ توحید کی بناء پر عرب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف شمیر براں بنا ہوا تھا، لیکن نازک مراحل میں حضرت ابوطالب اپنے بھتیجے کے لیے کوہ گراں ثابت ہوئے۔ان کے جذبات ملاحظہ کریں:

واللہ لن یصلوا الیه بجمعهم حتی اوسد فی التراب دفینا

(واللہ اپنی تمام اجتماعیت کے باوجود قریش آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک پہنچنے سے قاصر ہیں، یہاں تک کہ میں مٹی میں دفن ہوکر لیٹ جاؤں۔)

امض لامرک ما علیک غضاضة والبشر وقر بذلک منک عیونا

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کام کو جاری رکھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذلت چھو نہ سکے گی، آسودگی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدر ہے جس سے آپ کی آنکھوں کو قرار ملے گا۔)

ودعوتنی وعلمت انک ناصح فلقد صدقت وکنت قدما امینا

(اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پکارا، مجھے معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر خواہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تو پہلے سے صادق اور امین ہیں۔)

وعرضت ديناً قد عرفت أنه خير اديان البرية دينا

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین پیش کیا تو مجھے حقیقت کا اندازہ ہوا کہ بحیثیت دین، اسلام مخلوق کا سب سے بہترین دین ہے۔)

لولا الملامة وحذاری سبة لوجدتنی سمحًا لذلک مبينا

(اگر مجھے قوم کی ملامت اور سب وشتم کا اندیشہ نہ ہوتا تو تم دیکھتے کہ کھل کر میں اس دین کا پیرو بن جاتا۔)

ولسنا ورب البيت نسلم احمداً على امحال عن عض الزمان ولاكرب

(رب البیت کے حوالے سے ہم بتانا چاہتے ہیں کہ کسی بھی حال میں زمانے کی قہر سامانیوں اور کرب وشدائد سے تنگ آ کر اسے چھوڑ دیں ناممکن ہے۔)

مذکورہ اشعار میں حضرت ابوطالب کے جذبات واحساسات کو دیکھا جاسکتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تئیں کس قدر جذباتی ہیں، انھوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ محمد کی جانب کسی کا قدم اٹھانا ممکن ہی نہیں جب تک کہ پیوند زمیں نہ بن جاؤں۔ خانہ کعبہ کے رب کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے عزم وارادہ کا مظاہرہ کیا کہ تمام تر موانع وعوارض کے باوجود میں اپنے بھتیجے سے خود کو علاحدہ نہیں کرسکتا۔ وہ ہمارا جسم وجان ہے اس کی زیست ہماری زیست سے عبارت ہے۔ ہم اپنی خواب گاہ کو تنہا نہیں کرنا چاہتے اور اپنے قرار کو کسی طرح بھی کھونے کو تیار نہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین میں بنی لوی کا خاص کردار رہا ہے اسے چیلنج کرتے ہوئے ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزید اوصاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

يقولون انا قد قتلنا محمداً افرت نواصى وهاشم بالتذلل

(ان کا دعویٰ ہے کہ ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے اور بنی ہاشم کی پیشانیوں کو ذلت سے جھکا دیا ہے۔)

كذبتم وربِ الهدى قد نحورها بمكة والركن العتيق المفيل

(رب ہدایت کی قسم تم نے کذب بیانی سے کام لیا، مکہ مکرمہ اور بوسہ دیئے جانے والے رکن عتیق کے پاس ان کی مذبوحہ گردنوں سے خون بہے گا۔)

تنالونه او تبطلون لقتله صوارم تفرى كل عظم ومفصل

(تم آپ ﷺ پر قابو پا جاؤ گے یا ان کے قتل کا بطلان کرو گے (ہماری) تلواریں ہڈیوں اور اعضاء کی بوٹی بوٹی کر دیں گی۔)

وتدعوا بويل انتم ان ظلمتم مقاليه فى يوم اغر محجل

(اور اگر تم نے ظلم کرنے کو ہی ٹھان لیا ہے، تو تم میرے ناموں سے پکارے جاؤ گے جس دن کہ کچھ چہرے تابندہ ہوں گے۔)

ويعلو ربيع الابطحين محمد على ربوة من رأس عنقاء عيطل

(محمد ﷺ وادیٔ بطحا کے موسم بہار میں ایک طویل اور بلند ترین ٹیلہ پر چڑھ جائیں گے۔)

وياوى اليها هاشم ان هاشماً عرانين كعب آخراً بعد اول

(بنی ہاشم اس کے پاس آکر پناہ حاصل کریں گے، یقیناً قبیلہ ہاشم کی ناک روز اول سے آخر تک اونچی رہی ہے۔)

فان كنتم ترجون قتل محمد فروموا بماجمعتم نفل يذيل

(اگر تم محمد (ﷺ) کے قتل کے درپے ہو تو جان لو تمہاری اجتماعی کوششیں رائیگاں جائیں گی)

مذکورہ اشعار میں حضرت ابو طالب نے دعوت مبارزت دی ہے کہ کوئی بہر حال محمد ﷺ کو قتل کرنے سے قاصر ہے۔ دشمنانِ رسول ﷺ کو اپنے عزم وارادے سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں میں ایسی تلواریں ہیں جو اعداء رسالت کی بوٹی بوٹی کر ڈالیں گی۔ بلکہ ان کی ہڈیاں بھی چور چور کر دی جائیں گی، حضرت مصطفی ﷺ کے خلاف سازشیں اور تمام منصوبہ

بندیاں ناکام ہوکر رہ جائیں گی۔تمہاری تم اجتماعی جدوجہد بے معنی بن جائے گی ان اشعار سے ابوطالب کے اخلاص اور رسالت کے تئیں ان کے دفاعی عزائم کا پتا چلتا ہے؟ابوطالب کے رگ وریشے میں حب رسول سرگرداں تھی اسی حرزِ جاں پر انھیں ناز تھا اللہ کے تمام فیصلے تینوں سے مربوط ہیں۔ابوطالب کے دل کی ہرزاویے میں رسالت کی چاہتیں موجود تھیں۔میرا اپنا خیال ہے کہ اللہ انھیں اپنی رحمتوں سے ضرور نوازے گا۔ان کی خدمت عنداللہ قابل قبول ہوں گی۔
ابوطالب کے چند اشعار مزید ملاحظہ کریں:

كذبتم وبيت الله لاتقتلونه جماجم تلق بالحطيم وزمزم

(تم جھوٹے ہو، بیت اللہ کی قسم تم اسے قتل نہیں کر سکتے۔حطیم اور زمزم کے پاس کھوپڑیاں کاٹ کر پھینکی جائیں گی۔)

وقول لأحمد انت امرؤٌ خلوف الحديث ضعيف النسب

(وہ احمد کے متعلق بتاتے ہیں کہ اس کی باتوں میں تضاد ہے،اور نسب کے اعتبار سے کمزور ہے۔)

وان كان أحمد قد جاء هم بحق ولم ياتهم بالكذب

(احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس پیغام حق لے کر آئے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کذب بیانی سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔)

تنالون أحمد أو تصطلوا طبات الرماح وحد القضب

(تم احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل کرنا چاہتے ہو حالاں کہ نیزوں اور تلواروں کی دھار کا تمھیں سامنا کرنا پڑے گا۔)

وامسى ابن عبدالله فينا مصدقا على سخط من قومنا غير معتب

(ابن عبداللہ ہمارے درمیان تصدیق کرنے والے ہیں، ہماری قوم کی سختی کے باوجود برہمی کا اظہار کرنے والے نہیں ہیں۔)

فلاتحسبوا یامسلمین محمداً لذی غربه منا ولا متغرب

(اے مسلمانو! تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجنبی اور غریب الدار نہ تصور کرو۔)

مذکورہ اشعار میں ایک شعر کا مصرعہ یوں ہے ''وامسیٰ ابن عبداللہ فینا مصدقا'' اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت ''مصدقا'' بتائی گئی ہے جو دراصل یہود ونصاریٰ سے خطاب ہے۔ کہ یہ نبی کوئی نئی چیز نہیں ہے نہ ہی کسی نئے دین کا بانی ہے اور اس کی تعلیمات بھی کوئی اجنبی نہیں ہیں بلکہ توریت اور انجیل کے مطابق ہیں، خود عربوں سے کہا جارہا ہے کہ یہ دین ابراہیمی سے علاحدہ نہیں ہے، حضرت ابراہیمؑ سے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابراہیمؑ سے نسبیہ رشتہ ہے اسی طرح حضرت ابراہیمؑ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دینی رشتہ، مصدق کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ توریت اور انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آسمانی کتب رسالتِ محمدی کی تائید وتوثیق کرتی ہیں۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس قرآنی صفت پر مفسرین اور محققین نے خاصا اظہار خیال کیا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی کی ادارت میں نکلنے والا مجلہ ''الاصلاح'' اپنے قرآنی اختصاص کی وجہ سے ایک خاص منزلت کا حامل تھا۔ یہ معروف درس گاہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ یوپی کا ترجمان تھا جو ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۹ء تک نکلتا رہا، ۵؎ اس قرآنی مجلہ میں مرحوم مولانا بدرالدین اصلاحی کا معرکۃ الآراء مقالہ 'مصدقاً لما بین یدیہ کی تاویل'' کے عنوان سے شائع ہوا اس میں انھوں نے لفظ مصدق کی تحقیق وتفسیر کی ہے۔ ۶؎

حمزہ ابن عبدالمطلب کا شمار اجلہ صحابہ کرامؓ میں ہے جن کی قبولیت اسلام سے دین اسلام کی قوت پہنچی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو بے پناہ چاہتے تھے۔ خود حضرت حمزہؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد درجہ محبت کرتے تھے جس کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ جب آپ کو پتا چلا کہ ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت وسست کہا ہے تو آپ نے بدلہ یوں لیا کہ اس سے سر پر کمان سے اتنے تیر چلائے کہ اس کا سر پھٹ گیا، اس کے بعد اسلام قبول کیا، حضرت حمزہؓ نے اپنے اشعار کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کا اعتراف کیا :

رسائل جاء احمد من هداها بآیات مبینات الحروف

(احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے پیغامات لے کر آئے جو رشد و ہدایت پر مبنی ہیں اور یہ واضح نشانیوں پر مشتمل ہیں۔)

واحمد مصطفی فینا مطاع فلاتغشوہ بالقول العنیف

(احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مطاع ہیں، پس تم انھیں سخت ترین لہجوں سے غمزہ مت کرو۔)

فلا واللّٰہ نسلمہ لقوم ولما نقض فیھم بالسیوف

(ہرگز نہیں واللہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کے سپرد نہیں کر سکتے جب تک کہ تلواروں سے ہم ان کا حساب چکتا نہ کر دیں۔)

وقد خبرت ما صنعت ثقیف بہ فجبری القبائل من ثقیف

(ثقیف نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو کچھ کیا، اللہ تعالیٰ قبائل ثقیف کو بدترین سزا دے۔)

الہ الناس شر جزاء قوم ولا اسقاھم صوب الخریف

(جو کسی قوم کو دی جاتی ہے اور انھیں فصل خریف کی بارش سے سیراب نہ کرے۔)

حضرت حمزہؓ کے نیک خواہشات اور رسالت کے لیے ہر مصیبت و اذیت کو سامنا کرنے کی ان کی جرأت کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی گزند کسی سے لاحق ہوتی ہے تو اس کا انتقام تلوار سے لیں گے۔ وہ کسی بھی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہو سکتے۔ قبائل ثقیف کی شرانگیزیوں سے وہ واقف تھے ان کے لیے اللہ سے دعا گو ہیں کہ انھیں تباہ و برباد کر دے، انھیں رزق سے محروم کر دے، کسی کے ساتھ ان کی یہ بھی وضاحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام روز روشن کی مانند عیاں ہے اگر کوئی اس کی اطاعت، امانت سے محروم ہے تو وہ اقبال مندی سے بہت دور ہے۔ لبید بن ربیعہ بن جعفر بن کلاب قیسی کا معروف شعر ہے:

الاکل شیئ ماخلا اللّٰہ باطل وکل نعیم لا محالۃ زائل

(اللہ کے سوا تمام چیزیں فانی ہیں اور تمام نعمتیں لامحالہ زائل ہونے والی ہیں۔)

حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ بات تو درست ہے کہ اللہ کے سوا تمام چیزوں کو فناء لازم ہے۔ ''کل نفس ذائقۃ الموت'' (ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے) لیکن یہ کہنا کہ تمام نعمتوں کو زوال واختتام یقینی ہے تو یہ خیال درست نہیں ہے کیوں کہ جنت کی نعمتیں دائمی ہیں اس پر ولید نے جب خفگی کا اظہار کیا تو ایک احمق نے حضرت عثمانؓ کی آنکھ پر سخت طمانچہ رسید کیا جس کی وجہ سے آنکھ نیلی پڑگئی۔ اس پر عامۃ الناس نے کہا کہ اگر تم ولید کی پناہ میں ہوتے تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میرے لیے اللہ کی پناہ کافی ہے، چاہے اسی ضرب کی دوسری آنکھ بھی شکار ہوجائے۔ ولید نے کہا کیا تم دوبارہ میری پناہ میں آنا چاہتے ہو تو حضرت عثمانؓ نے کہا کیا میرے لیے اللہ کی پناہ کافی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ نے اپنے احساسات کو منظوم کیا:

لارب لی یابن المغیرۃ فی الذی تقول ولکنی بأحمد واثق

(اے ولید بن مغیرہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو مجھے اس کی قطعاً خواہش نہیں ہے میں نے تو احمد ﷺ کا دامن مضبوطی سے تھام لیا ہے۔)

رسول عظیم الشان یتلو کتابه له کل من یبغی التلاوۃ وامق

(رسول ﷺ جلیل القدر ہیں، وہ اپنی کتاب (قرآن کریم) تلاوت کرتے ہیں، ہر وہ شخص جو تلاوتِ قرآن کا شیدائی ہے لازماً وہ آپ ﷺ سے محبت کرنے والا ہے۔)

محب علیه کل یوم حلاوۃ وان قال قولاً فالذی قال صادق

(وہ آپ ﷺ کا شیدائی ہے کیوں کہ آپ ﷺ شیریں کلام ہیں، آپ ﷺ کا فرمایا ہوا ہر قول معنی بر صداقت ہے۔)

فیارب أنی مؤمن لمحمد وجبریل إذ جبریل بالوحی طارق

(اے پروردگار! میں اور جبرئیل علیہ السلام پر ایمان لانے والا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لانے والے ہیں۔)

وما نزل الرحمن من کل آیة لها کل قلب حین یذکر خافق

(اور اللہ نے ایک آیت بھی ایسی نہیں نازل کی ہے کہ جس کی تلاوت سے دل دھڑکتا نہ ہو۔)

من الخوف ممایننذر اللّٰہ خلقہ اذا صدعن آیات ذی العرش وامق

(اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس وقت ڈرانے والا ہے جب رب ذوالعرش کی آیت کریمہ سے روکا جائے، اللہ اپنے بندوں کو چاہنے والا ہے۔)

تری الناس ضلالاً وقد ضل سعیہ وبالخیر مغبون وبالشر سابق

(تم دیکھ رہے کہ لوگ ضلالت میں گرفتار ہیں اوران کی کوششیں بے سود ہیں، طلب خیر میں ان کے یہاں تساہلی اور شر کے باب میں ان کے یہاں تیزی ہے۔)

حضرت عثمانؓ نے مذکورہ اشعار میں کئی نکات پیش کیے ہیں ایک تو دامنِ رسالت کے تھامنے کے بعد انھیں کسی دامن کی پروانہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی اقتداء میں جو ذہنی سکون ہے اسے پانے کے بعد دنیا کا ہر سکون بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے، دوسرے قرآن کریم کی تاثیر بتاتے ہوئے یہ واضح کیا کہ اسے پڑھنے کے بعد دل دھڑکنے لگتا ہے۔ قرآن کریم میں اسی کی تشریح یوں ہے: ''الذی اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم'' (الحج: ۲۲/ ۳۵)] یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل تھرا جاتے ہیں۔[اسی کے ساتھ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم ''کتاب ذکر'' ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ ''والقرآن ذی الذکر'' (قرآن کریم کتاب ذکر ہے)، یعنی نزول قرآن کا مقصد اس میں غور وفکر ہے، یہی انسانیت کی فلاح کا اصل راز ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک ذکر یہاں شان اور مرتبت کے مفہوم میں ہے جو بے بنیاد ہے۔ حضرت عثمانؓ کا خیال بالکل درست ہے، اس کے بعد حضرت علیؓ کا ایک مرثیہ نقل کیا جارہا ہے جو انھوں نے حضرت ابوطالب کے باب میں ترتیب دیا ہے، اس میں چند اشعار ایسے ہیں جس میں اللہ کے رسول ﷺ کی ثناخوانی کی گئی ہے:

والا فإن الحی دون محمد بنو ھاشم خیر البریۃ مجندا

(یقیناً بنو ہاشم بہتر ترین مخلوق اور ایک مضبوط و مستحکم لشکر ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نگراں ہے۔)

وان له منکم من الله ناصراً ولست اریٰ حیاً لشیئ مخلداً

(اللہ کی جانب سے تمہیں لوگوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ناصر ہے، اس دنیا میں میرا گمان غالب ہے کہ کسی کو دوام حاصل نہیں ہے۔)

نبی أتانا بالوحی من کل حطة فسماه ربی فی الکتاب محمدا

(وہ نبی ہمارے پاس وحی لے کر آئے ہیں، جس میں سامانِ زیست ہے، کتاب عزیز میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام محمد سے موسوم کیا۔)

اغر کضوء الشمس صورة وجهه جلاء الغیم عنه ضوء ہٗ فتعددا

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی بناوٹ سورج کی روشنی کی مانند خوب روشن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے تاریکی دور ہو رہی ہے اور نور نبوت بڑھتا جا رہا ہے۔)

امین علی ما استودع الله قلبه وان قال قولاً کان فیه مسددا

(اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر جو کچھ نازل کیا ہے اس کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ فرما دیں وہ قول فیصل ہے۔)

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ قبیلہ بنی ہاشم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت وصیانت میں ڈٹا ہوا ہے، ہر مخالفت کا سامان اس میں موجود ہے۔ یہ چراغ دراصل ایک طاقت و جتھا ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نور نبوت دن بہ دن ترقی پذیر ہے۔ ہر عہد کی ضرورت کا سامان اس میں موجود ہے۔، یہ چراغ رسالت ہمہ آن روشن رہے گا، ''**امین علی ما استودع الله قلبه**'' میں قرآن کی نمائندگی کی گئی ہے۔ جس کا ذکر سورہ الاعراف میں یوں مذکور ہے۔ ''**ابلغکم رسالاتِ ربی وأنا لکم ناصح أمین**'' (میں پیغامات الٰہی کو تم لوگوں تک پہنچا تا رہا ہوں اور میں تمہارا امانت دار ناصح ہوں) اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت اس لیے کی ہے کہ قرآن کریم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گڑھی ہوئی کتاب بتایا جا رہا ہے۔ اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق بتایا

گیا کہ جو کچھ انھیں اللہ کی طرف سے ملتا ہے اسے بغیر کسی کمی وبیشی کے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے آتے ہیں جس کا سورۃ الشعراء میں یوں ذکر کیا گیا ہے: ''نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين'' (الشعراء:۲۶/ ۹۳۔۹۴) (اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے، آپ کے دل پر اترا ہے کہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائیں) اس تناظر میں یہ بات ایک بار مزید دہرائی جائے گی کہ نعتیہ شاعری کا اساسی اصول یہ ہے کہ قرآنی مضامین سے استفادہ کیا جائے بلکہ نعتیہ شاعری کا اولین ماخذ قرآن کریم کو قرار دیا جائے، لیکن افسوس کہ اردو نعتیہ شاعری اس سے کافی حد تک محروم ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے ان معجزات کا سہارا لیا جاتا ہے جو بے بنیاد اور موضوع روایات پر مبنی ہیں۔قرآن کریم آپ ﷺ کا اصل معجزہ ہے لیکن اس سے بے اعتنائی برتی جارہی ہے۔ اسی بے توجہی اور قرآن کریم پر ارتکاز والتفات نہ ہونے کے سبب ہماری اردو نعتیہ شاعری ضعیف روایات سے مملوء ہے اللہ سے دعا ہے کہ اردو نعت گو شعراء کا عربی ادبیات سے قدرے مس ہو، قرآنیات کا ذوق ہو اور شعراء الرسول کے تراجم پیش نظر ہوں تو اردو نعت بہت سے لایعنی مباحث سے نجات پاسکتی ہے اور نئے الفاظ ومفاہیم سے آراستہ ہو کر اپنے وقار میں اضافہ کر سکتی ہے۔

حضرت علی بن طالب نے کعب ابن اشرف کے قتل پر اشعار کہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ کی ستائش کی گئی ہے:

رسائل تدرس فى المومنين بهن اصطفى احمد المصطفى

(یہ پیغامات قرآنی امت مسلمہ میں پڑھے جاتے ہیں جس کے لیے احمد مصطفی ﷺ کا اللہ تعالیٰ نے انتخاب کیا۔)

فاصبح أحمد فينا عزيزاً عزيز المقامة والموقف

(چنانچہ احمد ﷺ ہمارے درمیان صاحب مرتبت ہیں، مقام ومنزلت اور فکر وخیال کے اعتبار سے محکم ہیں۔)

فیأیہا الموعدوہ سفاھا ولم یأت حوبا ولم یعنف

(اے وہ لوگ جو اپنی دناءت کے سبب آپ ﷺ کو دھمکی دے رہے ہیں جب کہ آپ ﷺ کے یہاں وحشت اور زیادتی نہیں ہے۔)

ألستم تخافون ادنی العذاب وما آمن اللّٰہ کالأخوف

(کیا تمھیں قریب ترین عذاب سے ڈر نہیں لگتا، جسے اللہ کی امان حاصل ہو وہ خوف زدہ شخص کی مانند نہیں ہوسکتا۔)

وان تصرعوا تحت أسیافہ کمصرع کعب بن الاشرف

(کیا تمھیں خوف نہیں کہ تم کعب بن الاشرف کی طرح آپ ﷺ کی تلواروں سے تہہ تیغ کردیئے جاؤ گے۔)

عداۃ رأی اللّٰہ طغیانہ فأعرض کالجمل الاجنف

(اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اس کی سرکشی کے سبب یہ عداوت ہے چنانچہ کعب نے بدکے ہوئے اونٹ کی مانند اعتراض کیا۔)

فأنزل جبریل فی قتلہ بوحی الی عبدہ ملطف

(اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم کے حامل بندے ﷺ کے یہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ کعب کو قتل کیا جائے۔)

فدس الرسول رسولاً الیہ بابیض ذی ھیبۃ مرھف

(اللہ کے رسول ﷺ کعب کا کام تمام کرنے کے لیے ایک نمائندہ کو متعین کیا اور اسے ایک سفید، ہیبت ناک اور دھاردار تلوار بھی دی۔)

فباتت عیون لہ معولات ومن دمع کعب لہا تذرف

(نوحہ کرنے والی عورتیں رات بھر اس پر آنسو بہاتی رہیں۔)

فقلن لأحمد ذرنا قليلا فأنا من النوح لم نشتف

(وہ سب احمد مصطفی ﷺ سے کہتی ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیا جائے، ہمیں نوحہ کرنے سے ابھی تسلی نہیں ہوئی ہے۔)

فأجلاهم ثم قال اظعنو دحوراً على رغم لآنف

(اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں جلاوطن کر دیا۔ انھیں دھتکارتے ہوئے ان کی مرضی کے برعکس انھیں کوچ کرنے کا حکم صادر کیا۔)

فأجلى النضير إلى غربة وكانوا بدار ذوى زخرف

(آپ ﷺ نے بنو نضیر کو بھی غریب الدیار میں جلاوطن کر دیا۔ جب کہ وہ اپنے آراستہ گھروں میں سکونت پذیر تھے۔)

إلى اذرعات رداً فأوهم على كل ذى دبرا عجف

(وہ مقام اذرعات کی جانب پھینکے گئے۔ ان کے اونٹ (کثرتِ سفر کی وجہ سے) کمزور اور لاغر ہو گئے، لیکن انھیں ہر ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ کر گئے۔)

مذکورہ اشعار میں کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کیا گیا ہے۔ کعب ایک بدطینت اور ہوا پرست شاعر تھا، خواتین اسلام کی اپنی شاعری میں تحقیر و تذلیل کرتا اور ان کے تئیں اپنے سفلی جذبات کا اظہار کرتا، اس کی بدتمیزیوں، اسلام کے تئیں شر انگیزیوں اور اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت کے حوالے سے اس کی مفسدانہ حرکتوں کی وجہ سے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو اس کے قتل کرنے کا حکم صادر کیا گیا تو محمد بن مسلمہ، ابو نائلہ سلکان بن سلامہ بن دحش اور حارث بن معاذ نے بالاتفاق اس کے قتل کا منصوبہ تیار کیا اور محمد بن مسلمہ نے اپنی چھری سے اس کا کام تمام کیا۔ اس سے دو باتیں منظر عام پر آتی ہیں کہ اگر کوئی شخص نبوت اور دین حق کے لیے خطرہ ہو اور معاشرے کے امن و امان کو وہ برباد کر رہا ہو تو اسلام اسے قتل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ ناموس رسول ﷺ کے خلاف آواز بلند کرنے والا موجب قتل ہے۔ ایک بات اس سے اور نکلتی ہے کہ اگر کوئی بدذات اور

دشمن اسلام ہوتو اسے جلاوطن کیا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ کسی بھی حالت میں سمجھوتا نہیں کیا جاسکتا۔ آج کے دور میں اسلام کے خلاف سازشیں کی جارہی ہیں اوران کی نسل کشی کی کوششیں کی جارہی ہیں یہ بھی امت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ نہایت خاموشی سے ایسے سازشی لوگوں کو تہہ تیغ کر دیا جائے۔

اس وقت ہندوستان میں ناموس رسول ﷺ کے خلاف طوفانی ہوائیں چل رہی ہیں۔ یہاں کے منصف مزاج اور صداقت پسند صحافیوں اور ارباب علم نے اس کے خلاف آواز بلند کی ہے۔خود عدالت نے گستاخانِ رسول کے خلاف تادیبی آواز اٹھائی ہے،لیکن ان معاندین رسول ﷺ کو حکومتی تائید حاصل ہے۔ پوری دنیا میں ان گستاخانِ رسول کے خلاف نعرے بلند کیے گئے،لیکن حکومت پر جوں تک نہیں رینگی ، نپور شرما جس نے گستاخانِ رسول کے اندر تحریک پیدا کی اور وقار رسول ﷺ پر نازیبا تبصرہ کیا،اس کی وجہ سے ہندی امت مسلمہ زیر عتاب ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کو تحفظ حاصل ہو کیوں کہ عالمی سطح پر اس کا وقار مجروح ہورہا ہے اور یقینی ہے کہ ناموس رسول ﷺ سے کھیلنے والوں کی قسمت میں محض حرماں نصیبی ہے۔

یہ مضمون آپ ﷺ کے دادا سید عبدالمطلب کے اشعار پر مبنی ہے جنھوں نے اپنے پوتے کی وجاہت ، سیادت اور ولادت باسعادت پر روشنی ڈالی۔ یہ بھی وضاحت کیا کہ آپ ﷺ کا نام نامی آسمانی کتب میں موجود ہے اس میں حضرت ابوطالب نے اپنے بھتیجے سے اپنے تعلق، اپنی محبت اور اپنے اندرونی جذبات کو منظوم کیا ہے۔آپ کے ایسے متعدد اشعار ہیں جس سے یہی تاثر ابھرتا ہے کہ آپ کی زندگی کی سب سے زیادہ عزیز متاع زیست اور اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نگہہ داشت کریں اور دشمنوں کی عداوت کا سد باب کریں۔اس میں سب سے زیادہ اشعار حضرت ابوطالب کے ہیں جن کی مدد سے آپ ﷺ کی زندگی کا مستند خاکہ سامنے آتا ہے۔آپ نے یہودی عالم بحیرا کی سچائیوں کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔بحیرا نے آپ ﷺ کے آثار سے فیصلہ کیا کہ توریت میں جس نبی کے آنے کی اطلاع دی گئی ہے یہ وہی لڑکا ہے جو آئندہ دنوں میں نبوت سے سرفراز کیا جائے گا۔بحیرا کے بیانات سے مترشح ہے کہ وہ اس پر شدید زور دے رہے ہیں کہ ان کے تحفظ کی تمام ممکنہ کوششیں کی جائیں۔بحیرا کے ساتھ

دیگر علماء یہود نے آپ ﷺ کی قدر و منزلت کا اعتراف کیا۔ بحیرا نے جس انداز سے آپ ﷺ کے مستقبل کی راہوں کی توضیح کی ہے وہ سیرت، اسلامیات اور تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ ضرورت ہے کہ اسلامی مؤرخین بحیرہ کا ایک تحقیقی تذکرہ تیار کریں بحیرا اسلامیات کا ستون ہے جو دراصل مستشرقین کے لیے ایک دندانِ شکن جواب ہے۔

اسی طرح جب حضرت خدیجہؓ نے اللہ کے رسول ﷺ کی کیفیت اپنے بھائی ورقہ بن نفل سے بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی علامات سے متبادر ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو رسالت سے نوازے گا۔ پچھلے انبیاء و رسل اسی طرح کے احوال سے گزرتے رہے ہیں اور یہی فرشتہ ان کے پاس آتا رہا ہے۔ ورقہ نے اپنے اشعار میں آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق اور عظمت بیان کی ہے۔ یہ فرمایا کہ آپ ﷺ کو اذیت ترین مراحل سے گزرنا پڑے گا اور اگر مجھے زندگی کی رفاقت میسر رہی تو آپ ﷺ کی آواز پر بڑھ چڑھ کر لبیک کہوں گا، جس طرح بحیرا ایک نامور یہودی عالم تھے اور انھوں نے توریت کی روشنی میں آپ ﷺ کو مستقبل کا نبی قرار دیا تھا اسی طرح ورقہ ایک معروف عیسائی عالم تھے انھوں نے انجیل کے حوالے سے آپ ﷺ کی نبوت مہر تصدیق ثبت کی تھی۔ مستشرقین کی علمی خباثتوں کی تردید کے لیے ورقہ کو بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوطالب آپ ﷺ کے چچا تھے انھوں نے دشمنانِ محمد ﷺ کو دعوت مبارزت دی کہ بنو ہاشم کے پاس ایک لشکر جرار ہے اگر کوئی آپ ﷺ کی جانب غلط نیت سے آنکھ اٹھاتا ہے تو اس کا بھرپور جواب دیا جائے گا، جس طرح بحیرا اور ورقہ نے توریت اور انجیل کے حوالے سے آپ ﷺ کے نام کی تائید کی تھی اسی طرح حضرت علی نے آپ ﷺ کے نام کی تائید قرآن کریم سے کی اور نبوت محمدی کے متعلق فرمایا کہ یہ ایک ایسا نور ہے جس کی تابانی تا قیامت بڑھتی رہے گی۔ اللہ نے آپ ﷺ کے ذریعہ امت تک قرآن کریم پہنچایا تو یہ امانت عظیمہ جوں کی توں پہنچادی، آپ ﷺ کا ہر قول مبنی بر صداقت ہے۔

حضرت حمزہؓ آپ ﷺ کے چچا تھے جنھوں نے ابوجہل کو قتل کر کے اسلام قبول کیا تو

آپ ﷺ کو مزید قوت دفاع میسر آئی، حضرت حمزہؓ نے ابوجہل کوقتل کرنے کے بعد ان جذبات کا اظہار کیا :

ذق یا ابا جہل ما عسیت من أمرک الظالم اذا مشیت

(اے ابوجہل تم اپنی سخت مزاجی کا مزہ چکھو، جب تم نے خود کو ظلم وقہر کی راہ پر چلنے کا عادی بنایا ہے تو اس کے انجام کا سامنا کرو۔)

عز أمرک الظالم اذا عنیت لو کنت ترجو اللّٰہ ماشقیت

(جب تو نے تشدد کا راستہ اختیار کیا تو تمہارا ظالمانہ رویہ تم پر گراں گزرا۔ اگر تم اللہ سے لو لگاتے تو بدبختی سے بچ جاتے۔)

ستعط الرغم بما اتیت تو ذی رسول اللّٰہ اذ نہیت

(تمہارے (کالے) کرتوت کی وجہ سے تمہاری ناک خاک آلود ہوگئی۔ تمہیں روکا گیا لیکن تم اللہ کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے رہے۔)

ولاترکت الحق اذ دعیت ولاھویت بعد ما ھویت

(جب مجھے دعوت حق پیش کی گئی تو میں نے حق کو ٹھکرایا نہیں اور میں خواہشات نفس کا پیروکار نہیں بنا جب کہ تم خواہشات نفس کے پابند بن گئے۔)

حتی تذوق الخوی قد لقیت فقد شفیت النفس واشفیت

(یہاں تک کہ تمہیں ایسی ضرب کا سامنا کرنا پڑا کہ تمہارا سر خون سے خالی ہوگیا، تم زندگی کے خواستگار ہوئے لیکن تمہیں موت کو گلے لگانا ہی پڑا۔)

مذکورہ اشعار سے یہی مترشح ہو رہا ہے کہ دشمنِ اسلام کو آغوشِ موت میں سلا کر حضرت حمزہؓ کو یہ اعتماد کامل حاصل ہوا۔ ابوجہل کو خطاب کرتے ہوئے اس کی مفسدانہ ذہنیت کی عکاسی کرتے ہوئے صراحت کی کہ مخالفین رسول کی اسی طرح تذلیل وتحقیر ہوتی ہے۔ ہندنژاد نپور شرما اور جنڈال کا ان شاء اللہ یہی حشر ہوگا۔ اوتار کے وقار کا یہ استہزاء دنیا ہی میں ان کی تباہی کا سامان

ثابت ہوگا۔ کاش کہ اس طرح کے گستاخانِ رسول ﷺ معروضی انداز میں سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرتے تو وہ اس طرز کے سب وشتم سے گریز کرتے۔ آج ہندوستان میں جہالت ودناءت کا بول بالا ہے جس کی وجہ سے ہندوستان کی تہذیب ورواداری روبزوال ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ زعماء ہند کا انھیں سپورٹ بھی حاصل ہے۔ اگر عظمت رسول کے ساتھ یہی کھیل ہوتا رہا ہے تو ہندوستان دارالحرب بن جائے گا۔ یہاں کی جمہوریت کراہ رہی ہے کہ عظمتِ رسول کو یوں تار تار کیا جارہا ہے۔ یقینا ہندوستان بہت تیزی سے کمپوزٹ کلچر کو تہہ تیغ کر رہا ہے۔ یہاں کے برادرانِ اسلام ناموس رسول کی تحقیر پر اشکبار ہیں۔ بار الٰہا! ہماری آہوں کو سن لے۔ باری تعالیٰ ہماری بے بسی پر رحم فرما۔ اے خالق دو جہاں! تو مخالفین رسول کو خاک آلود کردے۔ شقاوت ودناءت کا یہی تحفہ معارضین رسول ﷺ کو ملتا رہا ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ اگر برادرانِ اسلام اللہ کے رسول ﷺ کی توقیر وتکریم کو اپنا معیار ومحور بناتے تو آج یہ اس شقاوت میں گرفتار نہ ہوتے۔ اسی مفہوم کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے: ''قالوا ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوماً ضالین'' (کہیں گے اے پروردگار ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی ہے، واقعی ہم تھے ہی گمراہ)۔

حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ ﷺ کی عظمت کی تعیین میں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ ان کے نزدیک ذکر رسول میں ایسی رغبت ولذت ہے کہ دنیا میں اس کی مثیل مفقود ہے۔ لذت رسول میں انہماک کے بعد دنیا کی تمام لذتوں سے انسان ناآشنا ہوجاتا ہے۔ یہ بھی آشکارا کیا کہ قرآن کریم آپ ﷺ کا ایسا موثر معجزہ ہے کہ دل تھرا اٹھتے ہیں۔ اہل ایمان کی اسی کیفیت کا ذکر قرآن کریم میں یوں کیا گیا ہے: ''واذا تتلی علیھم آیات الرحمن خروا سجداً وبکیا'' (اور جب ان کے سامنے رحمت کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو سجدہ ریز ہوکر رونے لگتے ہیں)۔

حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کی رفعتوں کو منظوم کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے کئی حیثیتوں سے آپ ﷺ کے خصائص کو دیکھا تھا۔ مشاہدات علی کو جو اولیت حاصل ہے شاید اس کا موازنہ دیگر عربی نعت گوشعراء سے نہ کیا جاسکے۔ حب رسول میں وہ کہاں لنگر انداز ہیں؟ اس کی بیکرانی لفظوں میں قید نہیں کی جاسکتی۔ آپ صاحب دیوان شاعر ہیں جو حب رسول کی خوشبو سے لبریز

ہے، ان اشعار میں آپ کی والہانہ محبت اور وارفتگی دیکھی جاسکتی ہے۔ اگر یہ بات کہی جائے کہ آپ کے نعتیہ اشعار کو جو اساسیت اور قریب ترین مشاہدہ حاصل ہے وہ شاید کسی اور کو نہیں۔ راقم نے اپنے ایک مقالہ میں حضرت علیؓ کے نعتیہ محاسن پر اظہار خیال کیا ہے۔ ۷۔ کعب بن اشرف کے قتل پر جو اشعار آپ کے لیے اس کا ایک شعر یوں ہے:

عرفت ومن یعتدل یعرف وایقنت حقا فلم اصدف

(مجھے عرفان حاصل ہوا، ہر اعتدال پسند کو دولتِ عرفانی ملنی یقینی ہے۔ میں حق پر اس طرح ثابت قدم ہوا کہ کبھی اعراض نہیں کروں گا۔)

حضرت علیؓ کو یہ اعتماد دربار رسالت سے موصول ہوا۔ دامنِ رسالت سے اتصال کے بعد انسان ہر دار و در سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال کی زبان میں سجدۂ وحید انسان کو ہزاروں سجدوں سے مستغنی کر دیتا ہے۔ حب رسول میں ایسی کشش ہے کہ اس کی بعد تمام مقناطیسی قوتیں اس کے اوپر غیر موثر ثابت ہوتی ہیں۔

مذکورہ نعتیہ اشعار کے تعلق سے یہ صراحت ضروری ہے کہ عربی نعتیہ شاعری کے یہ اولین نقوش ہیں جو مبالغہ آرائی سے پاک ہیں۔ ان اشعار میں حقائق کی نمائندگی کی گئی ہے۔ تصاویر رسالت کی یہ اولین کاوشیں ہیں۔ اس میں تین ماٰخذ توریت، انجیل اور قرآن کریم سے مدد لی گئی ہے۔ بحیرا اور ورقہ بن نوفل کے خیالات اور نبوت کے تیئں ان کی ہمدردیوں کو منظوم کیا گیا ہے۔ اردو شاعری توریت اور انجیل کے مضامین سے عاری ہے۔ نعت کتب سماویہ کے بغیر پائے تکمیل نہیں پہنچتی۔ مذکورہ اشعار میں جس طرح رسول اللہ کی تنویر و تشریق کی تصویر کشی کی گئی ہے اسی طرح قرآن کریم کے اثرات پر بھی اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ان اشعار میں زبان و بیان اور لفظیات کی جہاں ایک دنیا موجود ہے۔ وہیں بے خوف و خطر دشمنانِ اسلام سے متصادم ہونے کا ان کے اندر جذبہ بھی موجزن ہے۔ ابوجہل اور کعب بن اشرف کی موت میں ایک پیغام ہے کہ اسلام دشمنی اور ذات رسول کے مخاصمین سے کسی طرح بزدلی کا ثبوت نہ دیا جائے، یہی حب رسول اور الجہاد فی الاسلام ہے۔ یہاں ایک مزید صراحت یہ ہے کہ جب

ہم سبع معلقہ ''جمہرۃ اشعار العرب'' الحماسۃ، الحماسۃ البصریۃ، شعراء النصرانیین اور دیگر جاہلی شعراء کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں مشکل ترین الفاظ کی ایک دنیا آباد ہے۔ جو تصنع وتکلف پر مبنی ہے، لیکن یہ نعتیہ اشعار ان تکلفات سے پاک ہیں۔ اس میں آمد اور سچے جذبات ہیں جو حب رسول میں خود بہ خود امڈے چلے آرہے ہیں۔ حضرت ابوطالب، حضرت حمزہؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے جذبات ریاکاریوں سے پاک ہیں ان کے حب رسول اخلاص سے عبارت ہیں۔ نفاق کا اس میں قطعاً شائبہ نہیں گو یا یہ نعتیہ شاعری دیگر اردو نعت گو شعراء سے اخلاص، صداقت اور راست گوئی کا مطالبہ کرتی ہے۔ نعتیہ شاعری شہرت بٹورنے ، گلا پھاڑنے اور حصولِ زر کا نام نہیں ہے۔ نعت خوانی بھی ایک پیشہ بنتی جارہی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ نعت گوئی اور نعت خوانی دونوں خواہشاتِ نفس اور سیم وزر کے حصول سے پاک ہوں اور مذکورہ صحابہ کرامؓ کے طریقۂ کار کے وارث بننے کی ہمیں توفیق الٰہی میسر ہو۔

یہاں یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ من جانب اللہ دورانِ حمل آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب کو یہ خواب دکھایا گیا کہ تمہارے رحم میں امت کا سردار پل رہا ہے۔ یہ خواب راقم کے نزدیک القاء ربی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ''والقیت علیک محبۃ منی'' (اور میں نے اپنی طرف سے خاص محبت ومقبولیت تجھ پر ڈال دی) یہ دعا جو حضرت آمنہ کے دل میں ڈالی گئی اس میں معوذتین کی روح کارفرما ہے جس میں انسان اپنے رب کی پناہ کا خواست گار ہے تاکہ وہ حسد اور دنیا کی دوسری بیماریوں سے بچ سکے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے معوذتین کی اس حیثیت کا خوبصورت انداز میں تجزیہ کیا ہے۔ ۸؎ اس میں صرف تین چیزوں کا ذکر ہے ایک تو اللہ کی وحدانیت کی تصریح اس احساس کے ساتھ کہ اللہ کی پناہ کے بغیر تمام پناہ گاہیں بے سود ہیں، اسی تعلق سے اس دعائیہ نعت میں اللہ کی صفتیں واحد، حمید اور ماجد کا ذکر ہے۔ یہ صفاتِ الٰہی سورہ اخلاص کے مضامین کی یاد دلاتی ہیں، دوسرا نکتہ یہ ہے کہ انسان اپنی عبدیت اور مخلوقیت کو یاد کرتا ہے۔ اسے پورا پورا یقین ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے اور تیسرا اہم پہلو یہ ہے کہ حضرت آمنہ اپنے بیٹے کو لوگوں کی قیادت کرتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہیں۔ ایک طریقے سے یہ وہ

پہلی نعت ہے جسے ہم نعتِ القائیہ کا درجہ دیں گے۔ گویا القاء ربی میں یہ تین نعتیہ مضامین موجود ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی تعریف کے ساتھ اوصاف خداوندی پر ارتکاز ہو، عبدیت کا ذکر خاص ہو، گویا یہ تصریح مقصود ہے کہ نعتیہ اشعار کہتے ہوئے یہ پہلو ضرور پیش نظر ہو کہ سرورِ کونین اللہ کے بندے، مخلوق اور بشر ہیں اور نعتیہ مضامین میں آپ ﷺ کے قائدانہ کردار کو ابھارا جائے۔ یہ تین نعتیہ مضامین ہیں جو حضرتِ آمنہ بنت وہب کی دل پر القاء ہوئے۔

حواشی

ا۔ سیرت ابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، (تحقیق و تعلیق: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ترجمہ: نور الٰہی ایڈوکیٹ)، ملی پبلی کیشنز، نئی دہلی، اشاعت اول، ۲۰۰۰ء، ص: ۴۰

۲۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: خطبات احمدیہ، سید احمد خاں، سرسید اکیڈمی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۳ء، ص: ۳۶۲۔۴۰۷

۳۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: تنظیم ریاست، ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، فرنٹیر آفسٹ، پٹودی ہاؤس، نئی دہلی، طبع اول ۱۹۸۸ء، صفحات: ۷۴۹

۴۔ مخالفت قریش اور رسالتِ نبوی، ڈاکٹر نثار احمد، ادارہ نقشِ تحریر، طبع اول، مئی ۲۰۱۳ء، ص: ۱۰۱۔۱۰۲

۵۔ الاصلاح کا تعارف، مولانا ضیاء الدین اصلاحی،

۶۔ **مصدقاً لما بین یدیه** کی تاویل، بدر الدین اصلاحی، (قرآنی مقالات، مرتب: اشتیاق احمد ظلی) ادارہ علوم القرآن، طبع اول ۱۹۹۱ء، طبع ثانی، ۲۰۱۲ء، ص: ۴۳۔۵۸

۷۔ راقم کا حضرت علیؓ کی نعتیہ شاعری پر مقالہ ''نعت رنگ'' کراچی میں شائع ہوا ہے۔

۸۔ تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، تاج کمپنی، ترکمان گیٹ، دہلی، بار اول ۱۹۸۹ء، /۶۵۳۔۶۷۸

***

ڈاکٹر شوکت حیات
اسسٹنٹ پروفیسر (فارسی) پنجاب یونیورسٹی لاہور

حضرت فرید الدین عطارؒ کی نعتیہ شاعری

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی وصف وخوبی اور تعریف وتوصیف کے ہیں لیکن اصطلاح میں لفظ نعت صرف حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی منظوم تعریف وتوصیف اور مدح کے لئے مخصوص ہے۔ مصباح اللغات میں نعت کا لغوی معنی یوں بیان کیا گیا ہے:

''نعتہ (ف) نعتاً: تعریف کرنا، بیان کرنا (اور اکثر اس کا استعمال صفات حسنہ کے لیے ہوتا ہے)''۔[1]

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

''اصولاً آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا، لیکن اردو اور فارسی میں جب لفظِ نعت کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے عام طور پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے''۔[2]

نعت کے لئے کوئی مخصوص ہیئت مقرر نہیں ہے۔ یہ کسی بھی صنف سخن یعنی قصیدہ، مثنوی، غزل، قطعہ، رباعی، مخمس، مسدس، دوہے وغیرہ میں لکھی جا سکتی ہے۔

نعت گوئی کا آغاز سب سے پہلے عربی زبان میں ہوا۔ حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے ہی سے نعت گوئی کا رواج شروع ہوا اور وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا اور پھیلتا چلا گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدح میں سب سے پہلے جس نے لب کشائی کی وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مربی ومحسن وعمِّ نامدار ابوطالب ہیں۔ سیرۃ النبی میں ابن ہشام نے ایک قصیدہ کے سات شعر نقل کیے ہیں جس میں حضرت ابوطالب نے پرجوش اشعار میں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدح کی اور اپنے

خاندان (بنو ہاشم) کی خصوصیات کا ذکر کیا۔[3]

اسی طرح اولین نعت گو شعراء میں آپ (ﷺ) کے صحابی، حضرت حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کا نام بھی سرفہرست ہے۔ اسی سلسلے میں ایک اور نام حضرت کعب بن زہیر (رضی اللہ عنہ) کا ہے جنھوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا اور حضور نبی اکرم (ﷺ) کی خدمت اقدس میں نعتیہ قصیدہ پیش کیا۔ عربی نعت گوئی میں ایک بہت اہم اور ممتاز نام ساتویں صدی ہجری کے محمد بن سعید بوصیری کا ہے جن کا 'قصیدہ بردہ شریف' دنیائے اسلام میں آج بھی مخصوص محفلوں میں عقیدت و محبت سے سنایا جاتا ہے اور جس کے تراجم مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ نعت گوئی کا یہ سلسلہ آج بھی عربی شاعری میں جاری ہے۔

عربی نعت کے زیر اثر فارسی زبان میں بھی نعت گوئی کا آغاز ہوا۔ فردوسی کے شاہنامہ میں نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ ابوسعید ابوالخیر کی رباعیات میں نعتیہ کلام موجود ہے۔ ان کے علاوہ خاقانی شروانی، حکیم سنائی غزنوی، فریدالدین عطار، نظامی گنجوی، مولانا جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، امیر خسرو، مولانا عبدالرحمٰن جامی، عرفی شیرازی اور قدسی مشہدیؒ وغیرہ جیسے عظیم المرتبت شعراء نے بھی جا بجا اپنے کلام میں مدحتِ رسول اکرم (ﷺ) کو بیان کیا ہے۔

نعت گوئی کا سفر عرب سے ایران اور پھر ہندوستان تک پہنچا۔ حضرت امیر خسرو، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز، قلی قطب شاہ، ولی دکنی، سراج اورنگ آبادی، امیر مینائی اور محسن کاکوروی، جگر مراد آبادی، اقبال سہیل، الطاف حسین حالی، علامہ محمد اقبال، احمد رضا خان بریلوی، مولانا ظفر علی خان، محمد علی جوہر، حفیظ جالندھری، ماہر القادری، حفیظ تائب اور مظفر وارثی وغیرہ نے نعت نگاری میں نئے نئے مضامین کا اضافہ کیا۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی:

"نعت گوئی، عشق رسول (ﷺ) اور شوق مدینہ ہندوستانی شعراء کا محبوب موضوع رہا ہے اور فارسی شاعری کے بعد سب سے بہتر اور سب سے مؤثر نعتیں اردو ہی میں ملتی ہیں"۔[4]

جب عربی، فارسی اور اردو کی نعت کا ذکر کیا جائے تو پنجابی زبان کے نعت گو شعراء کا ذکر بھی لازمی بن جاتا ہے۔ پنجابی زبان و ادب میں نعت اس قدر رائج ہے کہ اس کا موازنہ دنیا کی کسی بھی زبان سے کیا جا سکتا ہے۔ پنجابی زبان کے معروف نعت گو شعراء کی تعداد سیکڑوں میں ہے۔ پنجابی صوفی شعراء یعنی بابا فرید، بلھے شاہ، خواجہ غلام فرید، حضرت سلطان باہو، میاں محمد بخشؒ وغیرہ کے صوفیانہ کلام میں جا بجا نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ عبدالستار نیازی، اعظم چشتی، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، استاد عشق لہر، فیروز دین شرف، یونس احقر، سید ضمیر جعفری، حافظ امرتسری، صائم چشتی، پیر فضل گجراتی، اقبال زخمی اور ڈاکٹر ارشد اقبال ارشد اور دیگر بے شمار پنجابی شعراء نے مدحتِ رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی شاعری کا خاصہ بنایا۔

ایران کے اسلامی دور میں فارسی شاعری اگرچہ باقاعدہ تیسری صدی ہجری میں شروع ہوتی ہے مگر نعتیہ اشعار چھٹی صدی ہجری میں نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد سے فارسی شاعری کے تقریباً تمام ادوار میں شعراء نے نعت کو موضوعِ فکر بنایا۔ غزل کی ہیئت ہو یا نظم کی کوئی بھی خارجی شکل، فارسی شاعری میں نعت کا موضوع اپنے مکمل خدوخال کے ساتھ نمایاں نظر آتا ہے۔ فارسی ادب کے ہر دور سے متعلق نعت گو شعراء کا فرداً فرداً تفصیلی جائزہ لیا جائے تو ایک ضخیم دفتر بھی اس کا متحمل نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا یہ مقالہ فارسی میں نعتیہ تحریک اور نعتیہ رجحان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت فرید الدین عطار نیشاپوریؒ کی نعتیہ شاعری کے بارے میں ایک مختصر بیان ہے۔ جنہوں نے نا صرف اپنی تصوفانہ مثنویوں میں فن کاری وصنعت و ہنرمندی کے جوہر دکھائے بلکہ دوسری طرف عشقِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جذبہ درون وارفتگی بن کے ان کے قلب و روح پر طاری رہا اور انہوں نے الہامی طور پر نعت کے والہانہ اشعار قلم بند کیے۔

فرید الدین عطار، 1145ء یا 1146ء میں ایران کے شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے اور 1221ء میں وفات پائی۔ آپ کا اصل نام ابو حمید ابن ابوبکر ابراہیم تھا مگر وہ اپنے قلمی نام فرید الدین اور شیخ فرید الدین عطار سے زیادہ مشہور ہیں۔ وہ ایک اعلیٰ پائے کے فارسی شاعر، صوفی اور

ماہر علوم باطنی تھے۔ان کا علمی خاصہ اور اثر آج بھی فارسی شاعری اور صوفیانہ رنگ میں نمایاں ہے۔انہیں بچپن سے ہی صوفی نظریات سے انسیت تھی۔ان نظریات کو پروان چڑھانے میں انہیں اپنے والد کی مکمل حمایت حاصل رہی۔شیخ فریدالدین عطارؒ کو صوفیائے کرام کے احوال زندگی سے انتہائی لگاؤ تھا اور وہ اپنی زندگی ان صوفیائے کرام کے فرمان کے عین مطابق گزارنے کے خواہاں رہے اور یہی صوفیائے کرام زندگی میں ہر موڑ پر ان کی رہنمائی اپنے فرمودات اور نظریات سے کرتے رہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی طبیعت میں سوز و گداز کے ساتھ ساتھ عشق نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور عشق کا یہی جذبہ بار بار نعتیہ اشعار کی صورت میں جلوہ گر ہوتا رہا۔شیخ محمد فریدالدین عطارؒ، اللہ کے برگزیدہ انسان اور ولی کامل تھے۔وہ اپنی بے مثال صوفیانہ شاعری کی بدولت بھی دنیا بھر میں مقبول ہوئے۔وہ نعت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی فرض عین سمجھتے تھے۔انہوں نے اپنی ہر کتاب میں نعت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہت احترام سے نظم کیا ہے۔انہوں نے اپنی معروف مثنوی ''مصیبت نامہ'' میں نعت پیامبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ضمن میں دو سو سے زیادہ اشعار لکھے ہیں جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

آنچہ فرض عین نسل آدم است
نعت صدر و بدر ہر دو عالم است

''جو کام اولادِ آدم پر فرضِ عین ہے وہ دونوں عالم کے سردار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نعت ہے۔

آفتاب عالم دین پروران
خواجۂ فرمان دہ پیغامبران

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دین پروری کے جہان کا سورج ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیغمبروں کے فرمانروا اور خواجہ ہیں''۔

پیشوای انبیا و مرسلین
مقتدای اولین و آخرین

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام انبیاء اور رسولوں کے پیشوا ہیں، سب سے پہلے اور آخری امام

ہیں''۔

جلوہ کردہ آفتاب روی او
آسمان صد سجدہ بردہ سوی او

''سورج ان کے چہرے کا نظارہ کرتا ہے آسمان ان کے سامنے سینکڑوں سجدے کرتا ہے''۔

ہشت جنت جرعہ ای از جام او
ہر دو عالم از دو میم نام او

''ان کی محبت کے جام کے ایک گھونٹ میں آٹھ جنتیں ہیں۔دونوں جہان ان کے نام کی دو میموں کی وجہ سے ہیں''۔

ای زمین و آسمان خاک درت
عرش و کرسی خوشہ چین جوہرت

''زمین وآسمان ان کے در کی خاک ہیں،عرش اور کرسی ان کے موتی چننے والے ہیں''۔

تا کہ یک جان دارم و تا زندہ ام
بند بندت را بہ صد جان بندہ ام

''جب تک میرے اندر روح ہے اور جب تک میں زندہ ہوں، میرا ایک ایک جوڑ سینکڑوں جانوں سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا غلام رہے گا''۔

در ز فانم جز ثنای تو مباد
نقد جانم جز وفای تو مباد

''میری زبان پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تعریف کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔میری زندگی کی جمع پونجی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے وفاداری کے علاوہ اور کچھ نہ ہو''۔

نیستم من مرد وصف ذات تو
این قدر ہم ہست از برکات تو

''میرے اندر اتنی جرأت نہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف بیان کرسکوں، میں جو کچھ بھی ہوں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی برکت کی وجہ سے ہوں''۔

آن که او وصف از خدا داند شنید
وصف کس آن جا کجا داند رسید[5]

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات وہ ذات ہے جس کے اوصاف خدا جانتا ہے، کسی اور شخص میں یہ خوبی نہیں کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف کے بارے میں جان سکے''۔

فارسی کے شعری ادب میں 'منطق الطیر' ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔اس کی ابتدا ہی میں فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں:

خواجہ ٔ دنیا و دین گنج وفا
صدر و بدر ہر دو عالم مصطفےٰؐ

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دین و دنیا کے مالک ہیں اور وفا کا خزانہ ہیں۔مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دونوں جہانوں کے سردار اور چودھویں کے چاند ہیں''۔

آفتاب شرع و گردون یقین
نور عالم رحمت للعالمین

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شریعت کے آفتاب ہیں اور یقین وایمان کے آسمان ہیں، سارے جہانوں کا نور اور تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں''۔

ہر دو گیتی از وجودش نام یافت
عرش نیز از نام او آرام یافت

''دونوں جہانوں کا نام آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وجود کی برکت کی وجہ سے ہے۔عرش بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نام سے آرام پاتا ہے''۔

آفرینش را جز او مقصود نیست
پاک دامن تر از او موجود نیست[6]

''تخلیقِ جہان کا مقصد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ذات کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ذات سے زیادہ پاکیزہ کوئی اور موجود نہیں ہے''۔

نعتیہ شاعری میں نہ صرف شعر و سخن کی آزمائش ہوتی ہے بلکہ اس کسوٹی پر عقیدۂ توحید و رسالت اور عشق حقیقی کی پرکھ بھی بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ اس لیے اربابِ سخن نعتیہ شاعری کو دو دھاری تلوار سے تشبیہ دیتے ہیں ۔حضرت فریدالدین عطارؒ نے بھی نعت لکھتے ہوئے کامل احتیاط سے کام لیا ہے اور انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ اپنی مثنوی ''الٰہی نامہ'' میں حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ستائش میں بہترین اشعار لکھے ہیں:

ثنایی گو بر ارباب بینش
سزای صدر و بدر آفرینش

''تعریف اس بصیر خدا کی جس نے دونوں جہان کے سردار اور چودھویں کے چاند حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو پیدا کیا''۔

محمدؐ آنکہ نور جسم و جانست
گزین و مہتر پیغامبر انست

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جسم اور جان کا نور ہیں۔تمام پیغمبران میں سے برگزیدہ سردار ہیں''۔

ز نورش ذرۂ خورشید و ماهست
همه ذرات را پشت و پناهست

''سورج اور چاند ان کے نور کا ایک ذرّہ ہیں۔ایسے تمام ذرات کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پشت و پناہ ہیں''۔

فلک یک خرقہ پوش خانقاهش
بسر گردان شده در خاکِ راهش

''آسمان آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خانقاہ کا ایک خرقہ پوش (فقیر) ہے۔وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی راہ کی خاک سامنے سر جھکائے ہوئے ہے''۔

تمامت انبیا را پیشوا اوست
حقیقت عاشقان را رھنما اوست

’’آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمام انبیاء کے پیشوا ہیں۔عشقِ حقیقی کے راستے پر چلنے والوں کے راہنما ہیں‘‘۔

ز نور اوست اصل عرش و کرسی
چہ کروبی چہ روحانی چہ قدسی[7]

’’عرش وکرسی کی اصلیت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا نور ہے۔فرشتے اور قدسیان سب کی تخلیق آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے وجودِ بابرکت کے سبب ہوئی‘‘۔

نعت گوئی میں نہ تو زبان دیکھی جاتی ہے اور نہ بیان پر نظر جاتی ہے، نہ فنی نکات تلاش کئے جاتے ہیں۔اس کی روح صرف اخلاص اور محبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے۔اگر بات دل سے نکلی ہے تو دلوں پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور بارگاہِ رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں وہ نذرانہ عقیدت اور محبت قبول ہوجائے تو اشعار کو حیات جاویدانی نصیب ہوجاتی ہے۔جیسے فارسی میں سعدی شیرازی، عبدالرحمٰن جامی، محمد جان قدسیؒ وغیرہ کی بعض نعتیں اس کی شہادت دے رہی ہیں۔یہی وہ صادق جذبہ اور عشق ہے جس کی وجہ سے الٰہی نامہ میں تین سو اشعار پر مشتمل نعتِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لکھنے کے بعد بھی فریدالدین عطارؒ کا دل نہیں بھرتا اور وہ مزید کہنے لگتے ہیں کہ:

چہ گویم چون صفات تو چنانست
کہ صد عالم ورای عقل و جانست

’’میں کیا کہوں کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی صفات ایسی ہیں کہ سینکڑوں جہان آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی عقل وجان کے صدقے ہیں‘‘۔

ندانم تا ثنایت گفتہ آید
و گر آید ترا پذرفتہ آید[8]

’’میں نہیں جانتا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تعریف کیسے کروں اور اگر کرلوں تو نہیں معلوم کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بارگاہ میں قبول ہوگی یا نہیں‘‘۔

ایک فاسق عورت کی حکایت بیان کرنے کے بعد جو مکہ سے مدینہ حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئی تھی ،فریدالدین عطارؒ اس کے متعلق یوں بیان کرتے ہیں:

بر امید عطای تو رہی دور

ز پس کردم من مسکین مہجور

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں مسکین ہجر کی ماری، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عطا کی امید میں بہت دور دراز کا سفر کر کے آئی ہوں''۔

زن آنگہ گفت: از پیکار و جنگت

ز بیم خنجر و بیم خدنگت

''پھر اس عورت نے کہا: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جنگ اور دشمنی کے خوف سے۔آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خنجر اور چھری کے خوف سے''۔

ز صیت قوت و اندازہ ٔ تو

ز فضل معجز و آوازہ ٔ تو

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قوت اور جسامت کی وجہ سے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے معجزانہ فضل و کرم اور شہرت کی وجہ سے''۔

سوارانِ عرب را سست شد پای

کسی را سوی مطرب چون بود رای[9]

''عرب کے سواروں کے پاؤں (آپس کی دشمنی میں) سُست ہو گئے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لانے کی وجہ سے''۔

حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس عورت کی بات سننے کے بعد اپنی چادر اسے بخش دیتے ہیں اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) سے بھی فرماتے ہیں کہ ان کے پاس بھی جو کچھ ہے، وہ اس عورت کو بخش دیں۔شیخ عطار بھی اسی عورت کی مثال کو سامنے رکھ کر اپنے حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں:

زنی را یا رسول اللہ کہ دور است
میان شرک در فسق و فجور است

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ عورت جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعلیمات اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات سے بہت دور ہے، جو شرک اور بے حیائی سے معمور ہے''۔

چو بستاید ترا حرفی دو یک بار
ز جودت می بیابد مال بسیار

''اگر وہ بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدحت میں دو لفظ کہہ دے تو اسے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جود وسخا کی بدولت بے شمار مال ودولت مل جاتی ہے''۔

نمی گردانیش نومید از خویش
نمی ماند ز انعام تو درویش

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسے بھی نا امید نہیں کرتے تو یہ درویش بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے انعام سے محروم نہیں رہے گا''۔

تو می دانی کہ در وصف تو عطار
بسی گردید بر سر ہم چو پرگار

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جانتے ہیں کہ عطار آپ کی مدحت میں ہر طرف پرکار کی طرح بہت گھوما ہے''۔

چو خاک کوی تو وصفت بہ جان کرد
قبولش کن بدان گر می توان کرد

''اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رستے کی خاک کی خوبی کو اپنا لیا ہے۔(یعنی خود کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی راہ کی خاک جیسا بنالیا ہے) آپ بھی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسے قبول فرمالیں''۔

چو آن زن را رسید از تو ردائی
رسد از تو بہ من آخر نوایی

''اگر وہ عورت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ردا حاصل کر سکتی ہے تو مجھے بھی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کی طرف سے قبولیت کی آواز کا انتظار ہے''۔

بہ تشریفی مشرف کن تنش را
کہ نبود زان خبر پیراہنش را[10]

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف آوری سے اس شخص کے وجود کو مشرف فرمائیں جو اپنے لباس کے بارے میں بھی بے خبر ہو چکا ہے''۔

''منطق الطیر'' شیخ عطارؒ کا شاہکار ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے تصوف کے مسائل کو تمثیل کی صورت میں بیان کیا ہے۔ اسی کتاب میں حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نعت کے ضمن میں ایک حکایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مادری را طفل در آب اوفتاد
جان مادر در تب و تاب اوفتاد

''ایک ماں کا بچہ گہرے پانی میں گر گیا۔ ماں بیچاری اپنی ماما کی وجہ سے تڑپ اٹھی''۔

در تحیر طفل می زد دست و پای
آب بردش تا بناب آسیای

''بچہ حیرانی اور پریشانی کے عالم میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا، پانی اس کو چھور رہا تھا اور اس کو آگے بہا کر لے جا رہا تھا''۔

خواست شد در ناو مادر کان بدید
شد سوی درز آب حالی بر کشید

''ماں سے یہ دیکھا نہ گیا اور وہ اپنے بچے کو بچانے کے لئے پانی میں کود گئی''۔

مادرش در جست او را بر گرفت
شیر دادش حالی و در بر گرفت

''اس نے جلدی سے بچے کو بہتے پانی میں سے نکال لیا اسے گود میں لیا اور

اسے دودھ پلایا''۔

حکایت بیان کرنے کے بعد فریدالدین عطار التجا کرتے ہیں کہ:

ای ز شفقت دادہ مہر مادران
ہست این غرقاب را ناوی گران

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی امت پر آپ ماں سے کہیں زیادہ شفیق اور مہربان ہیں۔اس گرداب سے نکلنے کے لیے کشتی کی مانند ہیں''۔

چون در آن گرداب حیرت اوفتیم
پیش ناو آب حسرت اوفتیم

''جب ہم گناہوں کے گرداب میں حیران و پریشان ہو کر پھنسے ہوئے ہوں گے تو ہمیں اس کشتی کے سامنے شرمندگی ہوگی''۔

ماندہ سرگردان چو آن طفل در آب
دست و پایی می زنیم از اضطراب

''میری حالت اس بچے کی طرح ہے جو پانی میں ڈوب چلا ہو۔میں اسی پریشانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں''۔

آن نفس ای مشفق طفلان راہ
از کرم در غرقۂ خود کن نگاہ

اے بچوں پر شفقت کرنے والے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! مہربانی فرما کر اپنے غرق ہونے والے کو بچا لیجیے۔

رحمتی کن بر دل پرتاب ما
بر کش از لطف و کرم در ز آب ما[11]

''ہماری اس جان پر رحم کیجئے۔ جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دور ہو کر گہرے پانی میں ڈوب رہی ہے''۔

نعت گوئی حضرت فریدالدین عطارؒ کی شاعری کا جزو لاینفک ہے۔ وہ صوفی باصفا تھے اور عشق نبی (ﷺ) کی دولت سے مالا مال تھے۔ ان کی تمام مثنویاں اور دیوان، تصوفانہ اسرار و رموز کا خزانہ ہونے کے ساتھ ساتھ نعتِ رسول مقبول (ﷺ) اور ستائش پیغمبر اکرم کا بھی بہترین نمونہ ہیں۔ ان کی شاعری نا صرف صوفیانہ رنگ میں رنگی ہوئی ہے بلکہ مدحت حضور نبی اکرم (ﷺ) سے بھی بھرپور ہے۔ اہل عشق آج بھی ان کے کہے ہوئے نعتیہ اشعار سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

حواشی

[1] بلیاوی، مولوی عبدالحفیظ؛ مصباح اللغات، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، لاہور، ص 887

[2] اشفاق، ڈاکٹر رفیع الدین؛ (1976ء)، اردو کی نعتیہ شاعری، اردو اکیڈمی، سندھ، ص 21

[3] ابن ہشام، سیرۃ النبی، طبع بیروت، ج 1، ص 156

[4] ندوی، سید ابوالحسن علی؛ کاروان مدینہ، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوہ، لکھنؤ، ص 176

[5] عطار، فریدالدین محمد بن ابراھیم نیشاپوری؛ (1386 ش)، مصیبت نامہ، بتصحیح دکتر محمد رضا شفیعی کدکنی، انتشارات سخن، تہران، ص 132-133

[6] عطار، فریدالدین محمد بن ابراھیم نیشاپوری؛ منطق الطیر، کتابفروشی تایید، اصفہان، ص:25

[7] عطار، فریدالدین محمد بن ابراھیم نیشاپوری؛ (1940ء)، الٰہی نامہ، بتصحیح ھ۔ ریز، النشریات الاسلامیہ، لجمعیۃ المستشر قین الالمانیہ، جرمنی، ص 11

[8] عطار، فریدالدین محمد بن ابراھیم نیشاپوری؛ (1355 ش)، الٰہی نامہ، بدستور سید محمد مبر کمالی خوانساری و سید احمد اخوان، کتابفروشی اسلامیہ، تہران، ص 26

[9] عطار، فریدالدین محمد بن ابراھیم نیشاپوری؛ (1355 ش)، الٰہی نامہ، بدستور سید محمد مبر کمالی خوانساری و سید احمد اخوان، کتابفروشی اسلامیہ، تہران، ص 27

[10] عطار، فریدالدین محمد بن ابراھیم نیشاپوری؛ (1355 ش)، الٰہی نامہ، بدستور سید محمد مبر کمالی خوانساری و سید احمد اخوان، کتابفروشی اسلامیہ، تہران، ص 28

[11] عطار، فریدالدین محمد بن ابراھیم نیشاپوری؛ منطق الطیر، کتابفروشی تایید، اصفہان، ص 31-32

***

(علامہ) شوکت حسین کینگ قادری
سابق پرنسپل حنفیہ عربک کالج، نورباغ، سرینگر (کشمیر)

حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ کی منظوم سیرت ' مغازی النبیؐ '

جامع الکمالات جناب ایشان شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی یعقوب کنیت ابو یوسف، لقب حضرت ایشان، جامع الکمالات صوری ومعنوی اور خطاب امام اعظم ثانی اور ثانی معروف کرخیؒ ہے۔ آپ کی ولادت ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۲ء کو ہوئی، سال ولادت ''شیخ جی'' سے ظاہر ہے۔ آپ کے سوانح نگار اور جملہ مورخین کشیر اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ آپ کا سلسلہ نسب من جانب والد محترم حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب فاروق اعظم خلیفہ ثانی حضرت آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے۔ کشمیر میں آپ کے بعض اسلاف کرام عمائدین سلطنت میں سے تھے۔ کشمیر کے بادشاہ اعظم حضرت سلطان زین العابدین بڈشاہ صاحب علیہ الرحمہ جن کو اکثر اولیائے کرام نے اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے کی سلطنت میں آپ کے اسلاف میں سے میر محمد علی اور میر بازید اراکین دربار میں سے تھے، خود آپ کے والد ماجد بھی شہمیری حکومت کے ارباب خواص میں سے تھے۔

کشمیر میں اس فاروقی خاندان کو علم وفضل، رسوخ دربار کی وجہ سے گنائی لقب پڑ گیا تھا یہ لقب دبیر، سیکرٹری اور محرر کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ یہ خاندان عالیشانِ عاصمی خاندان

کے نام سے بھی مشہور ہے کیونکہ خاندان کے مورثِ اعلیٰ حضرت عاصم بن عمر بن خطابؓ ہیں اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز ثانی فاروق اعظمؒ بھی عاصمی النسب تھے۔

حضرت ایشان کے والد بزرگوار جناب حضرت میر حسن عاصمی، شاعر، بلند پایہ عالم و فاضل، ولی اللہ اور دربار شہمیری میں صاحب اثر ورسوخ تھے۔ حضرت ایشانؒ کی ابتدائی تعلیم و تربیت دستورِ زمانہ کے مطابق گھر پر ہوئی، ست سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا، اور آٹھ سال کی عمر میں آپ فطری شاعر واقع ہوئے۔ بعد میں آپ نے تکمیل تعلیم حضرت ملا محمد آنی (شاگرد رشید حضرت ملا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ) سے کی جو سرینگر کے سرکاری دارالعلوم کے صدر مدرس تھے، دیگر اعلیٰ علوم اور علم سلوک کی ابتدائی تعلیم بعد میں آپ نے اپنے والد ماجد کے استاد گرامی قدر و مرشد برحق جناب نابغہ روزگار عبقری شخصیت حضرت حافظ ملا محمد بصیرؒ خندہ بھونی (نواکدل) سے حاصل کی، ان کا دارالعلوم خندہ بھون نواکدل میں واقع تھا۔ جہاں آپ کے علاوہ حضرت علامہ بابا داؤد خاکیؒ اور ملا شمس الدین پالؒ نے بھی اکتساب علم کیا تھا بلکہ بقول صاحب رشحات صرفیؒ موخر الذکر ہستیاں وہاں کے فارغ التحصیل تھے۔ بعد میں آپ نے علم حدیث کی اعلیٰ سندات مکہ معظّمہ میں حضرت شیخ شہاب الدین امام ابن حجر مکی الشافعیؒ حضرت مولانا شیخ عبدالعزیز اور حضرت شیخ حسن مکی محدث سے حاصل کیں اور مدینہ منورہ میں اسناد حدیث حضرت علامہ فتح اللہ مدنی سے حاصل کئے۔ ان سندات میں حضرت امام ابن حجر مکیؒ کی سند مبارک سند عالی تھی لہٰذا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی الفاروقی، حضرت شیخ الاسلام علامہ بابا داؤد خاکیؒ اور حضرت میر محمد عاصمیؒ نے آپ سے یہ سند حدیث حاصل کی۔ اس طرح آپ استاذ العلماء والفضلاء قرار پائے۔

جیسا کہ اوپر مرقوم ہوا کہ آپ کے مرشد اول حضرت حافظ ملا بصیرؒ خندہ بھونی تھے لیکن بربنائے مکاشفہ آپ نے تکمیل علم سلوک حضرت قطب الاقطاب شیخ کمال الدین حسین خوارزمی علیہ الرحمہ سے فرمایا: آپ نے ان کے شان میں مقامات مرشد کے نام سے مستقل تصنیف نظم کی، علاوہ ازیں چند مناقب اور قصائد بھی تصنیف کئے۔

''مغازی النبی'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمہید میں آپ نے جو اپنے حالات اور واقعات سیاحت درج فرمائے ہیں ان سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے پورے عالم اسلام کی کم وبیش سیاحت کی اور اس سیاحت میں متعدد بزرگان دین وارباب معرفت سے اکتساب علم دین وعرفان فرمایا۔

تصنیفات حضرت ایشان

آپ نے ہر موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اولیاء سابقین کشمیر میں آپ اولین صاحبِ دیوان شاعر گذرے ہیں۔ تصنیفات عالیہ کی مختصر فہرست یوں ہے:

(۱) تفسیر مطلب الطالبین عربی (غیر مطبوعہ)

(۲) شرح ثلاثیات بخاری (عربی) غیر مطبوعہ۔

(۳) پنج گنج یعنی مغازی النبیؐ۔ وامق عذرا۔ مقامات مرشد۔ لیلیٰ مجنون، مسلک الاخیار۔ مغازی النبی کے بغیر باقی غیر مطبوعہ ہیں۔

(۴) ضخیم فارسی دیوان۔ جناب الحاج میر حبیب اللہ صاحب کاملی مرحوم ومغفور۔ سجادہ نشین بقعہ اکملیہ نے بسیط مقدمہ کے ساتھ شائع فرمایا۔

(۵) مناسک حج۔ غیر مطبوعہ۔

(۶) روائح حضرت مولانا عبدالرحمان جامیؒ کی تصنیف لوائح کے تتبع میں لکھی (متعدد بار شائع ہوچکی ہے) اور جناب حافظ محمد حسن کبروی گاڈی یاری نے شائع کی ہے۔

(۷) اربعین اربعہ۔ خلفائے راشدین میں ہر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شان میں وارد چالیس احادیث کا مجموعہ۔ اس طرح یہ چار کتابیں ہیں۔

(۸) رسالہ ید بیضا (فن معما میں)

(۹) رسالہ کنز الجواہر

(۱۰) تفسیر سواطع الالہام پر منقوط عربی منظوم ومنثور تقریظ

(۱۱) فارسی تفسیر، علامہ حیدر چرخیؒ کے عربی تفسیر کے آخری دو پاروں کا فارسی ترجمہ۔
(۱۲) رسالہ ذکریہ (پیش نظر رسالہ)

کتب خانہ صرفی علیہ الرحمہ:

آپ نے دوران سیاحت سینکڑوں مخطوطات، نوادرات اپنے ساتھ لائے تھے، چک ظالم حکمرانوں نے آپ کا کتب خانہ نذر آتش کیا اور یہ کتب خانہ چالیس ہزار کتب پر مشتمل دریائے جہلم کے کنارے زینہ کدل کے متصل واقع تھا، موجودہ کتب خانہ نوریہ حضرت ایشان کی مابعد جمع کردہ کتب اور حضرت شیخ نوری کے جمع کردہ کتب پر مشتمل ہے۔

اہل کشمیر کی بے اعتنائی

مجھے یہ لکھنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ اہل کشمیر نے اس نابغۂ روزگار عبقری شخصیت کے ساتھ ظلم کیا۔ چنانچہ آج تک آپ کی تصنیفات وتالیفات جن کا مختصر تذکرہ اوپر ہوا کا ذخیرہ طاق نسیان کی رونق ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے خود اہل کشمیر کے دل و دماغ کا ادراک کرتے ہوئے پیش گوئی کی تھی کہ سارا دفتر بالآخر کرم خوردہ ہوگا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حیات رحیمؒ از شاعر کشمیر مہجور مرحوم۔ اور ہم آپ کا یہ شعر بھی اس سلسلے میں نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں ؎

گر ہنر مندی تو اے صرفی رو از کشمیر بیروں
کاندریں کشور ہنر عیب است عیب آمد ہنر
(دیوانِ صرفی مطبوعہ صفحہ ۱۶۳)

کتاب ''مغازی النبیؐ''

حضرت جامع الکمالات الشیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمۃ نے کتاب مناجات بدرگاہِ قاضی

الحاجات سے یوں شروع کی ہے ؎

خدایا خدائ مسلم تر است خداوندی ہر دو عالم تر است
توی آفرینندۂ کاینات تو قیوم کونین قایم بذات
فرازندۂ نہ رواق پہر فروزندۂ مشعل ماہ و مہر
تو اول و لے نی بِدایت ترا تو آخر دلی نی نہایت ترا

مناجات ۵۵/اشعار پر مشتمل ہے۔

مقطع:

ز لُطفئ تو صرفی است امیدوار
کہ فردای محشر نداريد خوار
اگر باشدم خواری دنیوی
چہ غم گر بود عزّت اُخروی

مقطع کے بعد آپ نے حضرت شیخ مصلح الدین سعدیؔ شیرازی علیہ الرحمۃ (شاگردِ رشید علامہ ابنِ جوزی علیہ الرحمۃ و مُریدِ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے شعر پر یہ مضمون مناجاتِ اوّل یوں اختتام پذیر کیا ہے۔

ز سعدی کہ یک بیست آوردہ ام
برسمِ تبرک رقم کردہ ام
عزیزی و خواری تو بخشی و بس

عزیزی تو خواری نہ بیند زکس

مناجاتِ دوم اس عنوان سے شروع فرمایا ہے۔

الحمد الثانی فی العجز والابتہا من الجلالی والجمالی

اولین دوم شعر یوں ہے:

بیا بُلبل باغ حمد و ثنا ترنم نمادر ثنایِ خدا
سرودِ تو بہتر بحمد و سپاس بگو حمد حق تاشوی حق شناس

اور اختتام یوں فرمایا ہے:

ثنای سزاوار اوکارِ اوست کجا حمدِ صرفی سزاوارِ اوست

اور مناجات سوم کی ابتدا یوں فرمائی ہے۔

دگر صرفیا دم مزن زین سخن
بدرگاہش اکنون مناجات کن

مناجات سوم کے ابتدائی تین اشعار:

جہاں آفرینا جہاں پرورا بنور ہدایت غارہ مرا
درِ مخزن راز بازم بکن کشا قفل و محرم برازم بکن
دلم مخزن راز تو در تنم ولیکن مقفل در مخزنم

آخری چند اشعار ؎

خدایا بہ پیغمبر و آلِ او باصحابِ فرخندہ احوالِ او
کنی پاکم از زہرہ گوئ زبان کہ نعت رسول تو گفتن توان

مناجات دوم وسوم کے کل اشعار ۱۰۶ ہیں۔

بعد میں آپ نے نعتِ حضرت سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یوں گوہر فشانی کی ہے ؎

رسولِ خدا مقتدایِ انام علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام
شہِ انبیاء خاتم المرسلین باو افتخار زمان و زمین
درین ظلمت آباد پیغمبران ہمہ بر سپہرِ ہدیٰ اختران
محمدؐ بخورشید آمد علم وجودِ ہمہ نزدِ او کالعدم
رخش شمعِ عالم ہمہ خانہ براں شمع جبرئیل پروانہ

آگے آپ نے ایک شعر یوں انشاء فرمایا ہے ؎

بخاکِ درِ اُو رُخِ انبیاء
درش سجدہ گاہِ ہمہ اولیاء

زبان پر اتنا عبور تھا کہ دوسرے مقام پر ایک کتاب میں یہی مضمون نعت یوں ادا کیا ہے (اور یہ شعر کشمیر میں زبان زدِعوام وخواص ہے) ؎

ختمِ رسل پادشہِ انبیاء
خاکِ درش تاجِ سرِ اولیاء

اور اس نعتیہ شعر اپنا یہ خاص عقیدہ بیان فرمایا ہے۔ جو آج کل اہلِ کشمیر کے بعض مکاتب فکر کے ہاں متنازع ہے ؎

منزّہ ز سایہ ولی ہر دو کون
بیا سودہ در سایہ ہر دو کون

نبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریح یوں فرمائی ہے:

زہی امی کا مدّہ نکتہ دان
ملک درد بستانِ او تحیۃ خوان
دمادم ز پستانِ اُمّ الکتاب
بکام و دہانش رسد شیرِ ناب

ایضاً

کلامش موید بما ینطق است بوحیٔ خدای خود ناطق است

اور اختتامِ نعت پر ''والعصر'' سے زمانۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لے کر یوں نعت گوئی کی ہے۔

بعصرش در رحمت ایزد کشاد ز سوگند والعصر عصرش مراد

الغرض ابتدا میں یہ نعت ۵۸/ اشعار پر مشتمل ہے۔ اور قدیم شعراء فارس کے طرز پر معراج نامۂ حضرت صاحب المعراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع مدحِ خلفاء، راشدین کے متعلق اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے۔

(میرے دوست جناب ڈاکٹر غلام رسول جان صاحب نے حضرت صرفیؒ شخصیت وفن کے نام سے جو تحقیقی کتاب لکھی ہے اس میں مدحِ اہلِ بیت کے تناظر میں حضرت صرفی علیہ الرحمۃ کو شیعہ قرار دینے کی سعی کی ہے)۔

بہرکیف معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اپنے خیالات وعقیدہ یوں ظاہر کیا ہے ؎

دراں شب کہ بود است معراج اُو　نمود است انوارِ قُدسی برو

مبارک شی طرفہ روچنن چو روز مہِ　آسمان قدم شب فوز

بخوبی زمین گشتہ گلشن ہمہ　قنادیل افلاک روشن ہمہ

ہمہ ہفت قندیل تابان ہمہ　ضیا بخش روی زمیں آں ہمہ

دیدارِ خداوندی جل جلالہٗ کے متعلق اپنا عقیدہ یوں تحریر فرمایا ہے ؎

رسولِ خدا شد شی آنچنان

بدیدار بی کیف و کم کامران

بدید آنچہ نتواں باین دیدہ دید

شنید آنچہ زین گوش نتوان شنید

انتہائے بیان معراج کا مضمون یوں باندھا ہے ؎

برون آمدہ از مکان و زمان　قدم ماندہ در عالمِ لامکان

لیکن کمالِ معراج یہ تھا کہ صبح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زمین پر کارِ دنیا وکارِ دینِ حق میں محو ومصروف ہوئے ؎

دگر باز برگشت سویِ زمین　دلش پُر ز اسرارِ دنیا و دین

ہمہ کارِ دنیا ہم آراستہ　ہمہ کارِ دین نیز پیراستہ

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس آئے تو اصحاب وآلِ پاک کو اسرارِ معراج سے آگاہ فرمایا ؎

چو باز آمدہ افشاندہ دُرہایِ فیض

بر اہلِ محبت ز دریایِ فیض

بتخصیص بر آل و اصحابِ خویش
براہِ وفا از ہمہ پیش پیش
از انجملہ آں چار یارِ کبار
کہ بودند محبوبانِ اوہر جہار

مدحِ حضرت صدیق اکبرؓ

ابوبکر صدیق آن یارِ غار
کہ بنیادِ دین گشت ازو استوار
عتیق است یعنی کہ آزادہ است
ز قیدی کہ درگردن افتادہ است
چہ قید است آں قیدِ کون و مکان
کہ نامش جہانت از خلقِ جہاں

بفرمودۂ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رواں میتی بین بردیِ زمین
چہ نیست عجیب متی ذوالحیات حیاتیکہ نبود بفیضش ممات
ز نورِ خدایش تجلیٔ خاص کہ کردش ز ظلمات ہستی خلاص

مدحِ حضرت فاروق اعظمؓ:

چو گویاست حق بر زبانِ عمر چگویم ما وصفِ شانِ عمر
چکیدہ زیستان اُمّ الکتاب بکامِ رسول خدا شیرِ ناب
ازاں شیرِ کام عمر بہرہ ور گواہست اعطیت و فضلی عمر

مدحِ حضرت عثمان غنیؓ:

ز عثمان عفان ملک شرمسار
کہ بحرِ حیا بود و کوہِ وقار

مدحِ جناب امیر علیہ السلام:

علی ولی آن ولی علے
برد راز ہای نہاں منجلی
مغات حق ازوی عیان آمدہ
مدبر بکونین ازان آمدہ

ذکرِ حضرت خاتون جنت علیہا السلام وشہزادھائے کونین رضی اللہ عنہا:

ہمیں دولتم بس ز لطفِ بتولؓ
کہ دارد عبودیم را قبول
گل گلستانِ نبوت حسن
مہِ آسمانِ فتوت حسن
حسین آن امامِ وصفِ اصفیا
باو اقتدایِ ہمہ اولیاء

آگے آپ نے ایمہ اثنا عشر (بارہ ایمہ) کا ذکر خیر فرمایا ہے اور حضرت امام محمد مہدیؑ و نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ تمنا ظاہر کی ہے ؎

نزولِ مسیح و ظہورِ امام
تمنایِ صرف کنون والسلام

اس کے بعد آپ نے منقبت شریف حضرت امیر کبیر میر سید علی الہمدانی ؎

مرا پیر سید علیؒ ولی ز آل کردمِ نبی و علیؓ
مزارش بختلان مولد عراق ولی مندش برتر از نہہ رواق

اور منقبت شریف شارح مثنوی مولانایِ رومؒ حضرت قطب الاقطاب شیخ حسین خوارزمی (مدفن شہرِ شام) ؎

امامی کہ افتادہ در روزگار
بخوارزم مولد بشامش مزار

آپ بیتی (زندگانی نامہ) (۴۲۱) اشعار پر مشتمل ہے۔ ساقی نامہ (بعنوان در بیانِ مناجات بطلب فصاحت مقالات الخ) مشتمل بر ۵۸؍اشعار ؎

بدہ ساقیا بادۂ غم زُدا
کہ باشد طرب بخش و بہجت نزا

مضامین سیرۃ الرسول ﷺ بعنوانِ مغازی النبی ﷺ

فہرست مضامین

(۱) در بیانِ آنکہ اول مخلوقات نورِ محمدی است
و بحثِ اوّل ما خلق اللہ نوری۔ اوّل
ما خلق اللہ العقل۔ اول ما خلق اللہ القلم

عقیدۂ حضرت صرفی علیہ الرحمۃ ؎

بصحت رسید از نبیؐ این سخن
کہ مخلوق اوّل بود نورِ من

ایضاً (بعدِ بحثِ مختصر)

شذ القصہ ظاہر بر اہلِ عقول کہ ہست اوّلین خلق نورِ رسولؐ
چو آں نور را کرد یہدا خدا
ز فیضکہ بود است بے انتہا

(۲) در انتقال نورِ محمدؐ از اصلاب ظاہر تا بعبد اللہ کہ والدِ آنسرور است۔

(۳) درمیان اخبار بقتل عبد اللہ رضی اللہ عنہا و دفع ملائکہ آنہا را الخ۔

(۴) در انتقال نورِ محمد از عبد اللہ بآمنہ رضی اللہ عنہا رابستن بآنحضرت ﷺ۔

(۵) در بیان اخبار ملایکہ از آبستن آمنہ رضی اللہ عنہا۔

(۶) در ابتدایِ تولد آنحضرت ﷺ کہ جبریل علیہ السلام رایت محمد ﷺ بالایِ خانہ کعبہ الخ۔

(۷) در بیانِ تولد شدن آنحضرت ﷺ در سال قبل (یعنی عامُ الفیل)۔

آپ (حضرت صرفیؒ) نے اس باب میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سال ولادت عام الفیل ہے۔

بنزدیکِ جمہور اہلِ سِیر
بصحبتِ رسید آنکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تولد نمودہ است در سالِ فیل
ولے نیست این قول بے قال و قیل

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماہ تولد میں اختلاف ہے لیکن اہل کمال کے نزدیک ماہِ پاک ربیع الاوّل ہے۔

بماہِ تولد بود قیل و قال
ولی نزدِ اکثر ز اہل کمال
ربیعی کہ اوّل بود آں مہ است
توان گفتن آنرا کہ شہر اللہ است

حضرت صرفیؒ نے ماہِ پاک ربیع الاول کو شہرُ اللہ سے موسوم کیا ہے۔

(۸) نگون شدن بُت ہای شہان وافتادن بت پرست۔

(۹) در بیان شکستن ایوانِ کسریٰ۔

(۱۰) ثوبیہ کہ خادمہ ابولہب بود بارضاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقرر بود وثانیاً این دولت گرامی نصیب حلیمہؓ گشت۔

مدح حضرت حلیمہؓ سعدیہ ؎

ندایِ دگر باز آمد ز عنیب
بایں معنیٔ آواز آمد ز غیب
کہ روزِ ازل این سعادت قلم
بنامِ حلیمہؓ رقم زد رقم

(۱۱) دفع قحط درآں سال (یعنی سال ولادت آنحضرت ﷺ)۔

(۱۲) در بیانِ شقِ صدر آنحضرت ﷺ مرتبہ اول۔

(۱۳) برون حلیمہؓ آنسرورؐ رابمکہ وسپردن بجد کہ عبدالمطلب بود۔

(۱۴) مراجعتِ حلیمہ بوطنِ خود سرافراز شدہ اُمِّ ایمن۔

(۱۵) بسفر رفتن آنحضرت ﷺ باابوطالب بجانب شام ورسیدن۔

(۱۶) وقائع بیست سالگی بظہور پیوست۔

(۱۷) فرستادن خدیجہ آنحضرت را بجانب شام بتجارت ومراجعت از بصری شام بمدینہ منور وظہور ارھامات از دی دریں سفر مبارک۔

(۱۸) تزویج اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ یا رسول خدا ﷺ

شیخ العرب رئیسِ بطحا ابوطالب کا خطبۂ نکاح آنسرورؐ: حضرت صرفیؒ کی مدحت سرای فصاحت وبلاغت خطبہ ابوطالب۔

ابوطالب با نبی عقد بست	سعادت دارین اش آمد بدست
ابوطالب آن مجتہب از جناح	عجب خطبہ خواندہ بہرِ نکاح

اگر شرحِ آں خطبہ اینجا کنم
خفیات آنرا ہویدا کنم
نگنجد دریں مختصر شرحِ آن
پس اویس از الصوب صرفِ عیان

(۱۹) در بیانِ وقت بعثتِ سرورِ عالم ﷺ در چہل سالگی۔

نمونۂ مدحِ ورقہ بنِ نوفل ؎

در آں وقت علامہ جُزوی نبود نہ کس از نصاریٰ نہ از یہود

چو علّامہ جزوی نبودہ است کس بدو گفتم احوال خود را او بس

اس سے ثابت ہے کہ خاندانِ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ مال ودولت وعلم وعرفان سے مالا مال تھا۔

(۲۰) در بیان زمان فترتِ وحی (سہ سال)

(۲۱) در بیان اول اسلام ودعوت خلایق بر سبیل اخفا الخ۔

(۲۲) ہجرت نمودن یارانِ آنحضرت در حبش در سال پنجم از بعثت الخ

حضرت جعفر طیارؓ مقتدای اربابِ ہجرت

با جمع مہاجرین بادشاہِ حبش نجاشی را سجدہ نکردند

چو رفتند پیشِ وی اہلِ ہدیٰ
شدہ جعفر این فرقہ را مقتدا
نکردش ز اہلِ ہدیٰ سجدہ کس
نکردند اِلّا سلامی و بس
کی از حبش گفت سجدہ چرا
نکردید سلطانِ ایں ملک را
جواب وی از جعفر آمد جنسن
کہ مسجود باشد جہاں آفرین
مداں جز بحق سجدہ کردن رلا
سزا دارِ آں ہست کس جز خدا

نوٹ: اس مقام پر حضرت صرفی علیہ الرحمۃ کے شاگردِ رشید در علمِ حدیث حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی علیہ الرحمۃ کا واقعہ یاد رہا ہے جب انہوں نے بادشاہِ مطلق سلیم جہانگیر کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے سامنے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار

(علامہ اقبالؔ)

(۲۳) در بیانِ ایمان آوردنِ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

ز بعثت بسال ششم حمزہ را
حق آورد در دین خیر الوریٰ

(۲۴) در بیانِ ایمان آوردن عمر رضی اللہ عنہ

(۲۵) در بیانِ وقایع سال بنضم از بعثت

(۲۶) پشیمان شدن اعادی بعدِ ایمان آوردن حضرت عمرؓ

(۲۷) در مردن ابوطالب پیش از مشرف شدن باسلام و وفات حضرت خدیجۃ الکبریٰ بعد از وی شش روز سال دہم۔

(حضرت صرفیؒ ایمانِ ابوطالب کے قائل نہیں تھے)۔

فرماتے ہیں ؎

ندیدہ نبی حُسنِ انجام اُو
امیدش نماندہ را اسلام اُو

(۲۸) در بیانِ زحمت دیدن از دست اعادی بعد فوتِ ابوطالب (بیان سُنت اللہ بردو اقسام)۔

دِلا سُنۃ بران شد روان کہ باشد بلا قِسمت دوستان
صفات خداوندِ جل جلال دو قسم میں یعنی جلال و جمال
حبیبی کہ یابد از و تربیت بآن ہردو قسمش دید تقویت

علوم و معارف بود از جمال
بلاء و محسن مقضی جلال
بلائیکہ بر دوستان میر سید
پیٔ رفعت شان شان مے رسد

(۲۹) باز آمدن آنسرور از طایف وایمان آوردن جنیان بشیدن قرآن مجید در بطن نخلہ الخ

(۳۰) در بیان آنکہ ششصد ہزار جن بیک زمان الخ۔

(۳۱) در بیان وقائع سال حادی عشر از بعثتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۳۲) مشرف شدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمعراج در سالِ دواز دہم (معراج باروح وجسد ورویتِ الٰہی)۔

بسی اہل حق راست این معتقد کہ بود است معراج اوہا جد
چو در رویت افگند برحق نظر مشرف بدیدار شد چشم سر
بدیدار چشمش منور شدہ ز رویت مرادش میسر شدہ
کلامِ خدا بیو سایط شنود فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ رو نمود
جُزاو محرم راز اللہ نہ ز اسرارِ آں شب کس آگاہ اللہ

(۳۳) وقایع سال سیزدہم وہجرت صحابہ کبار رضی اللہ عنہم ؎

بسی خاصیت گرچہ بامکہ داد
نہ آنہا کہ در خاکِ یثرب نہاد
نبوت بمکہ نصیبِ حبیب
کمال رواجش بہ یثرب نصیحت
چو از بعثتش سیزدہ سال شد
ترقیش در عزّ و اقبال شد

ایضاً ذکرِ خواب (رریائے صادقۂ حضرت صدیق اکبرؓ)

(۳۴) ذکر مشورت کردن صنادید قریشی در باب حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۳۵) برآمدن آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از غارِ ثور الخ۔

(۳۶) مشرف شدن مدینہ واہل آن بقدومِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الخ۔

(۳۷) درذکر بنا کردن سرورِ عالم مسجد در مدینہ منورہ وطلبیدن آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفاطمہ زہرا

وسودہ واُمّ کلثوم از مکہ شریف الخ۔

(۳۸) در زکر وقائع سالِ دوم آنحضرت از ہجرت وتحویل قبلہ وتزویج حضرت زہراؓ یا جناب امیرؓ وفضیلت صیام۔

(۳۹) مامور شدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجہاد وغزوہ الخ۔

(۴۰) درذکر سایہ الخ۔

(۴۱) ذکر سریہ کہ امیر المومنین حمزہؓ بن عبد المطلب (حضرت صرفیؒ نے حضرت سید الشہداء امیر حمزہ کو امیر المومنین خطاب سے یاد کیا ہے)۔

(۴۲) درذکر سریہ کہ سردار آں مقدادؓ الخ۔

(۴۳) غزوۂ بواطہ الخ۔

(۴۴) درذکر غزوہ ابن غزوہ آن بود الخ۔

(۴۵) درذکر غزوہ بدر الاولیٰ وذکر سریہ عبداللہ بن اسدی الخ۔

(۴۶) سریہ عبداللہؓ بن جحش راسردار وعلمدار بود۔

ہمیں سال عبداللہ جحش را
نبیؐ ساخت سردار و دادش لِوا
لقب آں زماں شاہ دنیا و دین
امیرش بفرمود بر مومنین

(ردّ عقیدہ روافض کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کو یہ لقب قوم یہود نے دیا۔اوراس عقیدہ کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ کے لیے یہ لقب بار بار استعمال میں لاتے ہیں۔حالانکہ صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن جحش کو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لقب سے ملقب کیا تھا۔

(۴۲) درذکرِ بدر کبریٰ نیز گویند در انتقال کہ آنزا بدر قتال سردار کافراں راابوسفیان بود ؎

ہمان سال این ملّتِ ارجمند
شد از غزوہ بدر کسریٰ بلند

(۴۳) درذکر راہیدن ابوسفیان بن حرب قافلہ راز محل مخاطرہ۔

(۴۴) درفضیلت رضوان اللہ علیہ اصحابِ بدر اجمعین ؎

بتحقیق پیوستہ کا صحابِ بدر
فزوشد ز اصحابِ دیگر بقدر
پس از انبیاء افضل عالمند
برتبہٗ اجل نبی آدمسند
بدنیا و دین اندر عالی مکان
مکرّم بقدر و معظم بشان
خدا و نبی وصفِ ایشان چو کرد
کہ باشم من این راہِ را رہ نورد
چہ حدم کہ من مدحِ ایشان کنم
دریں عرصہ تنگ جولان کنم
روایت شنیدم ز اہل وثوق
ہمہ در روایت مین و صدوق
کہ گفتہ است جبرئیل یا مصطفیٰ
چسان اہلِ بدرند نزدِ شما
جوابش بگفتا شہِ مرسلین
کہ فاضل ترینِ ہمہ اہلِ دین

(شانِ حضرات اصحابِ بدر بزبان حضرت امام حسن بصریؒ)

حسن آنکہ در بصرہ بودہ امام
امامِ ہمہ اولیایِ کرام

بگفتا زہی کامران لشکری
کہ بودش چو شاہِ رُسل سروری
صارز دراں بود شیرِ خدا
ملایک مددگارِ اہلِ غزا
جہادِ ہمہ طاعتِ کردگار
رضای الٰہی بر ایشان بیار
لقدستم ما قال ذاک الامام
بروباد صد رحمتِ صد سلام

(رائے گرامی مصنفِ کتاب)

بر اعد از بس شور و غوغایِ بدر
شدہ عرصۂ حشر صحرایِ بدر
براہِ شجاعت چو صحبِ کبار
نہ رستم نہ کیو نہ اسفندیار

نوٹ: (اس مقام پر آپ نے مصنفِ شادنامہ فردوسی پر خفیہ چوٹ کی ہے۔ کہ انہوں نے رستم وغیرہ کے داستان شجاعت تخیل آرائی کے ضمن میں بیان کے ہیں یعنی ان کے داستان شجاعت میں شاعرانہ نزاکت حد سے زیادہ ہے۔

ہوسکتا ہے کہ مغازی النبی ﷺ کی یہ کتاب پڑھ کر حضرت ایشان شیخ یعقوب صرفیؒ کے خلاف لب کشائی آنے کی جرأت کرسکتا ہے مگر اصحاب رسول اللہ ﷺ کی داستانِ شجاعت بدر وگھر غزوات کے بیان میں کوئی تخیل آرائی، مبالغہ آمیزی نہیں ہے یہ تاریخی حقائق ہیں۔

فردوسیؔ نے رستم کو آسمان پر چڑھایا ہے لیکن پھر انصاف کر کے خود فرمایا ؎

منتش کردہ ام رستمِ داستان
و گرنہ یے بود در سیستان

(یعنی رستمِ ایران کو میں نے (فردوسی نے) رستمِ داستان بنایا مگر دراصل وہ سیستان کا ایک عام پہلوان تھا)۔

حضراتِ اہلِ بدر رضی اللہ عنہم کی تعریف وتوصیف میں حضرت صرفیؒ اپنے بیان میں یوں عجز بیانی کا اظہار فرماتے تھے ؎

چگویم دگر وصف دین غازیان
ز توصیف این غزوہ قاصر بیان

عجیب (دعاءِ صرفیؒ)

الٰہی بہ پیغمبر و آلِ اُو باصحاب فرخندہ احوالِ اُو
خصوص باصحاب بدرای الہ ہمہ ملّت و شرع و دین را پناہ
کہ پیوستہ این زمرہ منصور باد اعادیِ دین خوارد و مقہور باد
لوای محمد بر افراختہ مہماتِ دنیا و دین ساختہ
ابوجہل من کامد این نفسِ شوم تہِ تیغ محبت قتل آں ظلوم
الٰہی کن این دُعا مستجاب بشاہِ غزاۃ ظفر انتساب

(۴۵) دربیانِ کشتنِ عمر بن عدی عصما نامِ زنی کہ بسب با اہل اسلام بود۔

(۴۶) دزذکرغزوہ بن قبقاع کہ آنہم درسال دوم از ہجرت بود۔

(۴۷) درذکرسوبق آں ہم درسال دواز ہجرت واقع شدہ۔

(۴۸) درذکرغزوہ سلمٰی وعطفا تیان وخلافت بشر ابن مکرم وعلے علمدار بود۔

(۴۹) درذکرِ وقائع سال نہم وغزودہ کہ دریں سال بود۔

(۵۰) درذکرسریہ قروہ کہ دریں سریہ زید بن حارث سردار بود واین سریہ ہم درسال سوم از ہجرت واقع شد۔

(۵۱) درذکرحکم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقتل کعب ابن اشرف یہودی درسال از ہجرت وکشتن

محمد بن مسلم اورا۔

(۵۲) درذکر قتل ابورافع تاجرالحجاز درسال سوم از ہجرت وبقول درسال چہارم وبقوے در سال پنجم وبقوئے درسال ششم۔

(۵۳) درذکر غزوہ لحد کہ ہم درسال سوم از ہجرت واقع شد ؎

غزای احدہم دراں سال بود
دریں غزوہ امری عجب رو نمونہ

حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب مکہ شریف میں تھے۔ انہوں نے بذریعہ مکتوب حضرت سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع کیا کہ مشرکین مکہ جنگ کی تیاری ہی میں اور سوی مدینہ منورہ روانہ ہورہے ہیں۔

در آن وقت عباس عمِ رسول بامِ القریٰ بود ازاں شد ملول
نوشت این خبر را بخیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی فاش در طیّبہ گش ایں خبر
ز اُمّ القریٰ لشکرِ مشرکین روان سُوی طیبہ شد کا ازراہِ کین

حضور علیہ السلام نے حضرت خبابؓ ابن منذر کو تحقیق کے لیے مقرر کیا۔ انہوں نے جو کچھ بیان فرمایا وہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے مکتوب شریف کے موافق تھا ؎

رسولِ خدا آنچہ ازوی شنید
موافق بمکتوب عباسؓ بود
نگفت آں موید زرت جلیل
بجز حسبنا اللہ نعم الوکیل

(۵۴) درذکر غزوہ حمراء الاسد۔

(۵۵) درذکر واقعات بیر معونہ وشہادت عاصم بن ثابت وخبیب بن عدی وزید بن دشنہ و عبداللہ بن طارقؓ۔

(۵۶) ذکر سریہ ابوسلمہ بر نبی اسد۔

(۵۷) ذکر سریہ عبداللہ بن انیس درہمیں یعنی چہارم از سال ہجرت۔

(۵۸) درذکر سریہ بیر معونہ۔

(۵۹) درذکر غزوہ بدر موعد۔

(۶۰) ذکر وقائع سال پنجم از ہجرت غزوہ پرتسیع کہ آنرا بنی المطلق ہنر گویند۔
(واقعہ افک)۔

درین غزوہ از افکِ صدیقہؓ جا گرفتہ است غم در دل مصطفی
ولی چوں بیا کیش آمد گواہ خدای کہ نبود خدایِ سواہ
رسول خدا شد بسے شادمان بشکر خدا تشت رطب اللسان
بجلس خرامید و اصحاب را طلب کرد انجا احباب را
گہر ہا کہ لعلش بر افشان نشاند بصد شادی آیاتِ پاکش خواند

(۶۲) درہمان سال غزوۂ خندق کہ آنرا احزاب ہنر گویند واقع شد۔

(۶۳) ذکر نقصن عہد بنی قریش وملحق شدن ایشان فرستادن۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبعضے از صحابہ را بنصحت وابای ایشان از قبول نصیحت۔

(۶۴) ذکر آمدن اخراب بمدینہ مبارک ومحاضرہ کردن خندق وکشتن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ عمر بن عبدود را کہ شجاعت او کسے در لشکر اخراب نبود۔

(۶۶) غزوۂ بنی قریظہ۔

(۶۷) غزوۂ دومۃ الجندل

(۶۸) غزوہ بنی کہانیان۔

(۶۹) سریہ۔

(۷۰) غزوۂ غابہ

(۷۱) سریہ

(۷۲) سریہ

(۷۳) سریہ

(۷۴) سریہ

(۷۵) سریہ

(۷۶) سریہ

(۷۷) ذکر مسلمان شدن قومِ عرنیہ و باز ارتداد نمودن الخ

(۷۸) سریہ

(۷۹) ذکرِ رویایِ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و رفتن او با صحاب کرام بنیّت عمرہ بجای مکہ مبارک و نزول اجلال جلالی در حدیبیہ۔

(۸۰) ذکر فرستادن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ از حدیبیہ بمکہ بطریق رسالت الخ۔

بصحت رسید از ثقات روات
کہ چوں لشکرِ سرورِ کائنات
مخیم حدیبیہ را ساختند
باطراف آن نیز پرداختند الخ

(بیعتِ رضوان)

خبر درحدیبیہ ازوی رسید
کہ در ملکہ شد ابنِ عفان شہید
بلوحِ دل صاف خیر البشر
غبار ملالت نشاند آں خبر
نبی گفت اگر باشد ایں فقہ راست
کنم باقریش آنچہ کردن رواست
بزید درختے نشست و نمود
طلب ہر کہ را اور اصحاب بود

بر ایشان ہمہ داد وسعت کہ تا
نلغرند در روز ہیجا زجا
خدا خود باصحاب بیعت خیر
ز رضو الحق داد تحت الشجر
خبر بعدِ بیعت پیالی رسید
کہ زندہ است عثمان نگشتہ شہید
نبی گفت عثمان کہ غایت ریاست
بکارِ خدا و رسول خدا است
نخواہم کہ آں مبتلایِ غریب
ز رضوان بیعت بود بے نصیب
بنیاد است بردست دست راست
کہ ایں دست عثمان آں دستِ ماست

(۸۱)رفتن حضرت دحیہ کلبیؓ ہش ہرقل الخ۔

(۸۲)ذکرِ جمع کردنِ ہرقل قوم خودراالخ۔

(۸۳)ذکر رفتن عبداللہ بن خدافہ بامکتوب پیش کسریٰ خسروالخ۔

(۸۴)ذکر رفتن حاطب بن بلتعہ بامکتوب پیش مقوقس الخ۔

(۸۵)ذکرِ رفتن سبط بن عمرالخ۔

(۸۶) ذکر وقائع سالِ ہفتم ہجرت وغزوہ خیبر۔

(فاتح خیبر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ)

نگردید چون بسے کاردار ز صدیق و فاروق فتحِ حِصار
بفرمود شاہنشہِ انبیاء کہ فردا دِہم باکسے این لوا
آمد نبزدِ خدا و رسول بحجوبی و در محبی ہَول

بہر کس کہ از اہل این دیں بود فحبی و محبوبی آئین بود
پس از اختصاصی کہ مصطفیؐ دریں ہر دو وصف با مرتضیٰؓ
محبت بنزدیکِ اہلِ صفا فنا از خود است و بقا با خدا
علی آں بری از ہمہ با خلق چو فانی ز خود بود باقی بحق

(۸۷)ذکرآمدن سرورِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بقلعہ قموص۔

(۸۹)معجزہ ردِّ شمس۔

ز خیبر برآمد چو خیر الوریٰ رواں شد سوی راہ وادی القریٰ
چو شام آمد آنوحی شد منجلی نمازِ دگر رفتہ بود از علی
نبی ردّ شمس از خدا خواستت ز بہرِ علی در دُعا خواستت
ز مغرب دگر باز ہرگشت مہر بیک ہنزہ یا پیشتر از سیر
نمازِ دگر چوں ادا کرد امیرؓ بمغرب فرورفتہ مہرِ مُنیر

(۹۰)ذکرغزوہ وادی القریٰ۔

(۹۱)ذکرتوجہ آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بمکہ مبارک بجہت قضایِ عمرہ کہ درصلح حدیبیہ الخ۔

نوشتند اہلِ حدیث و رسیر
کہ ختمِ رُسل بہترین بشر
قضا خواہد آن عمرۂ را نمود
کہ معبود صلح حدیبیہ بود الخ

(۹۲)درذکروقائع سال ہشتم ازہجرت الخ۔

(۹۳)ذکرغزوہ موتہ وشہادتِ حضرت زید بن حارثؓ وحضرت جعفر طیارؓ وعبداللہ بن رواحہؓ وبعدازشہادت ایشان علیہم الرضوان وثباتِ ورزیدن حضرت خالدبنِ ولیدؓ باعسکرظفرائر۔

(۹۴)ذکرفتح خالدؓ بن ولید وشکست شرجیل۔

(۹۵)ذکرمحاربہ نبی الکبیرالخ

(۹۶) ذکر پشیمان شدن قریش از نقص عہدِ خود الخ

(۹۷) ذکر توجہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بفتحِ مکہ مبارک۔

(۹۸) ذکر در آمدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با فتح وظفر در شہرِ مکہ الخ۔

(تطہیرِ کعبہ الامر فوق الادب)

بگو از علی پا بکشفِ رسول کجا افتد اہلِ ادب را قبول
بحکم بمہر چوں ایں کار بود کمالِ ادب را غایت نمود
زد اناءِ اسرار نبود عجب کہ ترکِ ادب گوید اینجا ادب

(۹۹) ذکر برآمدن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعہ کلید برداری کعبۃ اللہ واعلانِ عفوِ عام۔

(۱۰۰) آوردہ اسلام حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل۔

(۱۰۱) بیان وفود بعنوانِ وفد ۳۔

(۱۰۲) ذکر حنین وفتح سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۱۰۳) سریہ

(۱۰۴) ذکر غزوہ طائف وفتح آن۔

(۱۰۵) سریہ

(۱۰۶) سریہ

(۱۰۷) ذکر غزوہ تبوک کہ آں جیش بجش عسرت آمدہ۔

(۱۰۸) ذکرِ معجزات

(۱۰۹) ذکر آمدن وفود از بلاد واطراف الخ۔

(۱۱۰) ذکر وقائع سالِ دہم از ہجرت الخ۔

(۱۱۱) واقعہ سال دہم مباہلہ نصاریٰ۔

ز حجرہ بر آمد رسول خدا گرفتہ بخود ہمرہِ آلِ عبا
حسین و حسن ہم علی و بتول ہم زیدہ اہلِ ہست رسول

بایشان بنی گفت ہر کہ دُعا کنم من بگویند آمیں شما
چوں دیدنداں پنجم تن را چناں نصاریٰ پریشان شدندو

(۱۱۲) ذکر حجۃ الوداع سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۱۱۳) ذکر واقعہ الحادی عشر از ہجرت و بیان واقعہ ہای۔ مرضِ موتِ حضرت سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بیا صرفیؔ از خامہ مشک بہنر
بجای مداد ایں زماں خون بریز
نویس آنچہ در سال حادی عشر
ہدید آمد از حال خیر البشر

خاتمہ

چگویم خدایا صلوٰۃ والسلام
تو بفرستد رودش علی خل حال
خداوند بے دخل کس لایزال
فرستہ درودس علیٰ کل حال
درو دیکہ باشد سزاوارِ او
دگر لایق اظہار او
صلوٰۃ و سلام خداوند کار
برو با بر آل و اصحابِ کبار

***

مفتی محمد اسحٰق نازکی قاسمی
استاذ: دارالعلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ (کشمیر) 8899958510

چند علمائے دیوبند کا حمدیہ ونعتیہ کلام

[خاکِ بغداد ثانی سرزمین دیوبند سربلند سے وابستہ اکابر علمائے کرام و اولیائے عظام (علیہم الرحمۃ والرضوان) کے کلام منظوم از قبیلِ حمد وثنا ومناجات اور نعمت ومنقبت کی چند جھلکیاں برائے ''جہاں حمد ونعت'' ملاحظہ فرمائیں: نازکی قاسمی]

(۱) سیدالطائفہ حضرت الحاج محمد امداد اللہ مہاجر مکی فاروقی (علیہ رحمۃ اللہ الباری)
[آمد ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء رفت ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء]

[آپ نہ صرف عارف باللہ و عالم دین تھے بلکہ عارف گر اور عالم گر تھے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ وغیرہم جیسے اکابر علماء و اولیاء آپ کے دست حق پرست پر نہ صرف بیعت تھے بلکہ آپ کے جلیل القدر خلفاء تھے۔ ساتھ ہی ساتھ شعر وادب میں آپ ''ولی دکنی'' کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کا کلام منظوم معرفتِ الٰہی اور عشقِ نبوی میں ڈوبا ہوا ہے۔ انگریز سامراج کے خلاف میدانِ شاملی میں اپنے ان خلفائے عظام کے ساتھ سینہ سپر ہو کر نبرد آزما رہے ہیں۔ آپ کا کلام اردو اور فارسی میں ہے۔] سماعت فرمایئے آپ کے کلام کے چند اشعار بطور مناجات بارگاہِ مجیب الدعوات ؎

بیاں اب یہ حال اپنا کرتا ہوں میں — کہ جس فکر میں روز مرتا ہوں میں
کہ افسوس غفلت میں جاتی ہے عمر — سدا کوسِ رحلت بجاتی ہے عمر
مجھے فکر کل کی ہوئی آج یوں — کہ کی دولتِ عمر برباد کیوں؟

نہ سویا شب اس فکر میں ایک دم | رہا رات بھر اس سے میں چشمِ نم
اسی میں گئی رات ساری گزر | شش و پنج کرتا رہا تا سحر
کہا نفس کو آخرش میں نے رات | کہ کیا ہوگیا تجھ کو اے بدصفات!
خبر حال کی تجھ کو اپنے نہیں | کہ آیا تھا یاں کس لیے اے لعین!
بتا تجھ سے کیا حق کو منظور تھا | یہاں آکے کیا کام تو نے کیا؟

(بحوالہ جہادِ اکبر)

ایضاً ؎

الٰہی! صدقہ پیرانِ عظام | دمِ آخر ہو میرا نیک انجام
طفیلِ آل و اصحابِ سرفراز | ہو تیرا فضل ہر دم میرا دم ساز
وہ قوتِ بخش دے اے ربِ عالم | کہ اپنے نفس پر قادر ہو ہر دم
بوقتِ نزع ہو کلمہ زبان پر | اٹھوں نیکیوں میں شامل روزِ محشر
غرض دونوں جہاں میں کرتو امداد | بحقِ ہر ہمہ عُبّاد و زُہّاد

[یاد رہے منظوم دعا اور مناجات حضرات صوفیائے کرامؒ اور اربابِ فن کے یہاں ایک ہی مفہوم میں ہیں لفظ 'مناجات' کشمیری و اردو اور فارسی و عربی میں یکساں مستعمل ہے حالاں کہ یہ خالص عربی زبان کا لفظ ہے۔ باب مُفَاعَلَت سے نَاجٰی یُنَاجِیْ مُناجَاۃً وَ نَجْوٰی کے صیغے آتے ہیں۔ سرگوشی کرنا چُپ کے چُپ کے کہنا، حضرت اللہ جل مجدہٗ سے راز و نیاز کی باتیں کرنا اپنی عاجزی و بےکسی اور اس کی کبریائی و عظمت کا اظہار کرنا اس سے حمد و ثنا کا مفہوم مترشح ہوتا ہے۔]

ایضاً............... نعتیہ کلام بہ بارگاہِ رسالت پناہ ؎

لانے لگی ہے بادِ صبا بوئے مدینہ | دل اڑنے لگا ہو کے ہوا سوئے مدینہ
وہ چھوٹ گیا بند دو عالم سے سراسر | جو پھنس گیا اندر خم گیسوئے مدینہ

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ صدیقی (علیہ رحمۃ اللہ الباری)

(آمد: ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۲ء رفت ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء)

[بانیٔ اعظم دارالعلوم دیو بند سربلند، وقت کے رازی وغزالی، متکلم اسلام، شاہکار کتابوں

کے مصنف نثر ونظم پر یکساں قادر الکلام، سیرت وکلام وتصوف کی طرف زیادہ رجحان رکھنے والے اوران فنونِ کے امام قصیدۂ بہار سے چند بند بدرگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] ؎

ہر اک کو حسبِ لیاقت بہار دیتی ہے ۔۔۔ کسی کو برگ کسی کو گُل اور کسی کو بار
کیا ہے بھیج کے سیل آبِ چاہ کو معزول ۔۔۔ بجائے بادِ صبا بوئے گل ہے کارگزار
کریں ہیں مرغِ چمن سارے مشقِ موسیقی ۔۔۔ کہ گانے ہیں انہیں اس سال شکرِ حق میں ملا
بہارِ گُل کی خبر سن کے چھڑ کے ہیں پانی ۔۔۔ سحابِ سبزہ پژمردہ پر سر ہو ہوشیار

(۳) حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی صدیقیؒ (علیہ رحمۃ اللہ الباری)
(آمد ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۳ء رفت ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء)

[دارالعلوم دیوبند سربلند کے پہلے صدر المدرسین، دہلی میں حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ کے درس حدیث میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے ہم درس، شعرو ادب میں مثلِ غالبؔ، علوم عقلیہ ونقلیہ کے امام، صاحب کشف وکرامات عالم ربانی، اردو وفارسی وعربی کے کلام منثور ومنظوم پر یکساں قادر، گمنام تخلص، کلام میں تصوف ومعروف کا رنگ غالب۔]

قصیدۂ لامیہ کے حوالے سے چند نعتیہ اشعار بارگاہِ سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماعت فرمائیں ؎

تمام تم نے کیا ہے مکارمِ اخلاق ۔۔۔ کہ جس کو دیکھ کے چکرائے گردشِ ایام
تمہارا نور ہوا اصلِ نور ہستی کا ۔۔۔ زبان آپ کی اور اس پہ ہے خدا کا کلام
اسی کی ذات سے ظاہر ہوا یہ سب عالم ۔۔۔ ملا ہے آپ کو اس بزم میں جو پہلا جام
یہاں ہے وہم غلط کار عقل ہے ششدر ۔۔۔ سمجھ نے تھک کے کیا آخر اپنی جا آرام
خدا ہے عارف و مدّاح ذاتِ عالی کا ۔۔۔ کہ اس سے رتبہ عالی نہ ہو بلند مقام
خدا کے بندۂ مقبول ابن عبداللہ ۔۔۔ تمھیں ہو سیدِ عالم ہیں سب تمہارے غلام

(۴) حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب عثمانیؒ (علیہ رحمۃ اللہ الباری)
(آمد ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۲ء رفت ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء)

[یکے از بانیانِ دارالعلوم دیوبند سربلند، دیوبند کے مثلِ شاہ ولی اللہ، خاقانی ہند محکمۂ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر آف مدارس رہے ہیں۔ آپ کی اولاد امجاد یہ ہیں (۱) مفتی اعظم ہند حضرت مولانا

مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ (۲) فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ (۳) شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحبؒ (۴) دانائے زمان حضرت مولانا محمد یعقوب الرحمٰن صاحبؒ (۵) یکتائے روزگار حضرت مولانا مطلوب الرحمٰن صاحبؒ بمصداق ع قیاس کن از گلستانِ من بہارِ من۔ سبحان اللہ۔ پُر گو و برجستہ گو اور نعت خوان و نعت گو اور حمد خواں و حمد گو تھے۔ ہزار ہا اشعار کے حافظ ہیں۔] چند حمدیہ وثنائیہ اشعار سماعت فرمائیں ؎

سب مراتب ہیں تری ذاتِ مقدس سے وَرے — کس زبان سے کہوں ہے مرتبہٴ اعلیٰ تیرا
نورِ خورشید چمکتا ہے ہر اک ذرّے میں — چشمِ بینا ہو تو ہر شئے میں ہے جلوہ تیرا
بیم دوزخ ہے اسے اور نہ شوقِ جنت — جس کو مطلوب ہے اک درد کا ذرّہ تیرا
تیرے دیوانوں کو کیا قیدِ علائق سے گزند — دونوں عالم سے بھی آزاد ہے بَرِ دَا تیرا
ہم سیہ بخت اگر آئیں ناکام رہے — کیسے جانیں گے کہ کیا فضل ہے ربا! تیرا

(۵) حضرت مولانا عامر صاحب عثمانیؒ (علیہ رحمۃ اللہ الباری)

(آمد: ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۲۰ء رفت ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء)

جہانِ شعر و ادب کا بے تاج بادشاہ، گلستانِ علم و تحقیق کا ایک مہکتا پھول، اصلی نام امین الرحمٰن، جلیل القدر فاضلِ دیوبند، ماہنامہ ''تجلی'' کے حوالے سے صحافت و انشاء کا ایک بے باک امامِ مجتہد، ہر صنفِ کلام میں طبع آزما۔] آپ کا ایک مختصر نعتیہ کلام سماعت فرمائیں ؎

تمہاری نعت کے قربان جان و دل لیکن — تمہاری نعت کے قابل کہاں زبان و قلم
قلم کی نوک پہ الفاظ تو بہت ہیں مگر — ثبوت صدق و معانی کریں کہاں سے ہم
چڑھی ہوئی زبان پر کثافتوں کی تہیں — پھر اس زبان سے کیسے تمہاری نعت کہیں

(۶) حضرت مولانا عمر فاروق صاحب عاصمؔ عثمانیؒ (علیہ رحمۃ اللہ الباری)

(آمد: ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۶ء رفت ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۵ء)

[اردو ادب و انشاء کا گوہرِ نایاب، عثمانی خاندان کا چشم و چراغ، اکابر علمائے دیوبند کا فیض یافتہ، اصلی نام فاروق الرحمٰن، قلمی نام عمر، تخلص عاصم، خاندانی و موروثی ادیب و شاعر، کسب و ریاضت نے اس میں چار چاند لگا دیا۔ مسئول مکتبہ تجلی دیوبند، علامہ عامر عثمانی کے برادر اصغر۔]

جہانِ حمد وثنا کے حوالے سے آپ کے کلام کا ایک نمونہ ؎

اے خالقِ ارض و سما! اے مالکِ کون و مکان
ہم سب ترے محکوم ہیں تو سب کا حاکم بے گماں
ظالم ہو یا مظلوم مونس ہو یا زردار ہو
محتاج ہو یا مجبور مالک ہو یا مختار
نا اہل ہو یا کم ظرف یا صاحب کردار
سب تیرے محتاج ہیں تو سب کا ہے روزی رساں

نعتیہ کلام کے چند بند ملاحظہ فرمائیں ؎

ہے بے مثال جذبۂ ایثار آپؐ کا — بے داغ و بے غبار ہے کردار آپؐ کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کون و مکان میں آپؐ سے افضل نہیں کوئی — ہر دم خدا رہا ہے مددگار آپؐ کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
افسوس اس پہ جس پہ کرم کی نظر نہ ہو — وہ خوش نصیب جس کو ملے پیار آپؐ کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سنجیدگی سے جس نے بھی سمجھا ہے آپؐ کو — بن دیکھے بن گیا وہ پرستار آپؐ کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عاصمؔ کو ناز ہے اسی احساس پر کہ وہ — جیسا بھی ہے غلام ہے سرکار آپؐ کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۷) حضرت مولانا محمد ذکی کیفی عثمانیؒ (علیہ رحمۃ اللہ الباری)

(آمد: ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۶ء رفت ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء)

[حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے سب سے بڑے فرزند یعنی خلفِ اکبر، علماء و ادباء اور فقہاء و شعراء کے فیض یافتہ، اردو اور فارسی میں آپ کا کلام منثور و منظوم محفوظ ہے۔ ماہرینِ فن نے آپ کی قدآور شخصیت کو تسلیم کیا ہے مثلاً مولانا ماہر القادریؒ، احمد ندیم قاسمیؒ، احسان دانشؒ، علامہ محمد تقی مدظلہٗ وغیرہم۔ آپ فکر و فن کے ایک روشن چراغ تھے۔]

سنیے حمدیہ کلام کا ایک نمونہ ؎

جہانِ فکر و نظر لا الٰہ الا اللہ — متاعِ اہلِ خبر لا الٰہ الا اللہ
یہ ذکرِ حق متاعِ عزیز کیا ہے — نہیں کسی کو خبر لا الٰہ الا اللہ

زہے نصیب یہ دولت اگر مجھے مل جائے — ہو لب پہ شام و سحر لا الٰہ الا اللہ
نجوم و شمس و قمر بھی فریب دے نہ سکے — خلیل کی ہے نظر لا الٰہ الا اللہ
کہیں بھی بحرِ معاصی میں غرق ہو جائے — نہ ہوتا ساتھ اگر لا الٰہ الا اللہ
ہر ایک ذرّہ ہے مصروفِ یادِ حق کیفیؔ — وہ برگ ہو کہ شجر لا الٰہ الا اللہ

بارگاہِ ختم نبوت میں نذرانۂ عقیدت و محبت ؎

وہ آئے ہیں جہاں میں رحمۃ للعالمین ہوکر — پناہِ بے کساں بن کر شفیع المذنبین ہوکر
خرد کیا کر سکے گی رفعتوں کا ان کی انداز — فلک پر بھی وہ گیا جس کے لیے فرشِ زمین ہوکر
انہوں نے اس طرح سے گلشنِ ہستی سنوارا ہے — کہ دنیا رہ گئی ہے رشکِ فردوس بریں ہوکر
نگاہِ اولین کیفی کی جب روضے پہ ہو یارب — تمنا ہے کہ رہ جائے نگاہِ واپسیں ہوکر

(۸) حضرت مولانا کلیم صاحب عثمانیؒ (علیہ رحمۃ اللہ الباری)

(آمد: ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء رفت ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء)۔

[آپ کا اصلی نام احتشام الٰہی، کلیم تخلص اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ کے ہم درس تھے۔ دیو بند، علی گڑھ اور پنجاب یونیورسٹی سے فیض یافتہ تھے۔ شرافت و دیانت اور صحافت و انشاء کو ورثے میں پایا تھا۔ احسان دانشؒ، احمد ندیم قاسمیؒ اور ذکی کیفیؒ کی تعلیم و تربیت نے کلیم کو ادب و صحافت کے لیے یقیناً اسم بامسمّی بنا دیا تھا۔]

بارگاہِ احدیت میں نغمۂ حمد و ثنا: ؎

خواب و خیال تو ہے حسن و جمال تو ہے — ثانی نہیں ہے جس کا وہ مثال تو ہے
حُسنِ ازل بھی تیرا رنگ اور ابد بھی تیرا — شامِ فراق تو ہے صبحِ وصال تو ہے
عقل و خرد میں آئے کس طرح ذات تیری — سمجھا نہ کوئی جس کو ایسا سوال تو ہے
تو عظمتوں کا محیط تو رحمتوں کا مَسکن — رنگِ جمال تو ہے شانِ جلال تو ہے

دربارِ صاحبِ شفاعتِ کُبریٰ میں نغمہ سرائی ؎

نبیٔ امّی لقب پر فدا ہو جان مری — خدا کو آپ کے لہجے میں بولتا دیکھا
وہ سبیلِ نور تھا روکے سے کس طرح رکتا — نہ اس نے وقت کو دیکھا نہ راستہ دیکھا

ہم ایسے سوختہ سامان گناہگاروں پر
کسی کا لطف و کرم اور بھی سوا دیکھا
لیا جو عرصۂ محشر میں ان کا نام کلیمؔ
سروں پہ پھیلا ہوا سایۂ ردا دیکھا

ایضاً

زمین پہ بکھرے ہوئے رنگ سب تمہارے ہیں
فلک پہ کہکشاں ہے تمہاری گردِ سفر
تمہارا اسمِ گرامی دلوں کی دھڑکن ہے
تمہاری ذات ہے وجہ غرور و فخرِ بشر
تمہارے سانسوں کی خوشبو چمن کے پھولوں میں
تمہارے نام سے روشن چراغِ شمس و قمر
یہ کس کی یاد کرن بن کے مسکرائی ہے
چمک اٹھا میری ویران دھڑکنوں کا نگر
یہ کس کا نقشِ کفِ پا خیال میں ابھرا
رواں دواں ہے مرے ساتھ میری رہ گزر

ایضاً

تیرے ہی دم قدم سے ہے زینتِ بزمِ کائنات
تیرے ہی نور سے جہاں آئینہ تجلیات
سارے جہاں کے واسطے تو ہے وسیلۂ نجات
دہر میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات
آج ہمارے حال پر لطف کی اِک نظر بھی ہو
یعنی یہی شبِ الم آئینہ سحر بھی ہو
اپنا ہمیں پتہ ملے تیری ہمیں خبر بھی ہو
حلقہ بگوشِ مصطفیٰ حق کا پیامبر بھی ہو

(۹) حضرت الاستاذ مولانا مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانیؒ (علیہ رحمۃ اللہ الباری)

(آمد: ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۲ء، رفت: ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء)

[دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ افتاء میں میرے استاذ، حافظ وقاری اور مفتی وشاعر کوئی پچاس ہزار فتاویٰ کے مدون، فاضل دیوبند وعلی گڑھ عثمانی خاندان کی دینی ودعوتی، علمی وتہذیبی اور ادبی و صحافتی روایات کے حامل، اس پہ مستزاد از حد متواضع ومنکسر المزاج کلام میں لباس میں معاملات میں اور معمولات میں اس وصف کے علمی مظاہر، علم میں بے پایاں تو حلم میں بے مثال، وفات قابلِ رشک، ہونٹوں پر کلمۂ طیبہ، نہ نزع کی سختی، نہ بیماری کی تکلیف، نہ ڈاکٹروں کی آمد و رفت، بس اک ہچکی سے کام تمام اور نشاطؔ نشاط سے سرشار ہو گئے]

جب رحمتِ یزداں ہوتی ہے جب اوج پہ قسمت ہوتی ہے
کعبہ کا نظارہ ہوتا ہے طیبہ کی زیارت ہوتی ہے

گلزارِ دیارِ اقدس کا ہر ذرّہ ہے نُدرت کا پیکر
پھولوں کی نزاکت کیا کہنا! کانٹوں میں لطافت ہوتی ہے
کیا کام و دہن کی لذت ہے کیا عشق نبی کی برکت ہے
جب ذکرِ مبارک ہوتا ہے محسوس حلاوت ہوتی ہے
توحید و رسالت دونوں کو ایمان کی کسوٹی ٹھہرایا
دونوں کا جو قائل ہوتا ہے تکمیلِ سعادت ہوتی ہے
اللہ کی رحمت کا مظہر سردارِ جہاں سردارِ رُسل
مبعوث محمد ہوتے ہیں لوگوں کو ہدایت ہوتی ہے
بوبکر و عمر، عثمان و علی اصحابِ نیابت کہلائے
جب ختمِ نبوت ہوتی ہے تفویضِ خلافت ہوتی ہے
ہیں اپنی خطائیں پیشِ نظر اس پر بھی نشاطِ زار مگر
ارشادِ رسولِ اکرم سے امید شفاعت ہوتی ہے

(۱۰) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب صدیقیؒ (علیہ رحمۃ اللہ الباری)

(آمد: ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء، رفت: ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء)

[ازہر ایشیا کے ساٹھ سالہ کامیاب ترین مہتمم، سو سے اوپر کتابوں کے مصنف، حضرت تھانویؒ کے خاص خلیفہ، حضرت علامہ کشمیریؒ کے خاص شاگرد، حضرت نانوتویؒ کے پوتے، عثمانی صفات علم و حلم کے ساتھ موصوف، بہت بڑے شاعر و ادیب، تخلص عارفؔ، اکابر علمائے دیوبند کے علمی ورثے کے محافظ، کلام و سیرت کا رنگ زبان تحریر و تقریر پر غالب۔

آپ کا مشہور نعتیہ کلام جو آپ کے سرہانے سے نکلا ہے اگرچہ اس نسبت اور واقعہ کی بعض حضرات نے انکار کیا ہے تاہم آپ بہترین ناعت اور پُرگو و برجستہ گو شاعر تھے۔]

سماعت فرمائیں یہ نعتیہ کلام۔ اپنی مظلومیت کی کہانی اپنی زبانی، رواں آنسوؤں سے وضو کر کے!

نبیٔ اکرم، شفیعِ اعظم، دکھے دلوں کا سلام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستارے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظروں سے روپوش ہے کنارا
نہیں ہے کوئی ناخُدا ہمارا خبر تو عالی مقام لے لو
عجب مشکل میں کارواں ہے نہ کوئی جادہ نہ پاسباں ہے
بشکلِ رہبر چھُپے ہیں رہزن اٹھو تو ذرا انتقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوفِ رہزن زمین بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن تم ہی تو محبت سے کام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے کبھی مذاق جفا کا ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے خبر تو خیر الانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارمان ہے اپنے طیب مزار اقدس پہ جا کے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

(۱۱) حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی (علیہ رحمۃ اللہ الباری)

(آمد: ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء، رفت: ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۶۵)

[ایک مستند عالم دین و عارف باللہ، ایک مقبول مصنف وصحابی، ایک کامیابی داعی اور غضب کے شاعر و ادیب، عثمانیہ یونیورسٹی کے کامیاب پروفیسر، کئی ہزار اشعار کے باکمال حافظ، فارسی عربی اردو پر یکساں گرفت کے مالک۔ بقول حضرت تھانویؒ: سید مناظر احسن کے سارے مناظر احسن ہی ہیں۔ یعنی اسم بامسمّٰی تھے۔] ندامت کے آنسو سے وضو کر کے یوں بارگاہِ نبوت میں آپ عرض رسا ہیں ؎

ہر اک سے ٹکرا کر ہر شغل سے گھبرا کر ہر فعل سے شرما کر ہر کام سے پچھتا کر
آمد بدرت بنگر اے خاتم پیغمبر!
یا قاسمِ کوثر اے سَرورِ ہر سرورَ اے رہبر ہر رہبر اے آں کہ توئی افسر
ہر کہتر و مہتر فی المبدأ والحشر اے ہستیٔ تو محورِ للاکبر والاصغر

ایضاً ؎

فَالَّيۡلُ لَقَدۡ يَغۡشٰى وَالۡكُفۡرُ قَدِ اسۡتَعۡلٰى
ذَا اُمَّتُكَ الضُّعۡفٰى فِي سَيۡطَرَةِ الۡاَعۡدَآءِ
هاں رَمۡيُكَ لَا يَخۡطِئ وَ سَهۡمُكَ لَا يَطۡغٰى
وَاللّٰهُ هُوَ الۡاَعۡلٰى وَالۡحَقُّ فَلَا يُعۡلٰى

اس نعتیہ کلام میں اردو فارسی عربی تینوں زبانوں کے کلمات استعمال کئے گئے ہیں لہٰذا قارئین کرام کی سہولیت کی خاطر اس کا سلیس ترجمہ پیش نظر ہے:

اے پیارے نبی! ہم ہر باطل سے نبرد آزما ہو کر اور تمام طرح کی غیر ضروری مشغولیتوں سے مقصدِ حیات کو پیش نظر رکھ کر ان سے ہٹ کر اپنے تمام گناہوں پر ندامت کا اظہار کر کے اب ایک آوارہ امتی تیرے دربار میں حاضر ہوا ہے اے آخری نبی!

اے حوضِ کوثر سے آبِ کوثر کو تقسیم کرنے والے! یا ہر خیر و بھلائی کے تقسیم کرنے والے نبی! اے تمام نبیوں اور رسولوں کے نبی و رسول! کہ جملہ انبیائے کرام و مرسلین عظام (علیہم السلام) کے آپ صدر محفل ہیں۔ آپ ہر بڑے کے بڑے اور ہر چھوٹے کے بھی بڑے دنیا عقبیٰ میں بھی ابتدائے کائنات میں بھی اور میدانِ حشر میں بھی۔ ہر ایک کے لیے آپ کی ذات سراپا تقدس مرجع و ماویٰ ہے۔

ایضاً ؎

ہر جانب رات کی تاریکی کفر و معاصی کی چھائی ہوئی ہے کہ کچھ سوجھائی نہیں دیتا ہے اور بظاہر کفر کا غلبہ ہو رہا ہے اور آپ کی یہ کمزور امت دشمنوں کے نرغے میں ہے۔ صورتِ حال بہت ہی گھمبیر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کا نشانہ چوک نہیں سکتا اور یوں تو آپ کا تیر اِدھر

اُدھر نہیں ہوسکتا بلکہ نشانہ اور تیر دونوں بالکل آپ کے تابع ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت اللہ جل مجدہ ہی بلند و بالا ہے اور حق ہی غالب آئے گا مغلوب نہیں ہوسکتا۔

(۱۲) حضرت مولانا محمد ازہر شاہ صاحب قیصر مسعودیؒ (علیہ رحمۃ اللہ الباری)

(آمد:۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء، رفت:۱۳۹۵ھ/ ۱۹۸۵ء)

[امام العصر علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے خلفِ اکبر یعنی حضرت الاستاذ مولانا محمد انظر شاہ صاحبؒ کے سب سے بڑے بھائی، میدان صحافت و ادب اور اخلاقیات و دینیات میں کوئی پچاس سال تک قلم و قرطاس کے ماہر شہسوار، ذہانت و فطانت اور رزانت و شرافت موروثی، ریاضات و مجاہدات نے صفات کو اوجِ ثریا تک پہونچایا تھا، تین ہزار مقالات لکھے ہیں کئی جرائد کے بیک وقت مدیر و نگران عربی و اردو و فارسی پر یکساں قدرت رکھنے والے، شاہی مزاج، شاہی قلم اور شاہی زندگی۔] بارگاہِ نبوت میں آپ کی نغمہ سرائی کے چند اشعار ؎

غنچۂ دل کشا کھلا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد بادِ جنت مہک اٹھا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
صبحِ ازل کی آبرو شامِ ابد کی آرزو تشنہ لبوں کا آسرا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
حُسن کی اِک ادا ہے وہ عشق کی انتہا ہے وہ فضلِ خدا کی انتہا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
کفر کی ظلمتوں کو بقعۂ نور کر گیا سارا زمانہ کہہ اٹھا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
ان کی ہدایتیں درست ان کی روایتیں بجا مرکزِ خیر اور ہُدیٰ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
تیرے وجودِ پاک سے کفر کا زور گھٹ گیا شرک کا نام مٹ گیا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
سارے جہاں میں غلغلہ تیرے ظہور کا ہوا سرد ہوا صنم کدہ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
قیصرِ غم نواز کو رحمتِ خاص سے ملے آپ کا لطف بے بہا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

(۱۳) حضرت مولانا ولی اللہ ولی بستوی قاسمیؒ (علیہ رحمۃ اللہ الباری)

(آمد:۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۴ء، رفت:۱۴۴۱ھ/ ۲۰۱۹ء)

[شعر و ادب کا ''پیکر محسوس''، قلم برداشتہ کلام منظوم کا حسین گلدستہ حاضر، آمد غضب کا، اکل کوا مہاراشٹر کے عالمی شہرت یافتہ جامعہ کے استاذ پھر ہمارے یہاں دارالعلوم رحیمیہ میں بھی کچھ

عرصہ تک پڑھایا۔ ماضی قریب ہی میں سب سے زیادہ آپ کے مختلف النوع اشعار کے ۱۲۰ مجموعہ طبع ہو چکے ہیں۔ میرے مخلص دوستوں میں سے تھے چند سال پہلے سرزمین دیوبند ہی میں انتقال فرما کر یہاں ہی کی خاک کے پابند ہوئے۔]

بارگاہِ احدیت میں حمد کی نغمہ سرائی

تو ہے رب ہر دو عالم اے خدائے ذُوالمنن — رحمتیں تیری ہوئی ہیں ہر طرف سایہ فگن
چار جانب تیرے احسانات ہیں بے انتہا — ہیں تیرے ممنونِ احسان سارے ہی اہلِ زمن
ذرے ذرے میں نمایاں ہے تیرا حسن وجمال — نور سے تیرے منور ہے جہاں کی انجمن
ہر طرح کی نعمتیں انسان کو دیتا ہے تو — آب و دانہ دے رہا ہے دیتا ہے پیرہن
بارشیں تیرے کرم کی ہو رہی ہیں بے شمار — ہر طرف شاداب تیری رحمتوں کا ہے چمن
ہے تیرا حُسنِ ازل دونوں جہاں میں آشکار — ہر طرف بکھری ہوئی ہے تیرے جلوؤں کی کرن
لب کشائی کی جسارت تو نے بخشی ہے ہمیں — تیری برکت سے ولیؔ کے جاری ہیں شعر وسخن

بارگاہِ ختم نبوت میں زمزمہ سرائی:

مہکی ہوئی آئی ہوا گلزارِ نبی سے — پُرنور زمانہ ہوا انوارِ نبی سے
مومن کو پسندیدہ ہے آقا کا گھرانہ — اللہ بھی راضی ہوا گھر بارِ نبی سے
تاحدِ نظر رکھتا تھا براقِ نبی پاؤں — رضوان بھی حیران ہوا رفتارِ نبی سے
دامن کو بھرا آکے مرادوں کے گہر سے — محروم نہ سائل ہوا دربارِ نبی سے
شیطان لرز جاتا ہے نعرے سے نبی کے — باطل بھی ہراسان ہوا للکارِ نبیؐ سے
ملعونِ دو عالم ہوا آقا کی زبان پر — ناراض خود خدا ہوا غدار نبی سے
اک بار مرے خواب میں آئے ہیں 'ولیؔ' وہ — پورا مرا ارمان ہوا دیدارِ نبی سے

***

ڈاکٹر شکیل شفائی
سرینگر (کشمیر)

علامہ اقبال بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

عشق ایک قوت ہے جس کام میں سرایت کر جاتی ہے اُسے اپنی احسن واکمل شکل میں درجۂ اتمام تک پہنچاتی ہے۔ کام تو یوں بھی انجام پاتے رہتے ہیں تاہم عشق کے زیرِ اثر جو کام تشکیل پاتے ہیں ان میں ایک الگ ہی قسم کا حسن و جمال، تکمیلی شان، اثر پذیری، چمک و روشنی، دل پذیری و دل آویزی، جاذبیت اور تاثیر ہوتی ہے۔ اسی لیے صوفیاء کے نزدیک پوری کائنات میں ہو رہی مختلف و متنوع سرگرمیاں عشق کی رہینِ منت ہیں۔

علامہ اقبال کا کلام اپنے قاری کو حد درجہ متاثر کرتا ہے۔ اس کی وجہ محض اقبال کا محکم اور مستحکم لفظیاتی نظام نہیں ہے۔ ہر چند الفاظ کی نشست اور دروبست کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دراصل اقبال کا کلام عشق کی قوت سے لبریز ہے۔ اقبال کا عشق محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیاء پاشیوں سے منوّر و مُستنیر ہے اسی لیے اس میں پاکیزہ لے، جامعیت، گہری آگہی، آفاقی وُسعت کی نوع بہ نوع جہتیں پائی جاتی ہیں۔ خلیفہ عبدالحکیم نے لکھا ہے:

> ''اقبال نے عشق کے مفہوم میں بڑی گہرائی اور وسعت پیدا کر دی ہے اور اس بارے میں وہ خاص طور پر عارف رومی کا شاگردِ رشید ہے۔ اقبال نے حکمت و عرفان کے بیش بہا جواہر اسی مُرشد سے حاصل کیے ہیں لیکن عشق کے بارے میں وہ خاص طور پر رومی کا ہم آہنگ ہے۔ رومی کے ہاں حکمت و علم بہت ہے اور عقل کی تعریف میں بھی اس کے

نہایت بلیغ اشعار ملتے ہیں لیکن رومی جہاں عقل سے عشق کی طرف آتا ہے وہاں عجیب ولولہ اور جوش دکھائی دیتا ہے۔ایک لحاظ سے تمام مثنوی کا موضوع عشق ہی ہے'' ۔[۱]

خلیفہ عبدالحکیم نے لکھا ہے کہ عشق کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ایک تاثراتی اور جذباتی اور دوسرا نظریاتی۔صوفیاء میں ایسے لوگ بھی اٹھے ہیں جن کے ہاں عشق کی کیفیت بڑے جوش وخروش کے ساتھ موجود ہے لیکن وہ اس کی عقلی توجیہہ نہیں کرتے۔ یہ کیفیت ان سے دوسروں کی طرف برکت، صحبت اور فیض روحانی سے کم وبیش منتقل ہوتی ہے۔یہ راہ استدلال تو دراز اور پُر پیچ ہے اور تسکین آفرین بھی نہیں لیکن لبریزِ عشق عاشق کی توجہ ایک لمحے میں مستفیض انسان کی کایا پلٹ دیتی ہے۔[۲]

اس اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ایک یہ کہ بعض صوفیاء کے یہاں تاثراتی اور جذباتی عشق کی فراوانی پائی جاتی ہے لہٰذا وہ اپنے عشق کی کوئی عقلی توجیہہ نہیں کرتے اور نہ ہی عقلی استدلال سے اس کا جواز ثابت کرتے ہیں۔اقبال کے یہاں یہ کیفیت موجود ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ صحبتِ عُشاق سے اس عشق کی کیفیت دوبالا ہوجاتی ہے، اس میں گہرائی پیدا ہوتی ہے اور آن کی آن میں سالک محبت کے مدارج طے کرتا ہے ؎

عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

صحبت کی تاثیر کی بات اقبال نے نثر ونظم دونوں پیرایوں میں کہی ہے ؎

دمِ عارف نسیمِ صبح دم ہے — اسی سے ریشۂ معنی میں نَم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر — شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

محفلِ میلادالنبی ﷺ کی ایک تقریر میں مسلمانوں کے لیے اُسوۂ رسول ﷺ کو مدِ نظر رکھنے کی یہ علّت بیان کرتے ہیں کہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے۔ان جذبات کو قائم رکھنے

کے تین طریقے بیان کیے ہیں (۱) درود وسلام (۲) مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور ایک شخص جو حضور آقائے دو جہاں ﷺ کی سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو۔ آپ ﷺ کے سوانح زندگی بیان کرے تا کہ آپ ﷺ کی تقلید کا ذوق وشوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔[۳]

یادِ رسول ﷺ اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے کی جو کیفیت حضور ﷺ کے وجودِ مقدس سے ہُویدا تھی وہ آج تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے۔ حضرت مولانا روم فرماتے ہیں:

آدمی دیداست باقی پوست است
دید آں باشد کہ دید دوست است

یہ جوہرِ انسانی کا انتہائی کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے۔ یہ طریقہ مشکل ہے۔ کتابوں کو پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گی۔ اس کے لیے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔[۳]

اقبال کی اس تقریر سے ان کے تصورِ عشق پر روشنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عشقِ رسول ﷺ کی کیفیات اتنی مؤثر، قوی اور روحانی تجربات سے لبریز ہوں کہ عاشق رسول اللہ ﷺ کو تصور کی حدود سے آگے حِسّی طور پر اپنے وجود میں محسوس کرے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کا پَرتو اس کے وجود پر اس انداز سے منعکس ہو کہ جو کیفیات حضرات صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ کے وجودِ بابرکت سے حاصل ہوتی تھیں، اسے بھی حاصل ہوں۔ گویا تاریخ کی ہزار کروٹوں کے ماوراء ''دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تُو'' کا ظہور اس طرح ہو کہ عاشق اپنے آپ کو پردوں کے اُس پار آپ ﷺ کی محفلِ مقدس میں موجود پائے۔ آپ ﷺ سے عرض معروض کرے۔ یہ عشق کی انتہا ہے جہاں غیب وشہود کی سرحدیں بے معنی ٹھہرتی ہیں۔ اقبال کے کلام سے یہ اسرار ہُویدا ہوتے ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"لقد عاش الدکتور محمد اقبال شاعر الاسلام و فیلسوف العصر، مدة حیاته، فی حُب النبی ﷺ والاشواق إلی مدینته و تغنی بهما فی شعره الخالد و قد طفحت الکأس فی آخر حیاته فکان کلمّا ذکرت المدینة فاضت عیناه وانهمرت الدموع ولم یقدر له الحج و زیارة الرسول ﷺ بجسمه الضعیف الذی کان من زمان یعانی الأمراض والأسقام ولکنه وصل إلی الحجاز بخیاله القوی و شعره الخصب العذب وقلبه الولوع الحنون و حلق فی أجواء الحجاز و تحدث إلی الرسول الأعظم بما شاء قلبه و حبه و اخلاصه و وفاؤه و تحدث إلیه عن نفسه و عن عصره و عن أُمته و عن مجتمعه وقد فاضت فی هذا الحدیث قریحة الشاعر وانفجرت المعانی والحقائق التی کان الشاعر یغالبها و یمسك بزمامها و ینتظر فرصة اطلاقها و قد رأی أنّ فرصتها قد حانت"۔[۴]

''شاعر اسلام اور فلسفیٔ وقت ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شوقِ زیارتِ مدینہ میں گزارا اور اسے اپنے لازوال اشعار میں بیان کیا، آخری عمر میں جب اُن کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو اُس وقت اُن کا یہ حال ہوگیا تھا کہ جب بھی مدینے کا ذکر چھڑتا تو آنکھیں بھر آتیں اور آنسو چھلک پڑتے۔ اُن کی قسمت میں، اپنے نحیف جسم کے ساتھ، جو عرصہ سے مختلف امراض و اسقام میں مبتلا تھا، حجِ بیت اللہ اور زیارتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تو لکھی نہیں تھی لیکن انہوں نے اپنے تخیّل کی قوت، اپنے شاداب اور پُرلطف اشعار اور دلِ دردمند سے حجاز کا سفر کیا۔ حجاز کی فضاؤں میں سانس لی اور رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کلام کیا جو اُن کے دل، محبت، اخلاص اور وفا کا تقاضا تھا، اپنے بارے میں اپنے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور اُس معاشرے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض معروض کی جس میں اقبال سانس لیتے تھے۔ اس ملاقات میں شاعر کی پوری شاعرانہ صلاحیت کا ظہور ہوا۔ معانی وحقائق منکشف ہوئے جن پر شاعر غالب ہورہا

تھا، جن کی رِکاب وہ تھامے ہوئے تھا اور ان کے اظہار کا صحیح موقعہ دیکھ رہا تھا، چنانچہ اُس وقت شاعر نے دیکھا کہ انہیں بیان کرنے کا وقت آ گیا ہے''۔

''رموزِ بے خودی'' ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کا آخری باب ''عرضِ حالِ مصنف بحضور رحمۃ للعالمین ﷺ'' کے عنوان سے ہے۔ اس کی ابتداء میں ایک مثنوی ''پیش کش بحضورِ ملت اسلامیہ'' ہے۔ اقبال کے نزدیک حیات ملیہ کا انتہائی کمال یہ ہے کہ قوم کے افراد کسی آئین مسلم کی پابندی سے اپنے جذبات اور میلانات کے حدود مقرر کریں تاکہ انفرادی اعمال کا تباین و تناقض مٹ کر تمام قوم کے لیے ایک قلب مشترک پیدا ہو جائے۔ افراد کی صورت میں احساسِ نفس کا تسلسل قوت حافظہ پر موقوف ہے لیکن اقوام کے حق میں اس کا تسلسل اور استحکام قومی تاریخ کی حفاظت میں مضمر ہے یعنی قومی تاریخ حیاتِ ملّیہ کے لیے بمنزلہ قوّتِ حافظہ ہے جو اس کے مختلف مراحل کے احساسات اور اعمال کو مربوط کر کے ''قومی خودی'' کا زمانی تسلسل قائم اور محفوظ رکھتی ہے''۔ ۵

رموزِ بے خودی کی ابتداء میں اسی متذکرہ بالا نظریے کے زیرِ اثر اقبال نے پہلے امت مسلمہ کو مخاطب بنایا ہے۔ اس میں اقبال نے ملت اسلامیہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ تو اپنے پیغمبر خاتم الرسل کی طرح آخری اُمت ہے، تمام اقوام کی خاتم ہے، تیرے بعد کوئی دوسری ملّت نہیں آئے گی، جو آغاز ہوا تھا تجھ پر اس کا اختتام ہوا۔ تیرے پاک بازوں کی مثال سابقہ امم کے پیغمبروں جیسی ہے جن کا امتیاز یہ ہے کہ خود عشقِ حق میں جگر چاک ہیں مگر دلوں کا رفو کرتے ہیں (مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے دُکھ درد کا مداوا کرتے ہیں)۔ لیکن اے اُمت مسلمہ! تیرا یہ حال ہو گیا ہے کہ آسمان ہر چند تیرے کوچے اور رہگزر کے گرد و غبار کی ایک مٹھی ہے اور تو اتنی حسین و خوبصورت ہے کہ تمام دنیا کی نگاہیں تجھ پر پڑ رہی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ معراج کی صورت میں تجھے وہ مقامِ بلند عطا ہوا ہے کہ آسمان تیرے راستے کی گرد ہو گیا ہے۔ لیکن تیری کیفیت یہ ہے کہ تو موجِ بحر کی مانند بے قرار ہو کر دوسری طرف چلی جا رہی ہے، اپنے مقصدِ حیات سے منحرف

ہو رہی ہے۔ تجھے ذوقِ تماشا کہاں لیے جا رہا ہے، تو کس کے نظارے کے لیے جا رہی ہے؟ یعنی دنیا تو تیری محتاج ہے اور تو اپنا دستِ سوال کسی اور کے آگے دراز کر رہی ہے۔ تجھے پروانے سے جلنے کا انداز سیکھنا چاہیے اور چنگاریوں میں اپنا آشیاں تعمیر کرنا چاہیے۔ اپنے وجود میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انداز پیدا کر اور دوبارہ اپنے پیمانِ نیاز و وفا کو سیکھ:

اے ترا حق خاتمِ اقوام کرد　　بر تُو ہر آغاز را انجام کرد
اے مثالِ انبیاء پاکانِ تُو　　ہمگر دِلہا جگر چاکانِ تُو
اے فلک مشتِ غبارِ کوئے تُو　　اے تماشا گاہِ عالمِ روئے تُو
ہمچو موج آتش تہ پا میروی　　تو کجا بہرِ تماشا میروی
رمز سوز آموز از پروانۂ　　در شرر تعمیر کن کاشانۂ
طرحِ عشق انداز اندر جانِ خویش　　تازہ کن با مصطفےٰ پیمانِ خویش

اس مثنوی کے اخیر میں اب روئے سخن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پھیرا۔ بقولِ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ:

"ثم یعد بالمثول بین یدی الرسول (ﷺ) فیصلی و یسلّم علیه فما یفتح الله به علیه و ینتهز الفرصة فیحدثه عن نفسه و بلاده والفترة التی یعیش فیها و عن أُمته و عن الأزمات والمشکلات التی تعانیها وما فعل بها الزمان وطوارق الحدثان وما فعلت بها هذه الحضارة الغربیة والفلسفات المادیة وما فعلت برسالتها والأمانة التی حملتها وأین من ماضیها و خصائصها یرثی لها تارة و یبکی و یشکو هامرة و یعاقب و یشکو غربته فی وطنه و وحدته فی مجتمعه و ضیعة رسالته فی أُمّته"۔

"پھر انہیں رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور کچھ عرض معروض کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ وہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ ذی احترام میں اُن الفاظ کے ذریعے درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس مقدس بارگاہ میں اُن پر کھولے۔ وہ اس فرصت کا مغتنم سمجھتے ہیں، اپنے احوالِ زار بیان کرتے ہیں، اپنے وطن کے بارے

میں کچھ عرض داشت کرتے ہیں، جن پُر آشوب دور میں جی رہے تھے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اُمت کے حالات سامنے رکھتے ہیں، اسے جن مصائب و مشکلات کا سامنا ہے اس سے پردہ اٹھاتے ہیں، وقت کی ستم ظریفی اور دفعتاً و ناگہانی حوادث نے، مغربی مادّی تہذیب نے، مادّی فلسفوں نے اس اُمت کے ساتھ جو کچھ کیا اس کو بارگاہِ رسالت میں پیش کرتے ہیں، خود اس اُمت نے اس پیغام اور امانت کے ساتھ جو کچھ کیا، اس کا ماضی کیا تھا؟ اس کے امتیازات کیا تھے؟ اس کا مرثیہ پڑھتے ہیں، کبھی روتے ہیں، کبھی شکوہ سنج ہوتے ہیں، ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں وطن میں اپنے اجنبی اور معاشرے میں اکیلے ہونے کی شکایت کرتے ہیں۔ اس بات پر کُڑھتے ہیں کہ اُن کا پیغام اُمت نے ضائع کیا۔

اے ظہورِ تُو شبابِ زندگی جلوہ ات تعبیرِ خواب زندگی
اے زمیں از بارگاہست ارجمند آسماں از بوسہٴ بامت بلند
شش جہت روشن ز تابِ روئے تو ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو
از تو بالا پایہٴ ایں کائنات فقرِ تُو سرمایہٴ ایں کائنات
در جہاں شمعِ حیات افروختی بندگاں را خواجگی آموختی

''اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ ﷺ کی تشریف آوری سے زندگی میں شباب آیا، اور آپ ﷺ کی جلوہ افروزی سے زندگی کے خواب کو تعبیر مل گئی، آپ کی وجہ سے زمیں سعادتِ ارجمندی پا گئی اور آسماں آپ ﷺ کے بوسے سے شرفِ بلندی سے ہمکنار ہوا۔ آپ ﷺ کے چہرہٴ مبارک کے نور سے تمام جہات روشن ہوئے۔ تمام عالم کے لوگ، ترک و تاجک و عرب، آپ ﷺ کی غلامی کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ اس کائنات کا درجہ صرف آپ ﷺ کی وجہ سے بلند ہوا اور آپ ﷺ کا فقر ہی اس کائنات کا اصلی سرمایہ ہے۔ آپ ﷺ نے دنیا میں شمعِ حیات کو فروزاں کیا اور غلاموں کو درسِ سیادت دیا۔

بارگاہِ رسالت (علی صاحبہا الف الف تحیۃ) میں شاعر کی طبیعت کھل جاتی ہے، برسوں کا دل میں چھپا ہوا درد زبان پر آجاتا ہے، اُمت بے عملی اور بدعملی کے جس قعرِ مذلت میں گرچکی ہے اس کی حکایت لبوں پر آجاتی ہے ؎

مسلم از سرِّ نبی بیگانہ شد باز ایں بیت الحرم بت خانہ شد
از منات و لات و عُزیٰ و ہُبل ہر یکے دارد بُتے اندر بغل
شیخِ ما از برہمن کافر تر است زانکہ او را سومنات اندر سراست
رختِ ہستی از عرب بر چیدہٗ در خمستانِ عجم خوابیدہٗ
شل زبر خابِ عجم اعضائے اُو سرد تر از اشکِ او صہبائے اُو

مسلمان سرِّ نبی ﷺ سے بیگانہ ہوگئے ہیں۔ان کا بیت الحرام بُت خانے میں تبدیل ہوچکا ہے۔الگ الگ قسم کے بُت ہیں۔منات ولات وعزیٰ وہبل۔ہر شخص بغل میں ایک بُت لیے ہوئے ہیں۔ ہمارے شیخ کفر میں برہمن سے آگے بڑھ چکے ہیں۔ ان کے سروں میں سومنات بسا ہوا ہے۔عرب سے وہ اپنا ساز وسامان اٹھا چکے ہیں اور عجم کے میکدوں میں خوابیدہ پڑے ہوئے ہیں۔ان کے اعضاء عجم کے برف آمیز پانی سے شل ہوچکے ہیں۔ان کی شراب اُن کے اشکوں سے زیادہ سرد ہے۔

اقبال کے زمانے میں دنیائے عرب پر جو زوال وادبار چھایا ہوا تھا آج اُس میں چند در چند اضافہ ہوا ہے۔اقبال زندہ ہوتے تو اپنے اشعار کی عملی تفسیر دیکھ لیتے کہ کس طرح عربوں نے واقع میں اپنے علاقہ جات میں منات، لات، عُزیٰ، ہُبل کو نئے سرے سے زندہ کیا ہوا ہے۔وہ برہمنوں سے زیادہ کافر اور اپنے فکر ونظر میں عین سومنات ہوچکے ہیں۔

ہمچو کافر از اجل تر سندہٗ سینہ اش فارغ ز قلب زندہٗ
نعشش از پیشِ طبیباں مردہ ام در حضور مصطفیٰؐ آوردہ ام

ان دوشعروں میں اقبال نے گویا اپنا قلم توڑ کے رکھ دیا ہے۔فرماتے ہیں اے اللہ کے رسول! کافروں کی مانند مسلمان آج موت سے خوف زدہ ہیں۔ یہ دنیا سے حد سے زیادہ محبت

کرنے کا نتیجہ ہے کہ ان کے سینوں میں دِل بیدار نہیں دھڑکتا۔ طبیبوں نے اُمت مسلمہ کے اس لاشے کو مُردہ قرار دیا ہے۔ میں اسے اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر آیا ہوں۔

اقبال نے سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غائر نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ یہ بات اُن کے عقیدے میں شامل تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اطہر تمام ظاہری و باطنی کمالات کا نقطۂ عروج ہے۔ ہر طرح کی سعادت و برکت کا سر چشمۂ سرمدی ہے بلکہ دین درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی کا دوسرا نام ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے تعلق وارتباط کی حس اتنی بڑھ چکی تھی کہ کسی نے اُن کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ مبارک کیا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ پروفیسر محمد طاہر فاروقی لکھتے ہیں:

''علامہ کی طبیعت میں اس قدر سوز و گداز تھا اور آپ حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس قدر سرشار تھے کہ جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر ہوتا بے تاب ہوجاتے اور دیر تک روتے رہتے''۔ ۸

حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقبال کے یہاں کوئی مجرد نظریاتی عقیدہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا طاقتور روحانی و عملی محرّک ہے جو عاشق کو اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُبھارتا ہے۔ محبت اتباع کے بغیر ایک ہوا کا جھونکا ہے، پھوس کی آگ ہے جو آگ تو پکڑ لیتی ہے لیکن اس سے انگارہ نہیں بنتا ے

رنگ کچا ہو تو کچھ دن میں اُتر جاتا ہے
پھوس کی آگ کا بنتا ہے کہاں انگارہ
(شاہد احسن مراد آبادی)

پروفیسر سید عبدالرشید فاضل نے ایک عمدہ بات لکھی ہے:

''عشق کی آخری منزل طلبِ خدا ہے جو اطاعت اور بندگی سے شروع ہوتی

ہے تخلقو ا با خلاق اللہ پر عمل پیرا ہو کر صفاتِ الٰہیہ کو اپنے اندر جذب کرنے سے درجۂ کمال پر پہنچتی ہے''۔

اقبال فرماتے ہیں اے غافل اطاعت میں سرگرم رہ۔ بظاہر یہ جبر ہے لیکن اسی جبر سے اختیار کا رتبہ حاصل ہوگا۔ اتباع اور فرماں برداری سے نااہل بھی اہل بن جاتا ہے۔ آگ بھی ہو تو اس کے شعلے بجھ جاتے ہیں ۔

در اطاعت کوش اے غفلت شعار　　می شود از جبر پیدا اختیار
ناکس از فرماں پذیری کس شود　　آتش از باشد ز طغیاں خس شود

آخر پر فرماتے ہیں:

باز اے آزادِ دستورِ قدیم　　زینتِ پاکن ہماں زنجیر سیم
شکوہ سنج سختیِ آئیں مشو　　از حدودِ مصطفےٰ بیروں مرو

اے قدیم دستور سے آزاد و بے تعلق رہنے والے تو پھر سے وہی چاندی کی زنجیر پاؤں میں ڈال یعنی اپنے قدیم دستور (قرآن وسنت) سے اپنے آپ کو جوڑ دے۔ اس آئین کی سختی کا گلا نہ کر، حدودِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باہر نہ جا''۔

علامہ اقبال نے بارگاہِ رسالت میں مختلف و مؤثر اسالیب اور پیرایوں میں عرض معروض کی شمع روشن کی ہے۔ جب وہ تخیّل کی دنیا سے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو ان کی شاعری کے سرچشمے یکا یک پھوٹ پڑتے ہیں۔ لفظوں کے موتی ڈھلنے لگتے ہیں۔ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجیں بحرِ قلب سے اٹھنے لگتی ہیں۔ شاعری اعجاز کا روپ دھار لیتی ہے۔ گویا الہام کی زنجیر ہاتھ آئی ہو۔ مضامین کا تسلسل بندھ جاتا ہے۔ میر غلام بھیک نیرنگ تحریر فرماتے ہیں:

''اقبال کا قلبی تعلق حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات قدسی صفات سے اس قدر نازک تھا کہ حضور کا ذکر آتے ہی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی اگر چہ وہ فوراً ضبط کر جاتے تھے چونکہ میں بار ہا ان کی یہ کیفیت دیکھ چکا ہوں اس لیے میں نے ان کے سامنے تو نہیں کہا،

مگر خاص لوگوں سے بطورِ راز ضرور کہا کہ یہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد پاک پر حاضر ہوں گے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے، وہیں جاں بحق ہو جائیں گے۔ میرا اندازہ یہی تھا، اللہ بہتر جانتا ہے''۔(اقبال، اکتوبر ۱۹۵۷، ص ۳۰)۔۱۰

اقبال نے ابتدائی دورِ سخن میں ایک نعت کہی تھی جو ہر چند روایتی نعت گوئی کا ایک نمونہ ہے تاہم یک گونہ ندرت اس میں بھی پائی جاتی ہے۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کناں ہیں:

ہنسی بھی کچھ کچھ نکل رہی تھی، مجھے بھی حشر میں تاکتی تھی
کہیں شفاعت نہ لے گئی ہو، میری کتابِ عمل اٹھاکر
یہ پردہ داری تو پردہ در ہے مگر شفاعت کا آسرا ہے
دبک کے محشر میں بیٹھ جاتا ہوں دامنِ تر میں منہ چھپاکر
شہیدِ عشقِ نبی ہوں میری لحد پہ شمعِ قمر جلے گی
اٹھاکے لائیں گے خود فرشتے چراغ خورشید سے جلاکر
خیالِ راہِ عدم سے اقبال تیرے در پہ ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ سفر نہیں ہے صلہ مری نعت کا عطا کر

یورپ سے مراجعت کے بعد ایک نظم ''بلادِ اسلامیہ'' کہی۔ اس کے ابتدائی اشعار میں دلّی، بغداد، قرطبہ، قسطنطنیہ جیسے عظیم علمی گہواروں کا مرثیہ پڑھا اور اپنی عظمتِ رفتہ کا رونا رویا۔ اقبال ان کی علمی سطوت کے زوال پر آنکھوں سے خون بہاتے ہیں۔ اس کے بعد مدینہ منورہ سے خطاب کرتے ہیں:

وہ زمین ہے تُو مگر اے خواب گاہِ مصطفٰے
دید ہے کعبے کو تیری حجِّ اکبر سے سوا
خاتمِ ہستی ہے تو تاباں ہے مانندِ نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
تجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی

نام لیوا جس کے شاہنشاہ عالم کے ہوئے
جانشیں قیصر کے وارث مسندِ جم کے ہوئے
ہے اگر قومیتِ اسلام پابندِ مقام
ہند ہی بنیاد اُس کی ہے، نہ فارس ہے نہ شام
آہ یثرب دیس ہے مسلم کا تُو، ماوا ہے تُو
نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو
جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

بانگِ درا میں نہایت عمدہ مگر قلب وجگر کو شق کر دینے والی ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے ''حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں''۔ یہ ایک ترکیب بند نظم ہے اور تین بندوں پر مشتمل ہے۔ اس نظم کا پسِ منظر یہ ہے کہ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۱ء کو اٹلی نے شمالی افریقہ کے بعض علاقوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے سلطنتِ عثمانیہ کو آخری انتباہ دیا اور ۳۰ ستمبر کو طرابلس پر قبضہ کرلیا۔ کہا جاتا ہے کہ اٹلی کی فوجوں نے طرابلس کے مسلمانوں پر ظلم وستم اور قتل وغارت کا بازار گرم کر دیا تاہم طرابلس کے باسیوں نے بے شمار قربانیاں دے کر اطالوی فوجوں کو ساحل کی طرف دھکیل دیا۔ علامہ اقبال نے اس معرکے میں شہید ہونے والی ایک لڑکی ''فاطمہ بنت عبداللہ'' پر الگ سے بھی نظم لکھی ہے۔

پہلے بند میں شاعر کہتے ہیں کہ زمانے کا ہنگامہ اپنی ابتداء ہی سے مجھ پر نہایت گراں گزرا کیونکہ یہ ہنگامہ پیراہن کو چاک اور جگر کو چھلنی کر دینے والا تھا۔ ہر چند میں نے اسی دنیا میں زندگی بسر کی جو صبح اور شام سے ترکیب پاتی ہے بایں ہمہ اس کہنہ عالم کے نظام سے مجھے کبھی آگہی نہ ہوسکی۔ فرشتے مجھے آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گئے جو عین رحمت ہی رحمت ہے۔ دوسرے بند میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو نقل کی۔ اقبال حضور رسالتمآب میں حاضر ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقبال سے تخاطب فرماتے ہیں کہ اے باغِ حجاز کے بلبل! تمہاری نوا کی حرارت سے کلی کلی میں درد جاگا ہے۔ تمہارا دل ہمیشہ میری محبت کی شراب سے لبریز رہتا ہے۔ تمہارا

انکسار خاکساری والے سجدے کے لیے باعثِ رشک ہے۔ دنیا کی پستی سے اُڑ کر تو سوئے آسماں آ گیا ہے۔ تجھے فرشتوں نے پرواز کی بلندی سکھائی ہے۔ تو خوشبو کی طرح باغ سے نکل کر آیا ہے۔ بھلا یہ تو بتلا کہ میرے لیے کیا تحفہ لایا ہے۔ اس کے جواب میں اقبال نے جو کچھ کہا اُسے انہی کے شاعرانہ اسلوب میں پڑھیے ؎

حضورؐ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاضِ ہستی میں
وفا کی جس میں ہو بُو وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں
جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تری اُمت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

آخری شعر کہنا چاہیے کہ پوری نظم کی روح ہے۔ آج اقبال زندہ ہوتے اور امت اسلامیہ پر ہو رہے اغیار کے پے در پے حملوں کو بچشمِ خود دیکھتے تو یقین ہے کہ طرابلس کی بجائے فلسطین کے معصوموں کا خون بارگاہِ رسالت میں پیش کرتے۔

''ضربِ کلیم'' میں ایک نظم ''اے روحِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں کہ ملتِ مرحوم کا شیرازہ بکھر گیا، اب آپؐ ہی بتائیں کہ آپؐ کا مسلمان کہاں جائے، دنیائے عرب میں طوفان کی لذت باقی نہیں رہی، مراد یہ ہے کہ عربوں میں جواں مردی کے اوصاف زائل ہو چکے ہیں۔ ان کی بہادری کو زنگ لگ چکا ہے لہٰذا میرے وجود میں جو طوفان پنہاں ہے وہ کہاں جائے؟ اُمت کا حُدی خواں (ممکن ہے اپنی ذات کی طرف اشارہ ہو) زاد و راحلہ و قافلہ کے بغیر ہے۔ اس کوہ و بیاباں میں وہ کہاں جائے؟ آخری شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مقدس کو مخاطب کرتے ہیں ؎

اس راز کو تُو فاش کر اے روحِ محمدؐ
آیاتِ الٰہی کا نگہباں کدھر جائے

اقبال نے یقیناً رسولِ تاجدار ﷺ کے مرقد اقدس پر حاضری کی سعادت نہیں پائی، ان کے احوال سے پتہ چلتا ہے کہ اس عدمِ حضوری میں بھی شرمندگی، حجاب اور انکسار کا جذبہ کارفرما تھا۔

بہ پایاں چوں رسد ایں عالم پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضورِ خواجہؐ ما را
حسابِ مَن بچشمِ اُو نہاں گیر

''اے میرے رب! یہ جہانِ پیر اپنے انجام کو پہنچ جائے اور ہر پوشیدہ تقدیر ظاہر ہو جائے تو اس دن مجھے میرے آقا و مولا کے حضور رسوا نہ کرنا، میرا نامہ اعمال آپؐ کی نگاہوں سے چھپا رکھنا''۔

پس جو شخص روزِ قیامت حضور پُرنور ﷺ کا سامنا کرنے کی ہمّت نہیں رکھتا تھا، وہ آپ ﷺ کے مرقد مبارک پر حاضری دینے میں کتنا حجاب محسوس کرتا ہوگا ظاہر ہے۔

فقیر سیّد وحیدالدین صاحب ''روزگارِ فقیر'' (ج ا،ص ۳۶،۷ ۳) میں لکھا ہے:

''جب ڈاکٹر صاحب راونڈ ٹیبل کانفرنس سے واپس ہوئے تو والد مرحوم ان سے ملنے گئے، بڑی مدّت کے بعد ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تھی اس لیے بڑے تپاک سے ملے اور ڈاکٹر صاحب سے ان کے سفر کے تجربات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ والد مرحوم نے اثنائے گفتگو میں کہا: اقبال! تم یورپ ہو آئے، مصر اور فلسطین کی بھی سیر کی۔ کیا اچھا ہوتا واپسی پر روضۂ اطہر کی زیارت سے بھی آنکھیں نورانی کر لیتے۔ یہ سنتے ہی ڈاکٹر صاحب کی حالت دگرگوں ہوگئی یعنی چہرے پر زردی چھا گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ چند لمحے تک یہی کیفیت رہی۔ پھر کہنے لگے۔ فقیر! میں کس منہ سے روضۂ اطہر پر حاضر ہوتا''۔[۱۱]

بایں ہمہ انہوں نے اپنے اشعار میں رسول محترم ﷺ کو مخاطب بنایا، آپ ﷺ کے حضور میں اپنا دکھڑا بیان کیا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اپنے کلیجے کے ٹکڑے بارگاہِ تقدس مآب میں پیش کیے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے صحیح لکھا ہے:

"رسولِ اکرم ﷺ کی روحانیت اور فیض رسانی سے وہ نہ صرف ذاتی طور پر متمتع ہونا چاہتے ہیں بلکہ آرزومند ہیں کہ ملّتِ اسلامیہ بھی انؐ کے لطف و کرم سے مستفید و فیض یاب ہو"۔ (ص ۱۲)

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے خوب لکھا ہے کہ اقبال مسلمانوں کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں انہیں وہ چیزیں نظر آتی ہیں جن سے ہر مسلمان شرما جائے۔ اس میں کوئی شئے ایسی نہیں جو رسالتِ محمد (علی صاحبھا الف الف تحیۃ) سے لگا کھاتی ہو، یا آپ ﷺ کی تعلیم اور بلند مثالی سے موافقت رکھتی ہو، اس میں شرک ہے، غیر اللہ کی عبادت ہے، سرکشوں اور نافرمانوں کے حضور سرافگندگی ہے، اس سے اقبال کی پیشانی عرق آلود ہوتی ہے، اقبال یہ سب بارگاہِ رسالت میں بیان کرتے ہیں، اپنے سر کو بوجہ حیاء و خجالت دیوار سے ٹکرانا چاہتے ہیں، پوری صراحت و اعتراف کے ساتھ نہایت بلیغ اور معجز نما اسلوب میں کہتے ہیں:

"ما كُنّا جديرين بك يا رسول الله"
اے اللہ کے رسول! ہم آپؐ کے لائق نہیں تھے [۱۳]

مصادر

[۱]: ذکرِ اقبال، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، ص ۲۵۸، دارالاشاعت مصطفائی دہلی، سن اشاعت: ۲۰۱۶ء۔

[۲]: ایضاً، ص ۲۰۹۔

۳.........: مقالاتِ اقبال، مرتب: سید عبدالواحد معینی، ص ۲۳۷ / ۲۳۸، القمر انٹر پرائزز، غزنی اسٹریٹ اُردو بازار لاہور، طبع ۲۰۱۱ء۔

۴: روائع اقبال، مولانا ابوالحسن علی ندوی، ص ۱۸۷، المجمع الاسلامی العلمی، ندوۃ العلماء، لکناؤ الھند، طبع خامس (۵)، ۱۹۹۱ء۔

۵: شرح کلیاتِ اقبال فارسی، پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، ص ۱۳۷، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی، اکتوبر ۲۰۲۲ء۔

۶: ایضاً، ص ۱۳۸، ۱۳۹۔

۷: روائع اقبال، مولانا ابوالحسن علی ندوی، ص ۱۸۸، ۱۸۹، المجمع الاسلامی، ندوۃ العلماء، لکناؤ الھند، طبع خامس (۵)

۸: سیرتِ اقبال، پروفیسر محمد طاہر فاروقی، ص ۹۰، ۹۱، اریب پبلیکیشنز دہلی، طبع ۲۰۲۱ء۔

۹: علامہ اقبال اور تصوف، ص ۶، بحوالہ اقبال اور محبت رسول ﷺ، ص ۳۶، پروفیسر طاہر فاروقی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی ۱۹۹۲ء۔

۱۰: اقبال اور عشق رسالتمآب، سید عبدالرشید فاضل، ص ۵۱، ۵۲، بحوالہ اقبال اور محبت رسولؐ، ص ۱۱۶، طاہر فاروقی، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، ۱۹۹۲ء۔

۱۱: اقبال اور محبت رسولؐ، طاہر فاروقی، ص ۶، اریب پبلیکیشنز دہلی، طبع، ۲۰۲۱ء۔

۱۲: علامہ اقبال اور میر حجاز، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ص ۴۲، منشورات، لاہور طبع سوم ۲۰۱۶ء۔

۱۳: روائع اقبال، مولانا ابوالحسن علی ندوی، ص ۱۹۵، المجمع الاسلامی العلمی، ندوۃ العلماء لکناؤ الھند، طبع خامس (۵) ۱۹۹۱ء۔

***

میر امتیاز آفریں
کانیر بڈگام کشمیر

کشمیری زبان میں نعتیہ شاعری: ایک مختصر جائزہ

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جو عام طور پر وصف اور تعریف وخوبی کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ شعری اصطلاح میں نعت اس شاعرانہ اظہار کو کہا جاتا ہے جس کا موضوع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود، اخلاق حسنہ، عظمت و رفعت اور سیرت وشمائل ہیں۔ مشہور مستشرق مارگولیتھ کے الفاظ میں "محمد ﷺ کے مداحوں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے۔" مسلمانوں کا اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے حالات اور واقعات کا ایک ایک حرف نثر ونظم کے ذریعے منتقل کردیا اور دنیا کے کونے کونے تک نعتِ نبیؐ کے ترانے پہنچائے۔

عربی زبان میں نعت کی روایت حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ جیسے جلیل القدر صحابہ سے شروع ہوتی ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے ان اشعار سے کون واقف نہیں:

وَأَحسَنُ مِنكَ لَم تَرَ قَطُّ عَينِی
وَأَجمَلُ مِنكَ لَم تَلِدِ النِساءُ
خُلِقتَ مُبَرَّءً مِن كُلِّ عَيبٍ
كَأَنَّكَ قَد خُلِقتَ كَما تَشاءُ

(ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین میری آنکھ نے ہرگز نہیں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ جمیل کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عیب سے پاک وصاف پیدا کئے گئے، گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح پیدا کئے گئے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا۔)

حتیٰ کہ حسان بن ثابتؓ کا مکمل دیوان بھی شائع ہو چکا ہے اور اس کا تحقیقی اردو ترجمہ بھی مولانا اویس سرور نے کیا ہے۔ نعت گوئی کا یہ نورانی وعرفانی سلسلہ تابعین، تبع تابعین اور متاخرین کے ذریعے پورے عالم میں اپنی ایک منفرد پہچان بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

کشمیر کے تناظر میں بات کریں تو نعتِ رسول ﷺ کا ایک گرانقدر اثاثہ اور ورثہ ہمارے پاس موجود ہے۔ جہاں تک کشمیری زبان کا تعلق ہے، شاید ہی کوئی مسلمان شاعر گزرا ہو جس نے کوئی نہ کوئی نعت نہ کہی ہو۔ شیخ العالم شیخ نورالدین نورانیؒ سے لے کر پیر عزیز اللہ حقانی تک، فاضل کشمیری سے رحمٰن راہی ومرغوب بانہالی تک اور رفیق راز سے غلام حسن غمگین تک شاید ہی کوئی شاعر ہوگا جس نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عقیدت کے پھول نچھاور نہ کئے ہوں۔

دراصل مسلمانانِ کشمیر کی خمیر میں غیر معمولی طور پر جزبہ عشق رسول ﷺ بدرجہ اتم موجود ہے اور خدا کے ساتھ رسولِ خدا ﷺ کا نام لینا ان کی تہذیب وثقافت کا ایک جزو لاینفک ہے۔ یہاں کی خلوتوں اور جلوتوں میں ذکرِ رسولؐ کے زمزمے گونجتے رہتے ہیں۔ خداوند قدوس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کے بعد یہاں اکثر

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ
وسلم علیک یا حبیب اللہ

کے زمزمے گونجتے ہیں اور اس درود وسلام کے ساتھ کوئی نہ کوئی نعت ضرور جہر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی غیر معمولی عقیدت اور تعظیم وتوقیر کا اظہار

کشمیر کے شعراء نے بھی اپنے اپنے انداز میں کیا ہے۔

چونکہ کشمیری زبان میں باقاعدہ طور پر شاعری کا آغاز چودھویں صدی عیسوی میں لل دید اور شیخ العالم سے ہوتا ہے۔ لل دید کی شاعری میں گو نعتیہ شاعری کے نمونے دیکھنے کو نہیں ملتے مگر شیخ العالمؒ (1377–1438ء) کے اس موضوع کئی اشعار موجود ہیں۔ اگر چہ ان کی شاعری پر زیادہ تر پیامی رنگ غالب ہے اور وہ دین اسلام کی تبلیغ کو اپنا مقصد بناتے ہیں مگر ساتھ ہی کچھ مواقع پر انہوں منفرد انداز میں بارگاہ رسالت ﷺ میں والہانہ خراج عقیدت بھی پیش کیا ہے۔

پاری پاری لگی ز تس پیغمبرس
یس سندس دورس رحمت چھے جاری
کالی ییلہ ہکھ لگہ روز محشرس
تس کن وومیدوار آسن ساری

(ترجمہ: نثار ہو جایئے اس پیغمبر اعظم و آخر ﷺ پر جس کے دورِ نبوت پر اللہ کی رحمتیں ہمیشہ جاری و ساری ہیں۔ روزِ محشر جب لوگوں سے حساب لیا جائے گا تو سب لوگ ان ہی کے دربار میں شفاعت کی امید لے کر حاضر ہونگے۔)

ایک اور جگہ کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

محمدؐ ژور یار برحق گنزرکھ
تمَن نِش اندنے ساری نیاے
جان پان پنن تمن پتہ بنزرکھ
سوے چھے تور ںکش بڈ رہکاے

(ترجمہ: حضرت محمد ﷺ اور ان کے خلفائے راشدین کو برحق جان لو تو تمہارے سارے مسائل حل ہونگے۔ اپنی زندگی اور اپنا مال ان پر فدا کر دوگے تو یہی آخرت میں تمہارے لئے ذریعہ نجات ثابت ہوگا۔)

ڈاکٹر عزیز حاجنی کے مطابق شیخ العالمؒ کے بعد تقریباً ڈیڑھ سو سال تک کشمیری ادب میں

ایک حیرت انگیز خلا پایا جاتا ہے، حتیٰ کہ حبیب اللہ نوشہری حبیؔ (1555-1617ء) کشمیر کے ادبی افق پر نمودار ہوتے ہیں جن کی یہ نعت آج بھی ذوق وشوق کے ساتھ گنگنائی جاتی ہے۔

کنت کنزاً آویے
جلوہ ماران دراویے
نحن اقرب آو یے
یار گڑھوو دپوے

(یعنی کنت کنزً مخفیاً کے روپ میں آپ ﷺ جلوہ افروز ہوئے اور شہ رگ سے بھی قریب ہوکر سب کے پیارے حبیب ہوگئے)

حبیب اللہ نوشہری کی شاعری پر فلسفہ وحدت الوجود کا رنگ غالب ہے جو انہوں نے کچھ فارسی شعراء کی تقلید میں اختیار کیا ہے اور انہوں نے نعت میں بھی یہی طرز اختیار کیا ہے۔

حبیؔ کے بعد سید محمد فاخرؔ، میر سعد اللہ شاہ آبادی اور میر عبد اللہ بیہقی نے کچھ عمدہ نعتیں کہی ہیں۔

جہاں تک کشمیری زبان میں نعت گوئی کا تعلق ہے محمود گامی (1765-1855ء) غیر معمولی مقبولیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کی لکھی ہوئی نعتیں ایک طویل عرصے سے مساجد وخانقاہوں میں ذوق وشوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ شاید یہ مقبولیت انہیں اس لئے حاصل ہوئی کیونکہ انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کشمیری عوام کے مزاج کے عین مطابق تحریر کی ہے۔

مہربان گژھتہ بمن یا محمدؐ
بہٖ وندے سر قدمن یا محمدؐ
شبِ معراج ژے پتہٖ اقتداء کور
نبی ہیتھ آدمن یا محمدؐ

(ترجمہ: محمد مصطفیٰ ﷺ مجھ پر اپنی مہربانی فرمائیں کہ میری یہی آرزو ہے کہ آپ کے قدموں میں اپنا سر نچھاور کروں۔

آپ کی یہ شان ہے کہ شبِ معراج آپ کی اقتداء میں حضرت آدم علیہ السلام سمیت تمام پیغمبروں نے نماز ادا کی۔)

محمود گامی کے بعد قطب الدین واعظؔ، مولوی محمد خضر مقبلؔ، ولی اللہ متو وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اسی دور میں مقبول شاہ

کرالواری (1802-1877) نے بھی کچھ خوبصورت نعتیں تخلیق کیں اور اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

کشمیری قوم چونکہ زیادہ تر غلامی اور محکومیت کی شکار رہی ہے لہذا ناامیدی اور مایوسی اس کی نفسیات پر حاوی رہی ہے۔ایسی بے بسی میں مدد کے لئے یا تو وہ اللہ کو پکارتے ہیں یا اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں استغاثہ پیش کرتے ہیں۔غالباً یہی وجہ ہے کہ کشمیری نعت میں زیادہ تر شاعر اپنی بے کسی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے بعد بارگاہ رسالتؐ میں رقت اور انکساری کے ساتھ اس طرح عرضی پیش کرتے ہیں گو یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے جلوہ افروز ہیں۔

عربہِ کہ سردار عجمہ کہ راجے
شاہ معراجے کر سون پائے

(ترجمہ: اے سردارِ عرب، شاہِ عجم اور شہِ معراج ﷺ ہماری چارہ جوئی فرمایئے!)

ثناءاللہ کریری (1813-1875) کی یہ نعت آج بھی زبان زدعام ہے:

ہا وارِو واتھنا توٹھ ے بیتہ ڈاف تراوتھ مصطفیٰؐ
احوال میانی تس ونکھ سے ہو کریم دادین دوا
اِستادِ روزِتھ عرض کر، کاشر غریبا پیوو پتھر
بے چار وبیکس بے ہنر، بے یار و یاور بے نوا

(ترجمہ: اے بادِصبا! اس جگہ سے گزر جہاں پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ استراحت فرما رہے ہیں۔ میرے احوال ان کے سامنے بیان کر کہ وہ میرے امراض کی شفایابی کا سامان

فرمائیں۔ باادب استادہ ہوکر عرض کرنا کہ ایک کشمیری غریب لاچار، بیکس، بے ہنر، بے یار و بے نوا گرا پڑا ہے۔)

اسی طرح عبدالاحد ناظمؔ، امیر شاہ کریری، عبدالاحد نادمؔ اور پیر عزیز اللہ حقانی نے بھی اپنے اپنے انداز میں کچھ بہترین نعتیں تخلیق کی ہیں۔ عبدالاحد نادم (1839-1890) کو ناجی منور اور شفیع شوق نے کشمیری زبان کا سب سے بڑا نعت گو شاعر تسلیم کیا ہے کیونکہ وہ پہلے کشمیری شاعر ہیں جنھوں نے اپنی تمام تخلیقی صلاحیتوں کو نعت لکھنے کے لئے وقف کیا۔ ان کی نعت گوئی میں رومی، سعدی، جامی اور نظامی کا رنگ دیکھنے کو ملتا ہے۔

عربی شاہا مدنی ماہا
اَسہِ گوژھ گٹہِ منز گاہا چون
ماہا تعریف چونے طاہا
اَسہ گوژھ گٹہِ منز گاہا چون

(ترجمہ: بادشاہِ عرب اور مدینے کے چاند! ہمیں اندھیروں میں آپ کی ہی روشنی درکار ہے۔ آپ کی تعریف یہ ہے کہ آپ کو طہٰ کہا گیا ہمیں اندھیروں میں آپ کی ہی روشنی درکار رہے۔)

پیر عزیز اللہ حقانی کی یہ نعت کشمیری نعتیہ شاعری کا شاہکار تصور کی جاتی ہے۔

گوو جہاں تازٕ بہ رخسارِ رسولِ عربیؐ
روٹ گلو مشک زِ گفتارِ رسول عربیؐ

(ترجمہ: پورا عالم رسول عربی ﷺ کے رخسارِ مبارک سے تر و تازہ ہوا اور پھولوں نے آپ ﷺ کے گفتار سے ہی مہک حاصل کی ہے۔)

ابتداء سے ہی کشمیری ادب پر صوفی شاعری کا زبردست غلبہ رہا ہے۔ لل دید سے لے کر احد زرگر تک کئی مقتدر صوفی شعراء نے اپنی غیر معمولی فنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے اور ان کا کلام آفاقی نوعیت کی artistic excellence رکھتا ہے۔ ان کی شاعری میں اسرار و رموز کو تشبیہات و استعارات کی زبان میں بیان کیا جاتا ہے۔ وہاب کھار، شمس فقیر، احمد بٹواری، صمد میر،

احد زرگر، واز محمود کشمیر کے عظیم صوفی شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں اور انہوں نے اپنے نعتیہ اشعار میں ایک منفرد روش اختیار کی ہے۔ اکثر انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مافوق البشر شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ فلسفہ وحدت الوجود کے زیر اثر انہوں نے کہیں کہیں خدا و رسول کے درمیان صفات میں وحدت ظاہر کی ہے۔

علم الیقینک درود پراو
عین الیقینک درود پرزناو
حق الیقین چھے دورودک قدم
کَرِ حل مشکل رسول اکرمؐ
(احد زرگر)

(ترجمہ: علم الیقین کے ساتھ درود پڑھو، پھر وہ درود پہچانو جس کے ذریعے عین الیقین حاصل ہو۔ اصل مقصد اس درود تک پہنچنا ہے جو تمہیں حق الیقین تک پہنچائے، تمہاری مشکلات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی دور فرمائیں گے۔)

کچھ صوفی شعراء نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل کو جمالیاتی انداز سے کچھ اس طرح پیش کیا ہے کہ اس پر ایک مجازی محبوب کا گمان ہوتا ہے۔

دند قند پھلی کیاہ چھِ رَتی یے
اسہِ ون غنچہُ دہان
لعل لب کیا رحمت یے
نیرِ لتی یے روہ کران
(شمس فقیر)

(ترجمہ: آپؐ کے دندان مبارک نہایت شیریں اور خوبصورت ہیں جن سے پھول جھڑتے ہیں۔ آپؐ کے لب ہائے مبارک لعل کی طرح بیش بہا اور حسین ہیں جن سے رحمت جاری ہے۔)

صدمیر کی یہ نعت کشمیری زبان کی بہترین نعتوں میں شمار کی جاتی ہے۔

قد چونے وچھ مے بالا یا محمد مصطفیٰ ؐ
حد و لا حد عرش اعلیٰ یا محمد مصطفیٰ ؐ
نام پاک چون ہیون دشوار نِش عطار گژھا
صد ہزار بار زیو بہ چھلہ ہا یا محمد مصطفیٰ ؐ

(ترجمہ: اے محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میں نے آپ کے قدِ مبارک کو عرشِ اعلیٰ کی طرح انتہائی بلند و بالا پایا۔ آپ کا نامِ مقدس لینا میرے لئے انتہائی دشوار ہے۔ میری آرزو ہے کہ آپ کا نامِ مقدس لینے سے پہلے میں عطار کے پاس جا کر صد ہزار بار اپنا منہ دھلواوں۔)

میرک شاہ کاشانی کچھ اس طرح اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں:

عربستانے آو جانانے
چھس نشانے الا اللہ
بہ پروانے تس ہر آنے
چھس نشانے الا اللہ

(ترجمہ: ملکِ عرب سے ہمارا محبوب آیا اور اس کا نشان کلمہ لا الہ الا اللہ بنا۔ میں پروانے کی طرح ہر وقت اس شمعِ نبوت کا گرویدہ ہوں جس کا نشان کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔)

کشمیری زبان کے کچھ نمائندہ شعراء جیسے رسول میر، مہجور، امین کامل، رحمٰن راہی، فاضل کشمیری، مرزا غلام حسن بیگ، جانباز کشتواڑی، رشید نازکی، مشتاق کشمیری، میر غلام رسول نازکی، مرغوب بانہالی، غلام حسن غمگین، رفیق راز وغیرہ نے بھی نعت کے فروغ میں بھی اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں خاص طور پر میر غلام رسول نازکی، فاضل کشمیری اور مرغوب بانہالی نے نعت گوئی کو ایک منفرد اسلوب دیا ہے اور نعتیہ ادب میں گویا اک نئی روح پھونک دی ہے۔

فاضل کشمیری کی یہ نعت کتنی دلکش اور روح پرور ہے:

بس ژے شہ لولاک چھکھ عالی مقام اے نازنینؐ
گژھ چھی کران شمس و قمر ہر صبح و شام اے نازنینؐ

(ترجمہ: اے شاہِ لولاکؐ! پورے عالم میں بس آپ ہی کا مقام اعلیٰ وارفع ہے۔ اے رسول نازنینؐ!

چاند وسورج صبح وشام بس آپ ہی کے گرد گھومتے ہیں۔)

میر غلام رسول نازکی نے نعتیہ رباعیوں کے ذریعے ایک نیا رجحان قائم کیا۔

محمدؐ بے کسن ہند کس محمدؐ
دلک آرام روحک رس محمدؐ
نجاتِ چ چھے کنی وتھ، رٹھ یہے وَتھ
محمدؐ بس محمدؐ بس محمدؐ

(ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے کسوں کا سہارا، دلوں کا سکون اور روحوں کا اطمینان ہے۔ نجات پانے کی اگر کوئی راہ ہے تو وہ محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اور لازم ہے کہ بس اسی راہ کو پکڑ لیا جائے۔)

رحمٰن راہی کی یہ نعت ادبی حلقوں میں بہت سراہی جاتی ہے:

یتھ ماری منزر زاو سہ انہارِ محمدؐ
یَتھ لول کران کراو سہ کردارِ محمدؐ
یس زیر قدم کوہِ احد تھارِ سہ بلوان
یس شانہِ شرین دارِ سہ تن دار محمدؐ

(ترجمہ: ولادتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر طرف حسن پیدا ہوا اور ان کے کردار سے محبت واخوت کو فروغ حاصل ہوا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے غازی ہیں کہ انہوں نے میدانِ احد میں دشمنانِ اسلام کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے ان کو زیر کیا۔ ساتھ ہی وہ اتنے شفیق ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیار سے کاندھوں پر اٹھاتے پھرتے تھے۔)

مسلمان شعراء کے ساتھ ساتھ کئی غیر مسلم شعراء نے بھی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے ہیں کہ بقول کنور مہندر سنگھ بیدی:

عشق ہو جائے کسی سے ، کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمدؐ پہ کوئی اجارہ تو نہیں

دینا ناتھ نادم، پتامبر ناتھ درفانی، پریم ناتھ شاداور پرتھوی ناتھ کول سائل جیسے شعراء نے اپنے اپنے انداز میں نعت گوئی کی طرف رخ کیا ہے۔

دینا ناتھ نادم لکھتے ہیں:

دعا سلام تہٕ آہی ثواب جبر قبول
کشیرِ سانہِ ریشت ٹوٹھ فخرِ حبِ رسولؐ

(ترجمہ: دعا، سلام، باہمی ہمدردی ہمارے کشمیر کی خصوصیت رہی ہے اور ہمیں ریشیت اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فخر ہے۔)

پتامبر ناتھ درفانی لکھتے ہیں:

واو مشکہِ ہوت وایان سرگرم
زاو ییلہِ پیغمبرِ اعظمؐ
ریگستانن پھولی گلِ بادم
زاو ییلہِ پیغمبرِ اعظمؐ

(ترجمہ: ایک خوشبودار بادِ بہار چلی ، جب پیغمبر اعظمؐ کی ولادت ہوئی، صحراؤں میں رنگارنگ پھول کھلے، جب پیغمبرِ اعظمؐ کی ولادت ہوئی)

پریم ناتھ شاد لکھتے ہیں:

بصحرا ابرِ رحمت یا محمدؐ
سفر دراوس، رفاقتھ یا محمدؐ
ثنا خوانس عطا کری زیم پنن سریہہ
ے مسکینس تہٕ مروتھ یا محمدؐ

(ترجمہ: زندگی کے صحراؤں میں اپنے ابر رحمت کا سایہ مجھ پر فرمائیے کہ اس لمبے سفر میں

مجھے آپ کی رفاقت درکار ہے۔

میں آپ کا ثناخوان ہوں اس لئے اپنی محبت سے مجھ مسکین کی مروت فرمایئے۔)

پی این کول سائل لکھتے ہیں:

چھس گدا ڈیڈِ تل بوزتم زار
یا رسول اللہ ؐ ہاو دیدار
گرِھتم مہربان چھس گنہگار
یا رسول اللہ ؐ ہاو دیدار

(ترجمہ: میں آپ کے دربار میں سائل بن کے آیا ہوں میری فریاد سماعت فرمایئے۔ مہربانی فرما کر مجھے اپنا دیدار کروایئے کہ میں بہت بڑا گناہ گار ہوں۔)

دورِ حاضر میں شعراء کی ایک کثیر تعداد نے نعت گوئی کی طرف رخ کیا ہے اور نعت گوئی کے اس نورانی سلسلے کو آگے بڑھانے میں اپنا رول ادا کیا ہے۔ان میں غلام حسن غمگین، رفیق راز، عبد الاحد فرہاد، نسیم شفائی، شبیر احمد شبیر، غلام نبی آتش خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔الحمدللہ آج ہمارے پاس نعتیہ شاعری کا ایک گرانقدر خزانہ موجود ہے اور یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ کشمیر کے ساتھ ساتھ پورے عالم میں نعتیہ ادب کا مستقبل انتہائی روشن ہے۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

***

مکتبۂ الحیاۃ کی چند مطبوعات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنّف/مؤلف	صفحات	ہدیہ
01	اسلام کے سائے میں (اسلامی تاریخ وثقافت)	پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال	320	150.00
02	تاجِ اسلام کے زبرجد (ائمہ اربع کے ایمانی واقعات)	پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال	128	100.00
03	قرآنِ حکیم اور ہم (8 کتابوں کا جامع مجموعہ)	ڈاکٹر اسرار احمدؒ	496	250.00
04	سیرتِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم (آخری خطباتِ سیرت)	ڈاکٹر اسرار احمدؒ	240	125.00
05	Islam: the Source of Universal Peace	پروفیسر کلیم اللہ خان	100	080.00
06	آسان حج (حج وعمرہ گائیڈ: عام فہم انداز میں)	پروفیسر کلیم اللہ خان	80	040.00
07	تخلیق آدمؑ: قرآن حکیم کی روشنی میں	پروفیسر کلیم اللہ خان	64	050.00
08	قرآن پاک کا نزول، جمع، ترتیب، تدوین، تنظیم ...	پروفیسر کلیم اللہ خان	32	030.00
09	امتِ مسلمہ کے 765 اجماعی مسائل	امام ابوبکر نیشاپوریؒ	128	075.00
10	قرآنی جواہر پارے (Quranic Pearls)	عبد الحمید خان	112	065.00

نوٹ: زیادہ تعداد میں مفت تقسیم کے لیے خاص رعایتی قیمت ہے، رابطہ فرمائیں : 9906662404

مسوّدہ دیجیے، کتاب لیجیے

اگر آپ مصنّف، شاعر، ادیب یا قلمکار ہیں

اور اپنی اُردو/کشمیری/انگریزی/عربی کتاب

مناسب اور رعایتی دام پر چھپوانا چاہتے ہیں

تو ہم سے رابطہ کریں، اِن شاءاللہ تسلی بخش سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

اب تک ہزاروں خوبصورت کتابیں چھپ چکی ہیں،

جو ہماری پروفیشنل مہارت کی دلیل ہیں۔

AL-HAYAT *Printographers*

Madeena Chowk, Gaw Kadal, Srinagar - Cell: 9419403126

باب

تفہیمات

جہانِ حمد و نعت

اِنتقادِ سخن، احتسابِ اسلوب

[حمدیہ و نعتیہ فن پاروں پر تبصرے اور تاثرات]

"تنویرِ حمد" (حمدیہ قطعات کا مجموعہ)
میمونہ تحسین محمد اسمٰعیل
209

'باغِ حمد'
اختر سعیدی
214

حرفِ ثناء (مجموعۂ حمد)
اختر سعیدی
215

شاعرِ حمد ونعت طاہر سلطانی کا حمدیہ دیوان
ڈاکٹر عابد رشید
216

حافظ کرناٹکی کی حمدیہ کتاب: رباعیاتِ حافظ
غلام نبی کمار
219

ڈاکٹر شادآب ذکی کے حمدیہ ونعتیہ مجموعے
ریحانہ شجر
223

'شمس کا انجمِ کمال' اور یہ 'مجموعۂ نعت'
ڈاکٹر کوثر مظہری
231

صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری: فکری وتنقیدی تناظر
سیّد صفدر
243

مشہور فارسی شعراء کے نعتیہ کلام کا انتخاب
اطہر سامون
246

"ریاض حمد ونعت"
عبدالعزیز دباغ
249

اِقرار مصطفٰے کا "اپنی مثال آپ"
ڈاکٹر غلام شبیر اسدؔ
254

صدام فدا کا نیا مجموعہ "جادۂ نور"
سید حبدار قائم
256

میمونہ تحسین محمد اسمٰعیل
ریسرچ اسکالر، ڈاکٹر باموہ یونیورسٹی، اورنگ آباد، مہاراشٹر 8208135571

''تنویرِ حمد'' (حمدیہ قطعات کا مجموعہ)

ڈاکٹر محمد خلیل الدین صدیقی نام اور ان کا پیدائشی مقام ضلع لاتور ہے۔ تعلیمی گھرانے سے ان کا تعلق رہا ہے۔ وہ استاد محترم پروفیسر اکبر الدین صدیقی کے بھتیجے ہیں۔ اور ان کی قابلیت قابل تعریف رہی ہے۔ ان کی تعلیمی قابلیت کو دیکھا جائے تو انہوں نے چار مضامین میں ایم اے کیا ہوا ہے جو کہ اردو، عربی، مراٹھی، تاریخ اس طرح کے مضامین ہیں۔ ان کے پاس جرنلزم کی ڈگری بھی ہے۔ UGC-Net کامیاب ہیں۔ پی ایچ ڈی بھی ہیں۔ فاضلِ دینیات دیوبند بھی ہیں۔ اردو، عربی، انگلش، مراٹھی، ہندی زبانیں جانتے ہیں۔

ان کی ادبی خدمات میں 18 کتابیں شائع ہو چکی ہیں جو کہ بچوں کے ادب، تحقیق و تنقید، اسلامی معلومات، شاعری، احادیث، تبصرے، غزلیات، اصلاحی کہانیاں، قطعات پر مشتمل ہیں۔ اسی میں ماہنامہ تعلیمی سفر اور ہفت روزہ اوصاف کے مدیر بھی ہیں۔ اور ان کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا انتخاب "حرف معطر" 2020ء بھی ہے۔

ڈاکٹر خلیل الدین صدیقی صاحب کے تین شعری مجموعے "شہر دل" 2015ء، "برگ صحرا" 2017ء، "طوافِ آرزو" قطعات کا مجموعہ 2019ء اور چوتھا شعری مجموعہ، حمدیہ قطعات کا مجموعہ "تنویر حمد" 2021ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جس سے انہوں نے ادبی دنیا میں اپنی ایک قابلِ اہمیت اور قابلِ تعریف شناخت بنالی ہے۔ اور اسی طرح کی ایک اور شناخت "تنویر حمد" ان کی 19ویں کتاب ہے۔ اور اس میں 251 حمدیہ قطعات کو حمد جو کہ ایک مستقل صنف سخن ہے اس کو ایک جگہ پیش کرنے کی اپنی مثال قائم کی ہے۔ اس میں سب سے پہلے ڈاکٹر محمد خلیل الدین صدیقی قاضی

نے شروعات میں ایک قطعہ لکھا،

آیئنۂ خیال میں تصویرِ حمد ہے
اک ایک لفظ میں تاثیر حمد ہے
قاضی خلیل پانی پہ کرنوں نے لکھ دیا
تنویرِ حمد واقعی تنویر حمد ہے

اس میں انہوں نے خدا کی تعریف کے ساتھ "تنویر حمد" کی بھی تعریف کردی ہے۔ اور ادبی دنیا میں اپنی شناخت اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو یکجا کر کے بنالی ہے۔حمد تو ذرہ ذرہ میں ہے خدا کی تمام مخلوق اور کائنات کا ذرہ ذرہ بھی حمد خدا میں مصروف ہوجا پھر بھی خدا کی تعریف ختم نہیں ہوگی۔ کہ ہر خوبصورت منظر خدا کی حمد پیش کرتا رہتا ہے۔

کرم کا سلسلہ ہے اور میں ہوں
عطاؤں پر عطا ہے اور میں ہوں
میرے کشکول میں قاضی ازل سے
ذخیرہ حمد کا ہے اور میں ہوں

ڈاکٹر خلیل الدین صدیقی صاحب نے ان کے اپنے ذخیرہ کا تذکرہ کیا ہے جس میں خدا کے کرم کی نوازشات اور بار بار نوازشات ہے۔ اور ان تمام نوازشات کو سمیٹتے ہوئے ڈاکٹر خلیل الدین صدیقی صاحب خدا کی تعریف میں گم ہیں۔خدا کی اتنی کرم نوازیاں ہیں کہ بس سمیٹنے میں ہی مصروف ہیں۔ انہیں کسی اور بات کی فرصت ہی نہیں ہے۔کسی اور طرف ان کو دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ہے۔

نورانیت میں ڈوبی ہوئی ذات قدر کی
بہتر ہے ساری راتوں سے ایک رات قدر کی
گھر میں خدا کے کرتی ہیں قاضی جو اعتکاف
ملتی ہے ایسی آنکھوں کو سوغات قدر کی

یہ اشعار لیلۃ القدر کے بارے میں کہے گئے ہیں اور ان اشعار میں ڈاکٹر خلیل الدین صدیقی صاحب اظہار کرتے ہیں کہ نورانیت میں ڈوبی ہوئی ذات قدر، یعنی اللہ کی نظر میں اہم اور مقدس ہوتی ہے۔ جس سے آنکھوں کو سوغات ملتی ہے۔ اس رات کی برکات اور رحمتوں سے جو فیض یاب ہو گیا وہ دونوں جہانوں میں سرخرو ہو گیا۔

ان اشعار میں "لیلۃ القدر" یا "رات قدر" کی عظمت اور اس کے خصوصی اہمیت کی تعریف ہو رہی ہے۔ یہ رات اسلامی دینی تقویم میں رمضان کی آخری عشرہ راتوں میں سے ایک رات ہوتی ہے اور خصوصیت یہ ہے کہ اس رات میں قرآن کا نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ اور یہ رات قدرتی برکتوں والی رات ہوتی ہے۔ اس رات میں اللہ کی بڑی رحمت اور مغفرت کے لمحے ہوتے ہیں۔ اور انہی لمحہ جات کا ذکر کیا ہے ڈاکٹر خلیل الدین صدیقی صاحب نے۔ ان کے اشعار بہت بڑے دینی موقع کو بیان کر رہے ہیں اور یہ اظہار کر رہے ہیں کہ اس رات میں خدا کی بڑی برکتوں اور رحمتوں کو پانے کا موقع ہوتا ہے۔ اسی طرح، اس موقع پر خصوصی عبادات اور دعاؤں میں مصروف ہونے کی ترویج دی جا رہی ہے۔

رحمتِ خالقِ اکبر تیری تشہیریں ہیں
سارے کونین کے لب پر تیری تکبیریں ہیں
قلب قاضی کو اندھیروں کا کوئی خوف نہیں
اس کے سینے میں تیرے ذکر کی تنویریں ہیں

"تیری تشہیریں ہیں": یہاں "تشہیریں" سے مراد اللہ کی تعظیم اور تکبیر ہے، جو کہ اُس کی بڑائی کو ظاہر کرتی ہیں۔ شاعر یہاں اللہ کی عظمت کی تعریف کر رہا ہے جو ہر چیز پر حکمت و حکومت رکھتا ہے۔

چاند سورج کرن ستارے ہیں
خوشنمائی کے استعارے ہیں
دل کی انکھوں سے دیکھ قاضی خلیل
اس کی قدرت کے سب نظارے ہیں

یہ اشعار اسلامی تعلیمات اور کائناتی حقیقتوں کو بیان کرتے ہیں۔

دل کی انکھوں سے دیکھ قاضی خلیل

اس مصرعے میں قاضی خلیل، نے خود کو مخاطب کیا ہے۔ انسانی قلب اور روح کی عمیق خصوصیتوں کو دیکھنے کو کہا ہے، جس سے شاعر کے نظریے کے مطابق خدا کی کائنات کی عظمت کو سبھی دیکھ سکتے ہیں۔ اس مصرعے کے ذریعے شاعر نے انسانی قلب اور روح کی سختیوں اور اچھائیوں کو سامنے رکھا ہے۔ خود کی مثال کے ذریعے شاعر نے دینی اور دنیاوی حقیقتوں کو ملا دیا ہے، جو انسان کو کائنات کی حقیقت سے متعلق کرواتی ہیں۔

یہ اشعار عظیم شاعری اور فلسفے کی روح کو جلوہ دکھاتے ہیں اور ایک عمیق معنوں کا حامل ہیں۔
ان کی تفصیلات کا مطالعہ کرنا اور سمجھنا، اقبال کی فکری گہرائیوں کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

قدم قدم پہ ہوئی ہیں عنایتیں کیا کیا
نفس نفس میں گھلی ہیں حلاوتیں کیا کیا
بیان کرنے کو منہ میں زبان نہیں قاضی
خدائے پاک نے بخشی ہیں نعمتیں کیا کیا

شاعر نے زندگی کو ایک مشق کے طور پر تصور کیا ہے جس میں ہر قدم پر نیا مفتیح ہے۔

اشعار میں زندگی کی خوبصورتیوں پر بات ہوئی ہے، جو ممکن ہے ہمیشہ ہمارے قریب ہوتی ہیں، لیکن ہمیں محسوس نہیں ہوتی ہیں۔ شاعر نے بیان کیا ہے کہ کچھ اہم چیزیں الفاظ میں نہیں آتیں، بلکہ ان کا احساسات میں بیان ہوتا ہے۔ اور آخری مصرعے میں شاعر نے اللہ کی بڑائی اور نعمتوں کا شکریہ ادا کیا ہے۔

یہ اشعار ایک خوبصورت اور ارتقاعی تصویر فراہم کرتے ہیں جو زندگی کے پیچیدہ مفہومات اور دینی اعتبارات پر مبنی ہیں۔

ڈاکٹر خلیل الدین قاضی صاحب نے زندگی، حسن، احساسات، اور دینی اہمیتوں کو اپنے حمدیہ قطعات میں خوبصورتی سے جوڑا ہے۔ ان کی وضاحت میں یہ مدد فراہم کرتا ہے کہ ہر مصرعہ

کی تفصیلات کو سمجھا جاسکے اور شاعر کا مطلب سمجھا جاسکے۔

تنویر حمد کو پڑھنے پر مذہبی رجحانات جس میں (حمدیہ قطعات) موضوع کے لحاظ سے رب العالمین کی شان، حکمت و کبریائی کا اور نورانی ادراک وآگہی کا اندازہ ہوتا ہے۔اس میں ڈاکٹر خلیل الدین صدیقی صاحب نے خدا کی رحمت اور برکتوں کا بیان خوبصورت الفاظ میں کیا ہے اس سے ہمیں واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

ان کے اس طرح حمدیہ قطعات لکھنے پر ایک طرح کا نیا طرز حاصل ہوا ہے۔ خدا کی تعریف، خدا کی رحمت، اس کا نور، مغفرت خداوندی، کبریائی مشیت ایزدی کو قرآنی فکر ونظر کے ساتھ دیکھنے میں ایک عقیدت نظر آتی ہے خدا کی محبت نظر آتی ہے۔واردات قلبی کا احساس ہوتا ہے۔ان کی کتابوں کی ایک اجمالی فہرست یوں ہے :

1)نثر پارے(بچوں کا ادب) 2)اقراء(تعلیمی مضامین)

3)چھوہارے(بچوں کا ادب) 4)اقوالِ حسنہ(اقوال زریں)

5)بیاضِ اکبر(تحقیق وتنقید) 6)دودن تین راتیں(اسلامی معلومات)

7)شہرِ دل(شاعری) 8)حدیث پاک سے(مراٹھی/ ہندی)

9)تبصرے ہی تبصرے(تنقید وتبصرہ)10)برگِ صحرا(غزلیات)

11)سمندر کی لہریں (ہندی شاعری) (12) کہیں دیر نہ ہوجائے (ہندی میں اصلاحی کہانیاں) 13)طوافِ آرزو(قطعات) 14)سوادِ اردو شاعری

15)حرف معطر(تحقیق وتنقید) 16)عصر حاضر اور اردو ادب(تحقیق وترتیب)

17)تلنگانہ کے اردو مدارس(مرتبہ)18)اردو ہے جس کا نام..(تحقیق وتنقید)

19)تنویر حمد(حمدیہ قطعات کا مجموعہ) 20)قرطاس وقلم (تحقیق وتنقید)

21)لفظوں کی مہک(ادب اطفال) 22)شکستنا چہ مہامیرو(مراٹھی)

23)اردو ڈرامہ،کل آج اور کل(تحقیق وتنقید)

24)اردو افسانہ،تحقیق وتجزیہ

***

اختر سعیدی

'باغِ حمد'

محمد نعیم انصاری کا حمدیہ مجموعہ

صفحات:160 قیمت:400روپے ناشر:نیازمندانِ کراچی

شاعر محمّد نعیم انصاری تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرتے ہیں،لیکن حمدیہ اور نعتیہ شاعری سے انہیں خصوصی لگاؤ ہے۔انہوں نے شاعری کا آغاز 1977ء میں کیا۔ان کے اساتذہ میں پیر سیّد نصیر الدین نصیر، پروفیسر آفاق صدیقی اور رونق حیات جیسی یگانۂ روز شخصیات شامل ہیں۔ ہمارے پیشِ نظر حمدیہ مجموعہ ہے، جسے ممتاز و معتبر شاعر رونق حیات نے نہایت اہتمام کے ساتھ شایع کیا ہے۔اس میں 53 حمدیں،14 احمدیہ قطعات اور 28 حمدیہ ہائیکوز شامل ہیں۔

جن صاحبانِ نظر نے مضامین تحریر کیے ہیں، ان میں خیام العصر، محسن اعظم محسن ملیح آبادی اور رونق حیات کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں، جب کہ ڈاکٹر نزہت عباسی اور تنویر حسین سخن نے کلام کا انتخاب کیا ہے۔صاحبِ کتاب کی حمدیہ شاعری سچّے جذبوں اور نازک احساسات سے عبارت ہے۔نعتیہ شاعری احتیاط کا تقاضا کرتی ہے کہ عبد و معبود کے درمیان حدِ فاصل ضروری ہے،لیکن حمدیہ شاعری میں ربّ العزّت کی جتنی تعریف کی جائے،کم ہے۔

ابتدا میں صاحبِ کتاب نے غزلیں اور نعتیں لکھیں،لیکن انہیں حمد نگاری کا شوق ''جہانِ حمد'' کے طرحی مشاعروں سے ہوا، جس کے بانی شاعرِ حمد و نعت، طاہر حسین طاہر سلطانی ہیں۔ اِس کتاب میں زیادہ تر وہی حمدیں شامل ہیں، جو انہوں نے ان مشاعروں کے لیے کہیں۔توقع ہے کہ یہ حمدیہ مجموعہ بارگاہ ربّ العزّت سے سندِ باریابی حاصل کرے گا۔(آمین)***

اختر سعیدی

حرفِ ثناء (مجموعۂ حمد)

حرفِ ثناء (مجموعۂ حمد)	شاعر: جمال احمد جمال	صفحات: 240
ہدیہ: درج نہیں	ناشر: انجمن جمالِ ادب، گلستانِ جوہر، کراچی	

جمال احمد جمال کا شمار کراچی کے سینئر شعراء میں ہوتا ہے۔ وہ کم و بیش چالیس برس سے شاعری کر رہے ہیں۔ اپنی کاروباری مصروفیات کے باعث مشاعروں سے دُور رہے، لیکن مشقِ سخن جاری رکھی۔ اُنھوں نے اپنے ادبی سفر کا آغاز غزل گوئی سے کیا تھا اور غزل آج بھی کہتے ہیں، لیکن اب اُن کی زیادہ توجّہ حمد اور نعت کی طرف ہے۔ غالباً ''دبستانِ وارثیہ'' کے ردیفی نعتیہ مشاعروں اور ''بزمِ جہانِ حمد'' کے طرحی حمدیہ مشاعروں کی تحریک نے اُنہیں تقدیسی شاعری کی جانب راغب کیا ہے۔

ہمارے پیشِ نظر جمال احمد جمال کا حمدیہ مجموعہ ہے، جس میں اُن کی 106 حمدیں شامل ہیں۔ پروفیسر سحر انصاری، ڈاکٹر عزیز الحسن اور قمر وارثی کے توصیفی مضامین بھی مجموعے کا حصّہ ہیں۔ اس حمدیہ مجموعے میں اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کو نہایت دِل نشیں انداز میں الفاظ کا پیرہن عطا کیا ہے۔ نعت میں احتیاط کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے، لیکن حمد تو محیطِ بے کراں ہے، اِس کی کوئی حد نہیں۔

جمال احمد جمال نے اپنی حمدیہ شاعری میں قرآنِ کریم سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اُن کی بیشتر حمدیں ایسی ہیں، جنہیں پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُن میں کن قرآنی آیات کا ماخذ موجود ہے۔ یہ کام وہی کرسکتا ہے، جس نے قرآنِ مجید کا بالاستعیاب مطالعہ کیا ہو۔ اُنھوں نے اپنی حمدوں میں روایت کی پاس داری بھی کی ہے اور جدید طرزِ احساس کو بھی جگہ دی ہے۔ یہ مجموعہ مواد کے اعتبار سے بھی اہم ہے اور اس کی طباعت بھی متاثر کُن ہے۔ ***

عابد رشید
شکاگو، امریکہ

شاعرِ حمد ونعت طاہر سلطانی کا حمد یہ دیوان

شاعرِ حمد ونعت جناب طاہر سلطانی کے حمد یہ دیوان ''طوافِ آگہی'' کے مطالعے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ اللہ کا کرم ہے کہ اپنے بندے کو اپنی حمد وثنا کی توفیق دے۔ یہ توفیق طاہر سلطانی صاحب کو ہوئی اور بہت خوب ہوئی۔ انہوں حمدِ باری تعالیٰ کے مضامین کچھ ایسے عمدہ باندھے ہیں کہ لگتا ہے جیسے نہایت سادہ لفظوں میں جذب دل صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا گیا ہو۔

''طوافِ آگہی'' کا آغاز توفیق خداوندی کی دعا سے ہوتا ہے جس میں طاہر سلطانی صاحب اللہ تعالیٰ سے اسکی حمد کے اشعار لکھنے کی استطاعت کے طلبگار ہیں ؂

میری مدد کو رحمتِ پروردگار آ
لکھنی ہے ایک حمد مجھے شاندار آ

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ایک قاری یہ بخوبی کہہ سکتا ہے کہ اللہ نے انہیں نہ صرف یہ استطاعت دی بلکہ ان کے اشعار کو ندرت کی دولت سے بھی مالا مال کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں ؂

توصیفِ خدا کو تم رحمت کے گھٹا لکھنا
تم حمدِ الٰہی کو اک حرفِ دعا لکھنا

آپ شعر لکھتے لکھتے کبھی معرفت کے دامن کو بھی چھونے لگتے ہیں ؂

نظر آتا نہیں وہ قلب کے نزدیک رہتا ہے
ہیں جلوے چار سو اسکے محبت سے جہاں دیکھا

وطن سے محبت طاہر سلطانی صاحب کے خمیر میں گندھی ہوئی ہے۔ وطن کی بہتری اور ترقی کی خواہش جا بجا انکے دعائیہ اشعار میں ملتی ہے۔

آپ حمدیہ اشعار میں معاشرتی ناہمواریوں کو بھی اپنی دعاؤں کا موضوع بناتے ہیں اور اللہ سے عافیت کے طلبگار رہوتے ہیں ۔

وڈیروں اور لٹیروں کا راج ہے مولا!
غریبِ شہر کو رکھنا حصار میں یارب!

آپ کی حمد میں نعت کے پہلو بہت خوبصورتی سے سمو دیئے گئے ہیں ۔

ربِّ عالم سے دعائے خاص یہ بھی مانگ لو
واسطہ شاہِ زمن کا، ہو نہ اُمّت پر عذاب
طاعتِ ربِّ علیٰ ہی، طاعتِ سرکار ہے
ربِّ اعلیٰ کا کلامِ دلنشیں اُمّ الکتاب
نور ہی نور نہ ہو کیوں شہِ ضوبار کی بات
بات اللہ کی ہے، سیدِ ابرار کی بات
وہ تو یکتا ہے تو محبوب بھی اُس کا یکتا
اللہ اللہ وہ صادق ہے امیں ہے، الحمد

آپ نے ایسے الفاظ کو بھی ایک نئی جان اور رعنائی بخشی ہے، جن کا استعمال قریباً متروک ہو چلا ہے؛ جیسے تُوپ، انُوپ، سروپ، سانٹھ، دیوٹ۔ آپ نے عام الفاظ کو بھی حمد میں اس خوبی سے استعمال کیا ہے کہ ان الفاظ کو توقیر مل گئی ہے؛ جیسے جھٹ پٹ، سرپٹ، کھٹ کھٹ، پٹ، نٹ کھٹ، منہ پھٹ، جھنجھٹ۔ آپ نے اپنے اشعار میں نامانوس الفاظ کو نہایت عمدگی سے برتا ہے۔ آپ نے لفظ کاغذ کا جس خوبصورتی سے حمدِ باری تعالیٰ میں استعمال کیا ہے، وہ نہایت بھلا لگتا ہے۔ ساتھ آپ نے حمد تحریر کرنے کے آداب بھی نہایت شائستگی سے قاری کے پیشِ نظر کر دیئے ہیں ۔

حمدِ خدا لکھنی ہے طاہرؔ لینا اچھا کاغذ
اعلیٰ قلم ہو، فکر معطر، مہکا مہکا کاغذ

آپ کے کلام میں جگہ جگہ نئے تجربات نظر آتے ہیں، نئی تراکیب دکھائی دیتی، معدوم الفاظ نئی زندگی پاتے نظر ہیں۔ یہاں دیکھئے انگلش کا لفظ کس خوبصورتی سے استعمال کیا گیا ہے کہ قطعاً اجنبی نہیں لگتا ؎

فرشتے جو ہیں خدا کے چاروں
ہیں فکس چاروں کے کام طاہر
خدا نے رتبے اہم ہیں بخشے
جو سونپا ان کو وہ کام ہے خاص

خدا کی حمد بیان کرتے کرتے آپ نے اپنے دل میں نہاں خواہش کو کس خوبصورتی سے بیاں کیا ہے ؎

میرے مولا مجھے عطا کردے مرکزِ حمد و نعت
اِک جامع شاعرِ حمد و ثنا کہتے ہیں طاہرؔ سب تمہیں
تم کو اپنے قلب کا طاہرؔ جہاں رکھنا ہے پاک

آپ حمد کی عطا پر ربِّ ذوالجلال سے اپنی ممنونیت کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں ؎

حمد لکھتا ہوں میں رب کی توفیق سے
رب کا ہے خاص مجھ پر کرم دوستو

میری بھی یہی دعا ہے کہ پروردگار ان کی توفیقات میں مزید برکت ڈالے اور آپ یونہی مدحِ کردگار اور ثنائے مصطفےٰؐ کے مقدس فریضے کو احسن انداز میں ادا کرتے رہیں۔ آپ نے حمدیہ شاعری کو عام کرنے کا جو بیڑا اٹھا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں آپ کو کامرانی عطا کرے، آمین

غلام نبی کمار
ghulamn93[@]gmail.com

حافظ کرناٹکی کی حمد یہ کتاب: رباعیاتِ حافظ

رباعیوں کا مجموعہ ''رُباعیاتِ حافظ (حمد یہ)'' حصہ سوم

حافظ کرناٹکی کا نام اب اردو ادب اور اس میدان میں سرگرم رہنے والے ادبا و قارئین کے لیے نیا نہیں رہا۔ اردو میں ان کی ساٹھ سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور مزید کئی کتابیں منظر عام پر آنے کی توقع ہے۔ حافظ کرناٹکی برسوں سے لکھ رہے ہیں اور ادبی میدان میں مختلف اصنافِ ادب کی مسلسل تخلیق کے توسط سے اور بعد میں اس کو اشاعت کی صورت میں سامنے لے کر اپنی حاضری کا پختہ ثبوت دے رہے ہیں۔ اردو زبان و ادب میں اس سے بڑھ کر نیک فعل بھلا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ادبِ اطفال حافظ کرناٹکی کا خاص موضوع رہا ہے۔ انھوں نے بچوں کے تعلق مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے۔ جس میں نظمیں، درس و تدریسی مضامین، بیت بازی، مذہبی اور اخلاقی مضامین و کتابیں، قومی یکجہتی، سیاسی، ملّی و مذہبی شخصیات، مقدس مقامات اور بچوں کے لیے حمد یہ و دعائیہ اور دیگر نوع بنوع رباعیات وغیرہ شامل ہیں۔ حافظ کرناٹکی ایسا نام ہے جنھوں نے اپنی پوری زندگی کو بچوں کی ذہنی نشوونما، شعور کی بالیدگی، نفسیاتی اور اخلاقی تربیت کے لیے وقف کر دیا ہے۔ حافظ کرناٹکی کی تخلیقات کا مکمل جائزہ لینے کے بعد یہ کہنے میں باک محسوس نہیں کرنا چاہیے کہ حافظ جس چیز کی ترسیل، تبلیغ، تشہیر اور ترقی و ترویج چاہتے ہیں اس میں وہ کامیاب بھی ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔

حافظ کرناٹکی کے اب تک رباعیوں کے پانچ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ جو ''موجِ تسنیم ''(رباعیات کا پہلا مجموعہ) ''رباعیاتِ حافظ حصّہ اوّل''، ''رباعیاتِ حافظ حصّہ دوّم'' اور'' رباعیاتِ حافظ حصّہ سوم'' (حمد یہ) پر مشتمل ہے۔ حافظ کی رباعیات کے پہلے مجموعوں میں شامل

رباعیوں کے النوع قسم کے موضوعات رہے ہیں جن میں عشقی، مذہبی، اخلاقی، سیاسی، سماجی، روحانی وغیرہ رباعیاں بھی شامل ہیں۔ البتہ اس مجموعے کی بنیاد پر بھی ان کی تخلیقی طبیعت کا احساس بہ آسانی ہوجاتا ہے۔ حافظؔ نے ان مجموعوں کے نہایت کم صفحات میں اتنا مواد بھر دیا ہے کہ وہ کئی بڑی بھاری بھرکم کتابوں پر بھی بھاری پڑ جاتے ہیں۔ حافظؔ کرناٹکی کو کئی انعامات اور اعزازات دیے جا چکے ہیں جس میں گلبرگہ یونیورسٹی کی طرف ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حافظؔ کرناٹکی کی رباعیات متقدمین رباعی گو شعرا میر انیس، میر زادبیر، حالی، جوش، فراق وغیرہ سے بھی الگ نوعیت کی ہیں اور اپنے معاصرین رباعی گو شعرا عارف حسن خان، فرید پربتی، مرزا احسن ناصر، عبدالمتین جامی، امجد علی امجد، علیم صبا نویدی، فضا ابن فیضی وغیرہ سے بھی منفرد ہیں۔ صنفِ رباعیات میں حافظؔ کرناٹکی کا مقام اور مرتبہ اہمیت کا حامل ہیں۔ کیونکہ ان کی رباعیاں معاصرین رباعی گو شعرا کی بہ نسبت جودت و وحدت، تخلیقی پختگی اور فنی و فکری شعور کے علاوہ معنویت و موثریت سے بھی سرشار نظر آتی ہیں۔

حافظؔ کرناٹکی کی زیر نظر رباعیوں کا مجموعہ ''رُباعیاتِ حافظ (حمدیہ)'' حصہ سوم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان کی رباعیوں کا تیسرا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب **104** صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کے ابتدائی **2** صفحات کو چھوڑ کر **33** صفحات میں ''عرض ناشر'' اور مصنف کی ''اپنی بات'' کے علاوہ پانچ معتبر قلمکاروں کے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ **68** صفحات پر **474** رباعیاں پھیلی ہوئی ہے۔ قطعِ نظر آخری صفحہ کے (جس پر رباعیاں درج ہیں) ہر صفحے میں سات رباعیاں مندرج ہیں۔ جیسا کہ مذکور ہوا ہے کہ یہ تمام رباعیاں ایک خصوصی ''حمدیہ'' موضوع کے تحت کہی گئی ہیں۔ رباعیات کی ابتدا میں جن پانچ مضامین میں حافظؔ کرناٹکی کی رباعی گوئی کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں ان میں ''رباعی جہان کا آسمان حافظؔ کرناٹکی'' از ڈاکٹر آفاق عالم صدیقی، ''حافظؔ کرناٹکی کی رباعی گوئی'' از دیپک بدکی، ''حافظ کرناٹکی کی رباعیات پر: ایک نوٹ'' از شارق عدیل، ''حافظؔ کرناٹکی اور حمدیہ رباعیات'' از ڈاکٹر داؤد محسنؔ اور ''اردو ادب کی صنف رباعی اور حمدیہ رباعیات'' از عمران عاکف خان قابل ذکر ہیں۔

حافظؔ کرناٹکی کی رباعیوں میں صنفِ رباعی کی وہ سب فنی خوبیاں موجود ہیں جو اس کی خاص و عام میں مقبولیت کا سبب بن سکتی ہے۔اگر رباعی میں شاعر کا تخلیقی بیانیہ،طرزِ اظہار،زبان و بیان،انوکھا موضوع اوراس کے تنوع،علمی و ادبی شعور،جاذب لفظیات کا استعمال،وجدانی اظہار،جذباتی لگاؤ،صنفِ رباعی کے لوازمہ کا احساس وغیرہ پر بھر پور عبور ہے تو کہنا چاہیے کہ رباعی میں تاثیر کا جذبہ بھی بدرجۂ اتم موجود ہوگا۔وہ بھی جب حمد یہ رباعیاں کہی جارہی ہوں تو اس میں ایک دین دار شخص کے جذبات کیسے ہوں گے تو یہ اور بھی دلچسپی کا موجب بن جاتا ہے۔جبکہ ان میں بہت سے خصائص پر حافظؔ کرناٹکی کی رباعیاں پوری طرح کھری اترتی ہیں۔حافظؔ کرناٹکی ایک مذہبی وملّی شخصیت کے مالک بھی ہیں۔دینی ومذہبی امور پر ان کی نظر،علم وادب کا گہراادراک اور اسلام کی فکری بصیرت سے حافظؔ کی ذہنیت روشن تر نظر آتی ہے۔یہ اختصاصی پہلو ان کی رباعیوں میں بھی خاص طور پر مستعمل ہے۔پہلے حافظؔ کرناٹکی کی چند رباعیوں سے حَظ اٹھائیں۔

1۔ہر درد کے مارے کی دوا ہے اللہ
وہ چاہے تو ہو جائے شِفا بھی واللہ
ہم ذمّہ ہوں اُس کا وہ بھُلا دے ہمکو؟
لاحول ولا قوّۃ اِلا باللہ

2 ۔رب آگ کو گلزار بنا سکتا ہے
منجدھار کو پتوار بنا سکتا ہے
موسیٰ کو سمندر سے گزرنے کے لئے
امواج کو دیوار بنا سکتا ہے

3۔ہم جیسے نہتّوں کا محافظ ہے خُدا
بچوں کا بھی بوڑھوں کا محافظ ہے خُدا
غیروں کی مدد کی نہیں ہم کو حاجت
وہ اپنا ہے اپنو ں کا محافظ ہے خدا

حافظ کرناٹکی کی درج بالا رباعیوں کے نمونہ کلام سے قاری ان کی رباعی گوئی پر دسترس اور مہارت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔انھوں نے بہت کثرت سے رباعیاں کہی ہیں۔باوجود اس کے ان کی رباعیوں میں تاثیر میں فرق پڑا ہے اور نہ ہی رباعی کے فن پر آنچ آنے دی ہے۔ بلکہ دونوں میں استحکام اور توازن برقرار رکھتے ہیں۔حافظ کرناٹکی کی رباعیاں سادگی، شستگی، برجستگی، روانی، دلنشینی ،سلاست اور فصاحت وغیرہ کی اعلیٰ مثال ہے۔جس موضوع پر رباعی لکھی ہے اس کے ساتھ صحیح اور حق بجانب انصاف بھی کیا ہے۔گویا حقیقت بینی اور فہم وفراست کا نور ٹپکتا ہو۔حمد یہ موضوع پر کہی گئی ان کی رباعیاں حسن، چاشنی ،فریفتگی اور قدرت وفطرت کی بوقلمونی طبیعت کی عکاس معلوم ہوتی ہیں۔رباعیاتِ حافظ میں پاکیزگی اور اخلاقی حسن ہے۔جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے تقدس اور ان کی عظمت کا بیان ہے۔حافظ کرناٹکی اپنی رباعیوں میں کبھی اس کائنات کے خالق کو''اللہ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں تو کبھی ''خدا'' کے عظیم الشان نام سے،کبھی'' رب'' ذوالجلال کے مقدس نام سے فریاد کرتے ہیں تو کبھی ''مالک''ہرارضِ کُل کے پاک نام سے،کبھی''داتا''جیسے پیارے نام سے اس کی شان وشوکت اور جاہ وجلال کے گیت گاتے ہیں تو کبھی''معبودِ حقیقی''جیسے نورانی نام سے۔ بہرحال انہیں ہرجانب وسمت اللہ کی پاکبازی اور کرامات کے عجیب وغریب اور حیرت انگیز کارنامے دیکھنے کو ملتے ہیں۔حافظ کرناٹکی کی رباعیاں ہمارے ایمان میں حرارت پیدا کرتی ہیں اور آنکھوں کو جذبے کی شدت سے نمناک کرکے بھی چھوڑتی ہیں۔ان رباعیوں سے جہاں پروردگارِ عالم کی عظمت وحرمت اور جلال وجمال کی مقدس خوشبو کومحسوس کیا جاسکتا ہے۔وہیں ان کے کمالات و صفات کا بھی احساس ہوتا ہے۔حافظ کرناٹکی نے ان رباعیوں میں قدرت کے نظام،اس کے افعال،خلق کردہ دنیا،اس کے ذات وصفات،اس کی طاقت اور پرواز وغیرہ کا خزینہ رقم کیا ہے۔ان رباعیوں کی ایک خاص خاصیت یہ ہے کہ ان کی زبان وبیان میں بچوں کی نفسیات اور عمر کوملحوظ رکھا گیا ہے۔نفاست اور شستہ پن ان رباعیوں کا خاصا ہے۔یہ رباعیاں حافظ کرناٹکی کو رباعی گوئی کے معراج پر پہنچانے کے لیے کافی ہے۔

***

ریحانہ شجَر
وزیر باغ، سرینگر (کشمیر)

ڈاکٹر شادؔاب ذکی کے حمدیہ و نعتیہ مجموعے

نام کتب : (۱)" ثنائے رب کریم" (۲) "خوشبوئے مدینہ"
مؤلف: ڈاکٹر شاداب ذکی بدایونی (مرحوم) ترتیب کار: کامیاب زکی
رابطہ: 919557753625+

میرے پیش نظر مرحوم ڈاکٹر شادؔاب ذکی بدایونی کے تحریر کردہ تقدیسی شاعری کے دو مجموعے زیر عنوان " ثنائے رب کریم" (حمدیہ مجموعہ) اور "خوشبوئے مدینہ" (نعتیہ مجموعہ) ہیں، جو ان کے برادر محترم کامیاب ذکی صاحب نے بذریعہ ڈاک ارسال کیے ہیں۔ اور ان پر رائے دینے کی درخواست بھی کی ہے۔

میری الجھن یہ کہ بات کہاں سے شروع کروں۔ کیوں کہ حمدیہ اور نعتیہ کلام پر لب کشائی کرنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔

میرے خیال میں:

یہ وہ سمندر ہے جس میں غوطہ لگانے سے پہلے
روح کو دھونا پڑتا ہے سات پانیوں سے
یہ وہ گلشن ہے جہاں پرندے بھی
اپنے پر سمیٹ لیتے ہیں حیرت سے
کہیں لفظوں کی کلیاں بکھر نہ جائیں

بے حسی کی ہواؤں سے
کہیں بیان کی شمعیں بجھ نہ جائیں
ناداں ہوا کے جھونکے سے
یہ وہ راستہ ہے جہاں فرشتے بھی
اپنے پر جھکا لیتے ہیں ادب سے
یہ وہ آگہی ہے جس کے آگے
دانائی کی کل کتابیں بھی حرف اول کی مانند
بے وزن ہے۔

تمام شعری اصناف میں تقدیسی شاعری وہ مقدس اور مہتم بالشان موضوع ہے جس میں آفاقیت کے وسیع اور محیط مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ بات عیاں ہے کہ اس لطیف اور تقدس ماب موضوع سخن پر تحریکی، تحقیقی علمی معیار پر جس سطح پر کام ہو رہے ہیں وہ بلندی اور اعزاز کسی دوسری صنف سخن کو حاصل ہی نہیں۔

تقدیسی شاعری کی شان، عظمت اور قدامت، بے شک اظہر من الشّمس ہے۔

"نعتیہ شاعری باقی ماندہ شعری اصناف میں سب سے حساس ہونے کے ساتھ دشوار گزار موضوع بھی ہے، جس میں بڑے بڑے شعرائے کرام کے قلم کانپتے ہیں اور کئی قادر الکلام شعرا بھی حد سے تجاوز کر کے شرک کے دہانے پر پہنچ جاتے ہیں۔ کیوں کہ شاعری کے باقی اصناف، شرعی بندشوں سے مُبرہ ہیں۔ اور شعراء حضرات بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لیے قیود اور حدود کے پابند نہیں۔ تخیل کی سطح پر ان کی اڑان لامحدود ہے۔ غزل کے صنف سخن میں اس بات کی وسعت ہے کہ شاعر چاہے تو اپنے محبوب کے حسن و جمال، قدو قامت، ناک نقوش اور اعزاز و اکرام میں زمین و آسماں کی قلابیں ملا یں اور چاہے تو اسے اپنا مجازی خدا ہی بنا دے۔

تاہم تقدیسی شاعری میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں تخیل کے گھوڑے کو بے لگام نہیں چھوڑ سکتے کہ شرک کے دلدل میں پھنس جائے۔ لازمی ہے کہ سوچ کا دایرہ اسقدر محدود

بھی نہ ہو کہ حضوراقدس ﷺ کی شان وعظمت میں خاکم بہ دہن تنقیص کا عنصر شامل ہو جائے۔ نعتیہ/تقدیسی شاعری میں فکر وخیال اور توازن واعتدال کے درمیان یک آہنگی قایم کرنا شرط اول ہے۔ یہاں آئین عبودیت، حرمت کے دائرے، پردہ اخلاق اور زبانی ضوابط کو ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ غیر معتدل حالات سے دامن بچا کر ثواب کا مستحق قرار پایے۔

زیر نظر حمدیہ کلام کی بات کریں تو" ثنائے رب کریم" مرحوم شآداب ذکی بدایونی کی تقدیسی شاعری کا قابل داد وتحسین مجموعہ ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اسقدر قلم کی روانی سے نوازا ہے کہ گویا، ہر شعر اپنے اندر ایک آواز سموے ہوئے ہیں۔ ان کی حمد گوئی کے بارے میں ملک کے معروف اور ذی وقار ادبی شخصیات نے اپنے بہترین تاثرات بیان کیے ہیں اور انہیں اپنے عہد کا گراں قدر حمدیہ شاعر قرار دیا ہے، جن میں جناب سیفؔی سرونجی، ڈاکٹر تابش مہدی، ڈاکٹر معصوم شرقی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر تابش مہدی نے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا ہے :

" ڈاکٹر شآداب ذکی بدایونی ہمارے عہد کے خوش فکر، سنجیدہ اور قادر الکلام شعرا میں ہیں.......!" ..." ثنائے رب کریم" حمدیہ مناجاتی شاعری کی ایک قابل قدر اور لائق تحسین کتاب ہے۔''

سیفی سرونجی صاحب نے اپنے تاثرات یوں بیان کئے ہیں:

''یہ سچ ہے کہ اکثر شعراء کچھ نہ کچھ حمد ونعت کہتے رہے ہیں۔ برائے نام اپنی نجات کا وسیلہ سمجھ کر، لیکن ڈاکٹر شآداب ذکی بنیادی طور پر حمد ونعت کے ہی شاعر ہیں۔ انہوں نے حمد ونعت کہنا اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہیں....... تعریف کی بات یہ ہے کہ نئی نسل میں کوئی ایسا شاعر نہیں ہے جس نے اتنی بڑی تعداد میں اتنا کچھ کہا ہو کہ تین مجموعے شائع ہوئے ہوں، یہ امتیاز صرف شآداب ذکی صاحب کو حاصل ہے۔''

" ثنائے رب کریم" اہمیت و موضوعات کے لحاظ سے حمدیہ شاعری کا عظیم شاہکار ہے۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، قدرت، رحمت اور وحدانیت کو موضوع بنایا گیا ہے۔

تخلیقی انداز میں کائناتی نشانیوں (آسمان، ستارے، جگنو وغیرہ) کے ذریعے خالق حقیقی یعنی رب کی عظمت کچھ یوں بیان کی ہے۔

چاند سورج ہوں ستارے ہوں کہ ننھے جگنو
سب سے ظاہر ہوا کرتی ہیں ضیائیں تیری
(ص۴۶)

حمد وثناء کا یہ مجموعہ موضوع اور مواد کے اعتبار سے منفرد قدر و قیمت کا حامل ہے۔ان کے حمدیہ اشعار ایمان اور عقیدت کا بہترین نمونہ ہیں:

ہے لغت ناکافی تیری شان و عظمت کے لیے
پورے پڑ سکتے نہیں الفاظ مدحت کے لیے
لب پہ ہو حمد و ثنا ، آنکھوں سے جاری اشک ہوں
ہے ضروری یہ دل مضطر کی راحت کے لیے
(ص55)

بندہ خدا کے حضور میں عاجزی اور انکساری کا اظہار کرسکتا ہے۔ اپنے جذبات اور احساسات کو اسی کسرنفسی کے ساتھ بیان کرسکتا ہے۔شاداب ذکی صاحب اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور بھروسہ رکھتے ہیں، اسی کے سہارے اور اسی کے بھروسے پر چلتے ہیں۔اُن کے افکار وخیالات میں خدائے وحدہ لاشریک کی عظمت و بزرگی جھلکتی ہے، جو رحمان ورحیم ہے، غفور ورحیم ہے۔اُس کی کبریایی اور صفات کریمی بے شمار ہیں،کوئی حداُن کی توصیف تک نہیں پہنچ سکتی۔اگر اپنے گرد وپیش پر غور کیا جائے تو ہر چھوٹی بڑی چیز میں رب کریم کی شانِ رحمت نظر آتی ہے۔شاداب ذکی صاحب نے پوری کوشش کی ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں کوتاہی نہ ہو اور وہ قبولیت کی سعادت حاصل کرسکیں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ ایک ہی موضوع پر مسلسل سوچنا تخیل کو کتنا وسعت دے سکتا ہے، جبکہ ذاتِ الٰہی لامحدود ہے اور انسان کی عقل محدود۔ پھر بھی اُنھوں نے اپنے گہرے فکر اور وسیع تخیل سے کام لے کر یہ سعی کی ہے۔ چند اشعار بطور مثال پیش کرنا چاہتی

ہوں، جو فکری ندرت اور معنوی تنوع سے مزین ہیں۔

الٰہی بخش دے وہ ذوق بندگی مجھ کو
کروں زبان سے میں ہر وقت گفتگو تیری
(ص۱۹)

گاگر بھی اسی کی ہے، سمندر بھی اسی کا
لکھا ہوا سب کا ہے مقدر بھی اسی کا
(ص25)

ہمارے عہد کے اس شور کو مٹا دے تو
ہر ایک سمت ہے بس اب تو ہاؤ ہو یا رب
(ص40)

صرف لُو ہی نہیں، ہیں ٹھنڈی ہوائیں تیری
کیسی کیسی مرے مولا ہیں عطائیں تیری
(ص45)

لب پہ ہو حمد و ثنا، آنکھوں سے جاری اشک ہوں
ہے ضروری یہ دلِ مضطر کی راحت کے لیے
کیجیے بسم اللہ سے آغاز ہر اِک کام کا
ہے بڑا انمول نسخہ خیر و برکت کے لیے۔
(ص55)

اس کی مرضی کے بنا پتّہ بھی ہل سکتا نہیں
ہے بلا شک ایسا ہی کچھ انتظام اللہ کا
(ص57)

2011 میں مرحوم شاداب ذکی، بیماری میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہو گئے، تاہم ذہنی طور

پر اللہ کے فضل و کرم سے وہ توانا تھے۔ اگرچہ جسمانی معذوری کا احساس ان پر غالب تھا لیکن وہ بارگاہ خداوندی سے کبھی ناامید تھے۔ اس کیفیت کا اظہار ان کی تقدیسی شاعری میں اکثر ملتا ہے۔ مثال کے لیے ایک شعر ملاحظہ ہو:

میرے مرض کو مولا کرشمے میں ڈال دے
اٹھوں جو صبح مجھ کو اچنبھے میں ڈال دے
(ص97)

''ثنائے رب کریم'' جدید دور میں لکھی گئی مقدس ادب کا قیمتی سرمایہ ہیں، جو شرعی حدود کا پاس رکھتے ہوئے فنی بلندیوں کو چھوتی ہے۔ یہ فن پارہ عبد و معبد کے درمیان رشتے کا اظہار ہے۔ ڈاکٹر شاداب ذکی نے کائینات کے مختار کل یعنی اللہ کی عظمت اور کبریائی کا بیان اپنے منفرد انداز میں کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آمین۔

****

(۲) ''خوشبوئے مدینہ'' نعتیہ مجموعہ

'حسن احتیاط لازمی ہے سرکار دو عالم کی مدحت وصف کے اظہار کے لیے!

" خوشبوئے مدینہ" ڈاکٹر شادآب ذکی بدایونی کی نعت گوئی کا روحانی سفر ہے۔ اہمیت و موضوعات کے اعتبار سے یہ کتاب سرور دو عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر مشتمل نعتیہ کلام پر محیط ہے۔

اگر یوں کہا جائے کہ ڈاکٹر شاداب ذکی صاحب کو سخن وری وراثت میں ملی ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ کیوں کہ وہ بدایوں کے ایک علمی، ادبی اور معزز خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والدِ محترم جناب ذکی تال گانوی بدایوں کے گراں قدر اساتذہ میں گنے جاتے ہیں۔ حمدیہ کتابوں کی اشاعت کے بعد انہیں نعتیہ مجموعہ ترتیب دینے کا خیال آیا۔ والد محترم کے مشورے پر یہ خیال نعتیہ دیوان میں تبدیل ہوگیا۔ اس بات کا استفسار

انہوں نے ایک نعتیہ مجموعے کے ابتدائیہ میں کیا ہے۔

زیر نظر نعتیہ مجموعہ "خوشبوئے مدینہ" عقیدت وایثار حیات افروز ہونے ساتھ پرکیف بھی ہے۔اس کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے کی ہے۔

دھوپ غم کی ہو کہ ہو تپتے ہوئے سورج کی
سایہ بن کے چلی آے خدا کی قدرت
(ص33)

ڈاکٹر شاداب ذکی صاحب نہ صرف ایک تربیت یافتہ تقدیسی شاعر ہے، بلکہ ایک پختہ کار فنکار بھی ہے۔انہوں نے کثیر تعداد میں نعتیں اور مناجاتیں کہی ہے جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ان کے دل ودماغ کو عقیدے اور ایمان کی پختگی اور عشق الہی اور عشق رسول کی آتش نے پاک وصاف کردیا ہے۔اس میں شفاعت، رحمتِ عالمی، اور اتباعِ سنت جیسے موضوعات کو منظوم کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے ان کی شاعری کے آہنگ وانداز میں عقیدت، ایثار ومحبت کے گلزار مہکتے ہیں۔چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

امت کے طرفدار اگر آپ نہ آتے
کیا کرتے گنہگار اگر آپ نہ آتے
ہوتا نہیں جس کا کویی ہم ایسے بھٹکتے
بے یار و مددگار اگر آپ نہ آتے
(ص50)

شکم سے باندھے تھے جو سرور کونین نے اپنے
کبھی امت کے مزدور وہ پتھر یاد آتے ہیں
(ص45)

عظمتِ شہِ دین کی اک مثال دیتا ہوں
تخت شاہی پر ان کی اک چٹایی بھاری ہے۔

(ص56)

اس شخص کی عظمت پر اب کویی لکھے گا کیا
وہ جس کی بڑایی میں قرآن کے پارے ہیں

(ص59)

جام کوثر کے مقابل بالیقین
دوسرا کب جام ہے صد آفریں
رحمتہ العالمیں ہیں اس لیے
فیض آقا عام ہے صد آفریں

(ص61)

شاداب ذکی نے نعت میں نورانی تصویر کشی کی ہے، جیسے:

جوڑے ہے رب سے تار مرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا در
ہے کتنا پر وقار مرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا در
آتا رہے گا خواب میں تا عمر وہ نظر
دیکھ آؤ! ایک بار مرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا در

(ص78)

ڈاکٹر شاداؔب ذکی کی یہ روحانی تصانیف "ثنائے رب کریم" (حمدیہ کلام) اور "خوشبوئے مدینہ" (نعتیہ مجموعہ) محض الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ عشقِ حقیقی کی وہ سچی کرنیں ہیں، جو دلوں کو منور کر دیتی ہیں۔ ان کے کلام میں جہاں فنی پختگی اور فکری گہرائی ہے، وہیں ایک بندۂ مومن کی عاجزی اور سوزِ دروں بھی شاملِ حال ہے۔ یہ دونوں کتابیں ادب کے دامن میں ایسے گوہر نایاب ہیں جو صدیوں تک عظمتِ روحانی کا پیغام سناتی رہیں گی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو ان کی اس عظیم ادبی خدمت کے عوض جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو بھی ان کی طرح خشوع وخضوع سے لبریز کر دے۔

ڈاکٹر کوثر مظہری
شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
Cell.: 9818718524

'شمس کا انجمِ کمال' اور یہ 'مجموعۂ نعت'

نعتیہ شاعری، جس قدر سننے اور پڑھنے میں آسان لگتی ہے اسی قدر مشکل بھی ہے۔ بڑے سے بڑا تخلیقی فنکار بھی لڑکھڑا سکتا ہے۔ عام شاعری میں تو یہ ہے کہ موضوع کے برتے جانے کی کوئی حد بندی نہیں ہوتی، شرطیں نہیں ہوتیں۔ یہاں صرف یہ ہوسکتا ہے کہ اگر قوت تخلیق کمزور ہے تو شاعری خراب ہوجائے گی۔ لیکن نعت گوئی میں شاعری سے بھی زیادہ توجہ موضوع کو احتیاط کے ساتھ برتنے میں ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہاں بے احتیاطی سے عقیدہ اور عاقبت دونوں کے خراب اور مشکوک ہونے کے اندیشے پیدا ہوجاتے ہیں۔ عربی اور فارسی کے علاوہ دنیا کی مختلف زبانوں میں نعتیہ شاعری ہوئی ہے۔ اردو میں بھی اس صنف شاعری کا سرمایہ کم نہیں۔

زمانۂ قدیم میں اردو کے بیشتر شعرا نے حمدیہ اور نعتیہ اشعار سے اپنے دیوان مزین کیے ہیں۔ اردو میں ہندو شعرا نے بھی بے شمار نعتیں کہی ہیں۔ البتہ یہاں خارجی عقیدت کام کرتی ہے جو شعری پیکر میں ڈھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ لیکن جب ایک صاحب ایمان شاعر نعت کہتا ہے تو اس میں صرف خارجی عقیدت بطور موضوع کے نہیں آتی بلکہ اس کی سچی عقیدت اخلاص میں دھل دُھلا کر نہایت ہی حزم و احتیاط کے ساتھ الفاظ و تراکیب کے پیکر میں اتر جاتی ہے۔

میرے پیشِ نظر 'بلغ العلیٰ بکمالہ' کے نام سے ایک نعتیہ مجموعہ ہے اور یہ ایک ایسے نوجوان شاعر کا ہے جن کی شاعری میں پڑھتا رہا ہوں۔ لیکن چوں کہ یہ نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہے اور انھوں نے بڑی محبت سے مجھے اس سفرِ مسعود میں شریک کیا ہے، لہٰذا پہلے تو میں ان کا شکریہ ادا

کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ ان کی زندگی اور شاعری دونوں زمانے کے شر ور فتن سے محفوظ و مامون رہیں — آمین! پھر وہ مرحلہ بھی آتا ہے کہ ان کی اس تخلیقی عقیدت مندی کی داد دی جائے۔

شمس نے پہلے مناجات پیش کی ہے جو آٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔ایک شعر آپ بھی ملاحظہ کر لیجیے :

مجھے تو لفظ و معانی پہ دسترس ہی نہیں
تو میری فکر کو شعروں میں ترجمہ کردے

عشق رسولؐ اور سیرت رسولؐ کی ہم آہنگی سے نعت پاک وجود میں آتی ہے۔ شمس کے شعروں میں بھی یہ ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ دنیا یا مظاہر فطرت کو دیکھ کر اگر شاعر کا ذہن سیرت پاکؐ یا رسولؐ مکرم کی طرف منعکس یا ملتفت ہو جائے تو سمجھنا چاہیے کہ پرتوِ عشق رسولؐ سے دل منور ہو گیا ہے۔ دو شعر دیکھیے :

دلکشی گفتار میں چہرے پہ رعنائی بہت
چاند کو دیکھا تو مجھ کو انؐ کی یاد آئی بہت
روشنی شمس و قمر کی آپؐ سے ہے مستعار
آپؐ کے چہرے کی ضو تاروں نے ہے پائی بہت

شمس کمال انجم چوں کہ ایک عالم دین بھی ہیں اس لیے سیرت رسولؐ کی مختلف جہات، تاریخ اسلام کے اوراق نیز ماضی کی تاریکی میں انوار رسالتؐ سے تابندہ گوشوں پر بھی ان کی نظر ہے۔ عقیدت کے ساتھ ساتھ وہ رسول اکرمؐ اور اس عہد کی تاریخ بھی اپنی نعتوں میں پیش کرتے ہیں۔ چند شعر ملاحظہ کیجیے :

بوجہل و بولہب سے عدو ان کو گر ملے
اصحاب بھی ملے انھیں انصار کی طرح

....

سراقہ ابن مالک آپؐ کا سر لانے نکلے تھے
مسلماں ہوگئے وہ، جب سُنی سرکار کی باتیں

فضائے وادی اُمّ القریٰ میں کل جو گونجی تھی

ابھی اس آیتِ توحید کی تفسیر روشن ہے

اللہ نے رسولؐ پاک کو پوری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا۔ ان کا طرزِ حیات اور بوریا نشینی میں سلطانی کا اعجاز، ان کے عادات واطوار، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ ایسے رہے کہ جن سے پورا عالم اس زمانے میں بھی متاثر تھا اور آج بھی سچے دل سے جو آپؐ کی سیرت کا مطالعہ کرتا ہے، وہ آپؐ کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ وہ بلاشبہ بشر تھے لیکن عالم بشیریت سے بالاتر تھے۔ شمس کمال انجم نے نعت رسولؐ لکھتے ہوئے ان باتوں کو اپنے پیش نظر رکھا ہے۔ انھوں نے اپنے فکر وشعور کو عقیدت کے صاف وشفاف پانی سے دھوکر اپنی تخلیقیت سے ہم کنار کیا ہے۔ اگر صرف فکر ہو اور قلب رقّت اور جذبہ و اخلاص سے معرا ہو، تو نعتیہ شاعری اپنی معنویت کھو دیتی ہے۔ جب مومن کے ضمیر پر عشق رسول دستک دیتا ہے تو ضمیر، ضمیرِ کائنات پر دستک دینے کے لیے نغمہ سرا ہو جاتا ہے اور یہی وہ نغمہ سرائی ہے جسے نعتیہ شاعری سے موسوم کرتے ہیں۔ آیئے اوراق ماضی سے دو چند بکھرے ہوئے ایسے ہی نغمے اور ان کی لے سنتے ہیں:

دوگامے زیں جہاں تا آں جہانش

دوجولاں از مکاں تا لامکانش

(سعدی شیرازی)

اس کے علاوہ سعدی ہی کے عربی اشعار ہیں جن کا ایک

مصرع آپ کے سامنے پورا تناظر پیش کردے گا :

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہٖ......

اے عَربی نسبت و امّی لقب

بندۂ تو ہم عجم و ہم عرب

تیغ عرب زن کہ فصاحت تراست

صید عجم کُن کہ ملاحت تر است

چوں ز تو خوانند و نویسند ہم
گر تو نخوانی و نہ نویسی چہ غم
از سیاہ راست سفیدی امید
بہ کہ سیاہی نہ نہی برسپید

(مولانا عبدالرحمن جامی)

بہ دستش کشاد قلم نارسا
بہ کلکش سواد قلم نارسا
بہ رفتار صحرا گلستاں کنی
بہ گفتار کافر مسلماں کنی
بہ دنیا ز دیں روشنائی دہی
بہ عقبی ز آتش رہائی دہی

(غالب)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولا

(حالی)

اقبال کی شاعری سے اَن گنت نمونے پیش کیے جاسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں شبلی، حفیظ جالندھری، احسان دانش، تاجور نجیب آبادی، ماہر القادری، آغا حشر کاشمیری، تمنا عمادی، جوش ملیح آبادی، عمیق حنفی اور ذرا آگے بڑھیے تو مشاعروں میں بیکل اُتساہی، کلیم عاجز، ابرار کرت پوری، راز الٰہ آبادی، اجمل سلطانپوری، تسنیم فاروقی، شمس الٰہ آبادی، صبا افغانی وغیرہ کی نعتیہ شاعری نے بھی اس صنف کو فروغ بخشا۔ آج بھی نعتیہ شاعری میں قمر سنبھلی، تابش مہدی، ظفر مراد آبادی، امجد

علی سرور، اقبال اشہر، ماجد دیو بندی کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر حافظ عبد المنان طرزی صاحب نے منظوم سیرت پاک رقم کی اور ساتھ ہی 'طل ع البدر علینا' کے نام سے ایک خوبصورت مجموعہ نعت بھی قارئین کے سامنے پیش کیا۔ ابرار کرت پوری نے تو حمد و نعت اکیڈمی ہی قائم کر رکھی ہے اور ہر سال وہ اس ادارے کے تحت کسی شاعر کو اعزاز سے نوازتے بھی ہیں۔ ان کے کئی نعتیہ مجموعے ہیں 'غزوات' کے نام سے انھوں نے بھی سیرت رسولؐ منظوم کی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

صلاح الدین پرویز نے نعتیہ نظمیں بے محابا کہی ہیں۔ انھیں یہ اختصاص حاصل رہا کہ انھوں نے زیادہ تر نظمیں معرا، آزاد یا نثری نظم کی ہیئت میں کہی ہیں۔ اسی طرح عنبر بہرائچی کا مجموعہ نعت 'لم یات نظیرک فی نظر' بہت اچھا تخلیقی استعارہ ہے۔ اس کے علاوہ عنبر بہرائچی کا اودھی، بھوجپوری، اردو زبان میں نعتوں کا مجموعہ 'روپ انوپ' (2010) بھی شائع ہوا ہے۔ اس مجموعے کی خوبی یہ بھی ہے کہ مختلف نعتیں مختلف بحور اور اوزان میں ملتی ہیں۔

بہر حال، نعت گوئی کی تاریخ بیان کرنا مقصود نہیں، البتہ سامنے کے کچھ نام تھے جو آ گئے۔ دراصل بات شمس کے نعتیہ وجدان و کمال کی ہو رہی ہے۔ انھوں نے سیرت پاک کو اپنے لفظوں میں بڑی سادگی کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے، جیسے کہ کسی طرح کی لفظی ملمع کاری یا تصنع سے وہ قصداً گریز کر رہے ہوں۔ حالاں کہ ایسا ہوتا نہیں۔ یہ تخلیقی بُنت تو فطری رنگ میں اپنا کام کرتی ہے۔ دیکھیے ایسے سادہ مگر شیریں نعت کے اشعار:

چٹائی اُس کا بستر تھا کھجوریں تھیں غذا اُس کی
پر اپنے عہد کا وہ آدمی سلطان ہے یارو

....

اپنی کٹیا میں سوئے چٹائی پہ جو
کیا جہاں میں کوئی ایسا سلطان ہے

....

دیکھ کر نظریں جھکا لیں چاند تاروں کی ضیا
چہرۂ سرکار پر ایسی ضیا موجود ہے

....

ہو کے طیبہ کی گلی سے جو صبا آتی ہے
گنگناتے ہوئے وہ صلِّ علیٰ آتی ہے

....

نعتیہ شاعری میں اس بات کی بھی گنجائش ہوتی ہے کہ امت کے حال زار، زمانے کی ستم ظریفی، قوم کی کسمپرسی اور دیگر احوال بھی پیش کیے جائیں اور اپنے دل کے احساسات اور کیفیات کی تجسیم (Personify) بھی کی جائے۔ جیسے کہ بیشتر شعرا نے کی ہے۔ شمس کمال انجم نے بھی اس نوع کے اشعار کہے ہیں۔ ایسا اس لیے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم لوگ جس عہد میں جی رہے ہیں وہ تو واقعی کرب و بلا سے بھرا ہوا ہے، بلکہ یوں کہہ لیں کہ ہم آج 'عرصۂ کربلا' ہی میں ہیں۔ یعنی یہ اُمت مسلمہ دشمنانِ اسلام کے حصار میں ہے۔ لہٰذا آج کے شاعر کے لیے دوسری اصناف سے زیادہ نعتیہ شاعری کے لیے ایک خاص طرح کا تناظر خلق ہو گیا ہے۔ جیسے شمس کمال کے یہ اشعار:

اے خدا دنیا کو حُبِّ مصطفی کی دے ضیا
دہر میں ہے کُفر و باطل کی گھٹا چھائی بہت

....

مشکل میں بہت امت احمد ہے الٰہی
ہر قوم اسے ڈستی ہے انداز دگر سے

....

جس قوم کی اقرا سے شروع ہوتی ہے تاریخ
مطلب ہی نہیں ہے اسے آج علم و ہنر سے

لیکن اس نوع کے اشعار شمس کے یہاں کم ہیں۔ دوسرے شعرا کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن میں یہاں صرف جوش ملیح آبادی کی نعت سے دو تین شعر پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ میرے نظریہ اور مقصود کو سمجھا جاسکے:

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزم کافری
رعشۂ خوف بن گیا رقص بتانِ آذری
اے کہ ترا غبار راہ تابش روئے ماہتاب
اے کہ ترا نشان پا نازش مہر خاوری
تیرے فقیر اور دیں کوچہ کُفر میں صدا
تیرے غلام اور کریں اہل جفا کی چاکری
اٹھ کہ ترے دیار میں پرچمِ کفر کھُل گیا
دیر نہ کر کہ پڑگئی صحن حرم میں ابتری

یعنی یہ کہ امت اور قوم کے مسائل اور زبوں حالی کو بھی نعت رسول کے وسیع دامن میں رکھا جاسکتا ہے۔

شمس کمال انجم نے اپنی پوری نعتیہ شاعری میں کوشش کی ہے کہ وہ اپنے ذاتی کوائف اور احوال کو رسول پاکؐ اور ان کی سیرت سے ہم آمیز و ہم آہنگ کریں۔ اس لیے اُن کے اس نعتیہ مجموعے میں ایسے اشعار کثرت سے ملیں گے جن میں خود ان کا احساس پوری شدت کے ساتھ گھلا ملا نظر آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نعت کہنا بھی ایک نجی شعری مشغلہ ہے، بلکہ اگر عبادت کہہ لیں تو مضائقہ نہیں۔ اسی لیے شاعر کو اختیار ہے کہ وہ تمام تر فکری ارتکاز اپنی ہی ذات اور اپنے ہی احساسات پر رکھے۔ یہ اشعار ملاحظہ کیجیے :

دین و ایمان کا جُز ان کی محبت ٹھہری
نعت کے شعروں کو اشکوں میں بھگو کر لکھوں

....

ہر طرف سرخ گلابوں کی کیاری لگ جائے
نعت کو خون جگر میں جو ڈبو کر لکھوں

....

میرے اشعار کا استعارہ ہیں آپؐ
مطلع و مقطع و قافیہ آپؐ ہیں

....

اس میں دیکھیں گے ہم تو سنور جائیں گے
شمسؔ ہے آئینہ زندگی آپؐ کی

....

قسم خدا کی کہیں اور مل نہیں سکتا
سکون قلب جو مجھ کو ملا مدینے میں

....

اگر نہ مجھ کو دیار نبی میں موت آئے
تو جان لینے کو آئے قضا مدینے سے

....

جب سر حشر مرا نام پکارا جائے
میری نعتوں کو بھی پڑھ کر کے سنایا جائے

شمس نے ایسے اشعار بہت کہے ہیں جن کا تعلق پوری طرح ان کے ذاتی احساس سے ہے۔ اسے یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ وہ نعت میں اپنی تخلیقیت سے زیادہ عقیدت اور عبادت کے عناصر سمونے کی سوچتے ہیں۔ یعنی یہ کہ :

جذبۂ الفت احمدؐ میں نہایا جائے

اس مجموعے کے آخر میں تین نظمیں بھی شامل ہیں۔ پہلی نظم 'مدینے کی یاد میں' دوسری طلع البدر علینا' اور تیسری نظم حضرت حسان بن ثابتؓ کے مشہور قصیدے 'اَغَرُّ عَلَیْہِ لِلنَّبُوَّۃِ شَاھِدٗ' کا ترجمہ ہے۔ یہ تینوں نظمیں پڑھتے ہوئے مجھے بے حد طمانیت اور مسرت کا احساس ہوا۔ ایک تو یہ کہ میں عربی نہیں جانتا لہٰذا اس منظوم ترجمے سے حسّان بن ثابت کے قصیدے اور اس نغمے سے واقف ہوا جو 'طلع البدر علینا' سے مشہور ہے اور جسے مدینے کی بچیوں نے حضور اکرمؐ کے مدینے آنے پر استقبالیہ گیت کے طور پر سنایا تھا۔

'مدینے کی یاد میں' جو نظم ہے اس میں شاعر نے زندگی کے یاس انگیز لمحوں کو قید کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں ایک طرح کی سرشاری اور کیف آگیں لمحے سمٹ آئے ہیں۔ شاعر کو مدینے سے زیادہ حسین وجمیل کوئی دوسرا شہر نظر نہیں آتا۔ مدینہ اب اس کے ماضی یا پھر یادداشت کا حصہ بن چکا ہے۔ نظم یوں شروع ہوتی ہے :

بہت سے خوبصورت شہر دیکھے/ لہلہاتی وادیاں/ اور خوشنما باغات دیکھے
آئینے جیسے چمکتے پانیوں کی جھیل دیکھی/ چاندنی سی صاف ستھری ندیاں دیکھیں
پہاڑوں کا جلال اور ریگزاروں کی چمک دیکھی
زمین وآسماں میں/ خوبصورت منظروں کا سلسلہ دیکھا
مگر اب ایسا لگتا ہے/ کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا

شاعر کو مدینہ سے آکر وہاں کے اہم مقامات اور محراب ومنبر کی یاد آتی ہے۔ باب السلام اور باب رحمت، قُبا کی پہلی مسجد، بقیع الغرقد اور جبل اُحد اور وہ روضۂ مقدس جو جنت کا ایک ٹکڑا ہے، سب کی یاد آتی ہے :

وہ روضہ جو مقدس ہے/ جو اک ٹکڑا ہے جنت کا/ جو گوشہ ہے عقیدت کا
اُسی شہرِ تمنا کی محبت میں تڑپتا ہوں/ دلِ پُرشوق بس یہ چاہتا ہے
پر لگا کر میں/ اسی شہرِ تمنا کی طرف پرواز کر جاتا
اس حصے سے پہلے اُس عرضِ مقدس کی تعریف میں کہہ چکے ہیں:

مرے دل میں نہیں ہے اب/ کوئی پیکر کوئی بستی/ نگاہوں میں نہیں میری
سوائے ایک بستی کے/ وہ بستی جنت ارضی/ وہ بستی نور کا مرکز
وہ بستی علم وحکمت کی/ اخوت کی مروت کی/ عبادت کی ریاضت کی

ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے شہر مدینہ شاعر کے دوران خون میں حلول کر گیا ہے، اس کے عمل تنفس کا ناگزیر حصہ بن گیا ہے۔ یہ اضطراب، یہ اشتیاق اور پھر اس سہل انداز میں اس کا اظہار، دل کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یہ نظم روایتی اور قدیم طرز نعت گوئی سے قدرے مختلف معلوم ہوتی ہے۔ آج کے جدید شاعر سے اسی ہیئت اور اسی اسلوب میں نعت گوئی کی توقع کی جاتی ہے۔ یہ ایک خوبصورت نعتیہ نظم ہے۔

دوسری نظم ہے طلع البدر علینا۔ آپؐ جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں کی انصاری عورتوں، کنیزوں اور بچیوں نے اپنی عقیدت کا اظہار کیا تھا جو کہ حضور اقدسؐ کا استقبال بھی تھا۔ عربی کے چار مصرعے پہلے لکھتا ہوں پھر اس کے بعد شمس کے منظوم ترجمے پر گفتگو ہوگی۔

طَلَعَ الْبَدرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَاتِ الوَداع

ترجمہ: اس بلند مقام، جہاں سے مدینہ کے مسافروں کو رخصت کیا جاتا ہے، ہم پر بدر کامل کا ظہور ہوا۔

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع

ترجمہ: ہم پر اللہ کی طرف سے بلانے والے کی دعوت اسلامی کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔

اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا جِئتَ بِالأَمْرِ الْمُطَاع

ترجمہ: اے ہم میں مبعوث ہونے والے پیغمبرؐ! آپ ہم میں واجب الاطاعت شریعت لے کر تشریف لائے ہیں۔

جِئْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِينه مَرحَبا يَا خَير دَاع

ترجمہ: آپ نے اپنی آمد سے مدینہ منورہ کو شرف عطا کیا۔ اے بہترین دعوت دینے والی ذات خوش آمدید!

شمس کمال انجم نے اس کے منظوم ترجمے میں تصرف سے کام لیا ہے لیکن اس اصل متن سے انحراف نہیں کیا ہے۔ اس نظم سے صرف دو ٹکڑے پیش کیے جاتے ہیں:

ثنیات الوداع سے/ بدر کامل کی کرن آئی
خدائے پاک کی/ حمد وثنا اور شکر کی/ توفیق ہر اک شے نے ہے پائی
مبارک، مرحبا، خوش آمدید/ اے مصطفیٰ پیارے محمدؐ

— —

منور آپ کے دم سے ہوا/ شمسِ کمال وآفتابِ حق
خدائے پاک کا صد شکر ہے/ جس نے بنایا آپ کو ہے/ خیر کا داعی

شمس کمال انجم نے اس متن کا خوبصورت منظوم ترجمہ پیش کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے شاعر رسولؐ حسّان بن ثابت کے قصیدے اَغَرُّ عَلَیۡہِ لِلنّبُوَّۃِ شَاھِدُ کا بھی منظوم ترجمہ کیا ہے۔ دراصل یہاں لفظی ترجمے سے کام نہیں چلتا بلکہ تخلیق کار کی عقیدت اگر شامل نہ ہو تو پھر شاعری محض خارجی لفظی بازی گری ہو کر رہ جاتی ہے۔ شمس نے یہاں بھی اپنی عقیدت اور تخلیقی قوت کی ہم آہنگی سے اس ترجمے میں گداختگی اور راہ عشق میں ہونے والی خودسپردگی کی شان پیدا کر دی ہے۔ نظم میں قوت اظہار کی سادگی سے ایک خاص طرح کی روانی پیدا ہو گئی ہے:

درخشاں آپ پر مہر نبوت ہے/
جو روشن ہے منور ہے/ خدائے پاک کی سچی شہادت ہے
ملایا ہے خدائے پاک نے/ اسم نبیؐ کو اپنے ناموں میں/ اذانوں میں
اقامت میں/ اور اس پر پانچ وقتوں کی شہادت ہے

اور پھر یہ حصہ:

منور، نور، ہادی/ بن کے آپ آئے زمانے میں
درخشاں ہند کی تلوار کی مانند/ انوار رسالتؐ ہے

میں یہاں حسانؓ بن ثابت کے یہ چار مصرعے مع ترجمہ کے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ

اس مداح رسول اکرمؐ کے تئیں بھی خراجِ عقیدت ادا ہو سکے:

وَاَحۡسَنَ مِنۡكَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَيۡنِى

ترجمہ: حضور! میری آنکھ نے آپ سے بڑھ کر کوئی حسین وجمیل نہیں دیکھا

وَاَجۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَاءُ

ترجمہ: اور کسی عورت نے آپ سے بڑھ کر خوبصورت کبھی نہیں جنا

خُلِقۡتَ مُبَرَّءًا مِّنۡ كُلِّ عَيۡبٍ

ترجمہ: آپ کو ہر عیب سے مبرّا پیدا کیا گیا

كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ: گویا آپ اپنی خواہش کے مطابق پیدا کیے گئے

یہ دوحوالے میں نے قارئین کی خدمت میں اس لیے پیش کر دیے ہیں کہ اصل متن ان کی نظر میں آ جائے۔ بہت سے لوگوں کی نظر میں عربی نعتیہ شاعری کا یہ متن ہوگا۔ اس صنف پر مضمون یا مقالہ تو لکھا نہیں جا رہا ہے، البتہ چند بکھرے ہوئے خیالات اور تاریخی حقائق کی روشنی میں شمس کمال انجم کی نعتیہ شاعری کو دیکھنا تھا اور ان کی عقیدتوں اور عشق رسول میں ڈوبی ہوئی ان کی تخلیقی کاوشوں کی داد دے کر خود کو بھی اس سفر کا حصہ بنانا تھا کہ میں بھی حوض کوثر پر شمس کے پیچھے چند جرعات کی خاطر اپنا اوک بڑھا سکوں۔ اللہ کرے یہ مجموعۂ نعت اردو حلقوں میں تخلیقی اعتبار سے بھی مقبول ومعروف ہو اور شاعر کے لیے ذریعہ نجات بھی بن جائے — اور کیوں نہ ہو کہ شمس کا ایمان ہی حبِّ رسول ہے:

دین و ایمان کا جُز ان کی محبت ٹھہری
نعت کے شعروں کو اشکوں میں بھگو کر لکھّوں

***

سیّد صفدر

صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری: فکری وتنقیدی تناظر

پہلی کتاب، جس میں نعت کی تنقید کے متنوع اسالیب کی عکاسی کی گئ ہے

نام کتاب : ''صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری.... فکری وتنقیدی تناظر''
مرتب: ڈاکٹر شمع افروز صفحات:600 قیمت:1000روپے
زیراہتمام: نعت ریسرچ سینٹر، 306بی، بلاک14، گلستان جوہر، کراچی

ڈاکٹر ناصر عباس نیر کے دیباچے سے اقتباس:

"نعت ہماری مذہبی وعقیدتی حسیت، شناخت اور گہرے درونی جذبات ہی کا اظہار نہیں بلکہ عربی، فارسی اور اردو کی ممتاز صنف ادب بھی ہے۔اسے پڑھنا اور سمجھنے کی کوشش کرنا اپنی اجتماعیت اور گہری داخلیت سے تعارف کا ذریعہ ہے۔ڈاکٹر شمع افروز کی مرتبہ، اس کتاب میں نہ صرف صبیح رحمانی کی نعت گوئ ونعت خوانی کے حوالے سے ایک سوایک اہل قلم کے وقیع مقالات اور تاثرات شامل ہیں بلکہ نعت کی تنقید کے ضمن میں بھی ایسی تحریریں موجود ہیں جو نعت کی تنقید کوایک نئ سمت دیتی محسوس ہوتی ہیں" (ص11)،

ڈاکٹر ریاض مجید کے دیباچے سے اقتباس:

"صبیح رحمانی کی انفرادیت اگرچہ" نعت رنگ" کے مدیر کے طور پر عمدہ کارکردگی ہےجس کی دور دور کہیں مثال نہیں ملتی اس کا کردگی کا واحد ہدف ادبیات عالیہ کے تنقیدی معیارات کی روشنی میں نعت کے فکروفن کے جائزے کی کوشش ہے۔انہوں نے اس بنیادی نکتے پر برصغیر پاک وہند کے سینکڑوں لکھنے والوں کو جمع کیا، بہت سے اہل قلم جواپنے اپنے طور پر نعت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صنف کی دیرینہ روایت میں موجود اعلیٰ ادبی وشعری محاسن اور اس کے امکانات دیکھ رہے تھے ان کو شریک کار کیا اور یوں گزشتہ قریباً تین دہائیوں کی کوشش سے نہ صرف یہ کہ نعت کے ذیل میں ایک جداگانہ "نعت رنگی دبستان" تشکیل پا گیا بلکہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ایسا وقیع مواد بھی ہمدست ہو گیا جو "نعت رنگ" کے بنیادی اور اساسی نکتے کی تعبیرات وتشریحات پر مشتمل تھا۔ ڈاکٹر شمع افروز کا زیر نظر مرتبہ مجموعہ مضامین صبیح رحمانی کی ادبی وشعری شخصیت کے ایک دوسرے رخ کی تفصیلات پر روشنی ڈالتا ہے، یہ رخ صبیح کی تخلیقی صلاحیتوں سے متعلق ہے، وہ گزشتہ قریباً چار دہائیوں سے نعت نگاری بھی کر رہے ہیں اور ان کی نعتوں کے بارے میں ناقدوں، شاعروں، اساتذہ فن اور مختلف اہل قلم نے اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا ہے، ڈاکٹر شمع افروز نے صبیح رحمانی کی نعت کے بارے میں لکھے گئے مضامین وآراء کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ (ص 16-17)

ڈاکٹر عزیز احسن فلیپ پر لکھتے ہیں:

صبیح رحمانی کی تخلیقی دانش پر لکھے گئے ان مضامین میں تشریحی، توضیحی، تجزیاتی، جمالیاتی، تاثراتی، نفسیاتی، ساختیاتی اور اسلوبیاتی دبستانوں کے تقریباً تمام ہی تنقیدی حربے پہلی بار بروئے کار آئے ہیں۔ یہ پہلی تصنیف ہے جس میں نعت کی تنقید کے متنوع اسالیب کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہاں عام ادب اور نعتیہ ادب کے تنقیدی تجزیوں کا Pattern یکساں نظر آرہا ہے۔ مختلف تنقیدی دبستانوں کے منابع کی تجزیاتی نمود کے لیے صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری ہی مناسب لوازمہ (Matter) فراہم کرتی ہے۔ نقد سخن کے لحاظ سے یہ کتاب نعتیہ ادبی سرمایہ میں ایک اہم اضافہ ہے۔ (فلیپ)

ڈاکٹر یوسف خشک کی فلیپ پر رائے سے اقتباس:

صبیح رحمانی خوش قسمت ہیں کہ ان کا نعتیہ کلام اردو کے مشاہیر اور معاصرین کی تنقیدی بصیرت کی روشنی میں پرکھا گیا اور مختلف تنقیدی زاویوں سے اس پر رائے زنی کی گئی۔ صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری.... فکری وتنقیدی تناظر" میں شامل تمام مضامین نعتیہ ادب کی تنقیدی

جہت کو ثروت مند بنانے کے لیے کافی ہیں ۔ اس کتاب کی مرتب ڈاکٹر شمع افروز صاحبہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ہمارے دور کے ایک اہم ترین نعت گو پر لکھے گئے مضامین کو یکجا کیا اور ہمیں ان سے استفادے کا موقع فراہم کیا۔(فلیپ)

ڈاکٹر خورشید رضوی کی رائے ملاحظہ ہو:

سید صبیح رحمانی کو نعت اور نواح نعت سے جو دل بستگی ہے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔نعت گوئی اور نعت خوانی کے علاوہ ان کا اہم کارنامہ نعت ریسرچ سینٹر، کراچی کا قیام اور مجلہ" نعت رنگ" کا اجراء ہے۔ان کی ان خدمات جلیلہ کے نتیجے میں فن نعت کا جائزہ خالص علمی سطح پر کیا گیا اور نعتیہ ادب کے حوالے سے جدید تنقیدی نظریات کو بروئے کار لایا گیا۔علاوہ ازیں مختلف نعت گو شعرا کو خصوصی مطالعات کا موضوع بنایا گیا۔

صبیح رحمانی نے یہ خدمات خودنمائی سے دور رہ کر انجام دیں اور دوسروں کو اپنی ذات کے بجائے اپنے نصب العین کی طرف متوجہ کرنے میں مصروف رہے تاہم بقول مرشد الہ آباد" کہاں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو۔کر" نگاہ اہل نظر خود صبیح رحمانی کی شخصیت اور شاعری سے غافل نہیں رہی ۔ بہت سے اہم اور معتبر لوگوں نے ان کی نعت گوئی پر قلم اٹھایا اوراس موضوع پر مختلف اوقات میں شائع ہونے والی تحریروں کے ساتھ کئی نئے مضامین بھی لکھے گئے۔ہمیں ڈاکٹر شمع افروز کا ممنون ہونا چاہیے کہ انھوں نے اس سرمائے کو یکجا کر کے کتابی شکل دے دی جو آج آپ کے ہاتھ میں ہے۔یہ تحریریں الگ الگ بھی وقیع تھیں مگر یکجا ہو کر ان کا تاثر زیادہ بھرپور ہو گیا ہے ۔ اس کتاب کے مطالعے سے دوسروں کے کمالات کو اجاگر کرنے والے صبیح رحمانی کا اپنا کمال بھی مختلف زاویوں سے روشن ہو کر سامنے آئے گا۔(پس ورق)

***

محمد اطہر سامون

مشہور فارسی شعراء کے نعتیہ کلام کا انتخاب

نام کتاب : ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فارسی نعتیہ کلام مع ترجمہ)
مرتب : ڈاکٹر امتیاز اسد کھانجی (ڈوڈہ)

عربی شاعری میں سب سے پہلے نعت خواں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔ اردو میں محسن لاہوری نے بہت سی مشہور نعتیں لکھی ہیں۔ فارسی میں جامیؒ، صائبؒ، سعدیؒ، نظامیؒ، عطارؒ اور رومیؒ قابل ذکر ہیں اور دور حاضر میں بہت سے شعراء اسلام اس صنف میں طبع آزمائی کر رہے ہیں جو اس صنف کا مستقبل روشن کر رہے ہیں۔ نعت کے معنی و مفہوم کے بارے میں مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔

چنانچہ عربی، فارسی اور اردو لغات اور تمام حضرات کی مختلف آرا کو سمجھنے کے بعد نعت کے معنیٰ و مفہوم اور تعریف و توصیف میں یہی کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ ادب پارہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہو، مدح ہو، ثنا ہو، تعریف و توصیف ہو، سراپا کا بیان ہو، شیوہ و شمائل اقدس کی لفظی تصویر کشی ہو، عادات و اخلاق کا بیان ہو، فضائل و محاسن جمیلہ کا اظہار ہو، عقید و محبت کے جذبات کی ترجمانی ہو، مقدس و بعثت نبوت کا تذکرہ خیر ہو یا ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل ہو۔ الغرض ہر وہ ادبی کاوش جو اپنے قاری یا سامع کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ کرے اور قُرب کا احساس پیدا کرے۔ چاہے وہ نثری ہو یا نظمی بلاشبہ وہ ''نعت'' ہے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا لیکن اردو اور فارسی میں جب لفظ ''نعت'' کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے عام طور پر آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منظوم مدح قرار لی جاتی ہے۔ نعت ایک موضوع کا نام ہے اس لئے کوئی خاص صنف، فارم یا ٹیکنیک نہیں ہے۔ اسے غزل، مثنوی، مسدس، مخمس، رباعی قطعہ وغیرہ، غرض کسی بھی صنف میں لکھا

جا سکتا ہے۔ نعت کا موضوع مخصوص نہیں بہت ہی وسیع ہے۔ نعت شاعری کی مختلف ہیئتوں میں کہی گئی ہے۔ مثنوی اور طویل بیانیہ نظموں کی یہ روایت رہی ہے کہ ابتداء نعت سے کی جائے۔ عربی اور فارسی کے اثر سے جس طرح اردو مرثیے میں محض واقعات کربلا کو نظم کر دیا جاتا ہے اسی طرح ''نعت'' ایک موضوعی صنف سخن ہے۔ جس میں منظوم واقعات، سیرت، غزلیں، رباعیاں اور مثنویاں سبھی ہیئتیں شامل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اس شاعری کے زندہ موضوع بن گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کعب بن زبیرؓ، لبید بن ربیعؓ، کعب بن مالکؓ اور حسان بن ثابتؓ وغیرہ اصحاب سے اپنی نعتیں سماعت فرمائی ہیں۔

عربی سے ''نعت'' فارسی میں آئی تو اسے حافظؔ، سعدیؔ، صائبؔ، عرفیؔ، رومیؔ اور جامیؔ جیسے شعرا میسر ہوئے۔ ہندوستان میں خسروؔ، بیدلؔ، غالب دہلوی، معین الدین چشتیؒ نے فارسی میں نعتیں کہیں۔ خسروؔ نے اسے ہندوستانی بولیوں میں بھی رواج دیا۔ اردو کے تشکیلی دور میں متعدد صوفی شعراء نے اس صنف میں طبع آزمائی اور بطور ایک زبان کے اپنی حیثیت منوا لینے کے بعد اردو کے سبھی چھوٹے بڑے شعراء کے یہاں اس کی مثالیں تخلیق ہوئیں۔ اگرچہ انیسؔ و دبیرؔ نے جس طرح صرف مرثیہ میں اپنے فنی کام کے جوہر دکھائے۔ اسی طرح صرف نعت سے منسلک کوئی کلاسیکی شاعر اردو کو نہیں ملا۔ البتہ یہ سعادت دور جدید کے بہت سے شعراء کو حاصل ہے۔

انیسویں صدی کے آخر میں احمد رضا خان اور محسن کاکوروی نے اپنی شاعری کے اظہار میں صرف نعت کو جگہ دی جن کا کلام آج بھی زبان زد خاص و عام ہے۔ اُن کے بعد نعت پھر اپنی روایتی حدود میں سمٹ گئی یعنی مثنوی کی ابتداء یا غزل کے چند اشعار میں۔ اس ضمن میں ''مسدس حالی'' کی یہ اہمیت ہے کہ اس کے اختتام پر شاعر نے حضورؐ سے خطاب کیا ہے حالیؔ کے بعد حفیظ جالندھری کا ''شاہ نامہ اسلام'' جس میں سیرت کے مضامین باندھے گئے ہیں جدید نعت نگاری کیلئے تازیانہ بن گیا۔ اقبالؒ کی شاعری عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تجربہ پسند شعری اظہار کی مثال ہے۔ اس میں نعت کے عنوان سے کوئی نظم نہیں ملتی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے افکار کی شاعرانہ تفسیر و توضیح نے اقبالؒ کی کئی نظموں کو نعتیہ رنگ دے دیا ہے۔

مشہور و معروف محققین و ناقدین کے گراں قدر اقوال و تاثرات کی روشنی میں اس امر کی مکمل وضاحت وصراحت ہو جاتی ہے کہ نعت سرور عالم ﷺ کی تعریف و توصیفات لکھی جانے والی منظومات ہی کو نہیں بلکہ ایسے نثری شہ پاروں کو بھی کہا جا سکتا ہے جس میں رسول ﷺ کا کسی بھی طرح سے ذکر خیر ہو اور نعت اصناف ادب میں نہ صرف یہ کہ شامل ہے بلکہ یہ ادب کی ہر صنف میں مسلسل لکھی جا رہی ہے۔

نعت گوئی کی تعریف' نعت گوئی کا فن' اس کے لوازمات اور اس کی اقسام وغیرہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ نعت شعری صنف ہونے سے کہیں زیادہ حضور ﷺ سے محبت کے اظہار کا ایک مقدس ذریعہ ہے اس لئے نعت گو شاعر کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن سے حضور ﷺ سے محبت اور اطاعت کی مثال پیش کرتے ہوئے نعت گوئی کریں۔ مبالغہ آرائی سے پرہیز کرے اور شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے نعت کہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اور عقیدت کو اللہ نے کھول کر پیش کر دیا ہے۔ یہ ''نعت'' گو شاعر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے طور پر ''نعت گوئی'' کے موضوعات کو پیش کرے اور ''نعت گوئی'' کو سعادت سمجھ کر بطور ثواب و برکت اور حصول رحمت کیلئے اس فن سے وابستہ رہے۔ ''نعت'' گوئی سے دنیاوی مال و دولت اور عزت و شہرت کی تمنا نہ رکھیں۔ تب ہی اس کی نعت گوئی حقیقت کا روپ اختیار کر سکتی ہے۔

ڈاکٹر امتیاز اسد کھانجی صاحب نے (زیر نظر کتاب میں) بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے معروف و مشہور فارسی شعراء کے نعتیہ کلام کا انتخاب کر کے اس کا اردو میں ترجمہ کر کے تشنہ لب حضرات کی کافی حد ایک پیاس بجھائی ہے۔ مشہور فارسی شعراء جامیؒ، سعدیؒ، عرفیؒ، نظامیؒ، سنائیؒ، اقبالؒ، صائبؒ وغیرہ کا نعتیہ کلام کا انتخاب کیا ہے اور یہ موصوف کی پہلی سعی اور کوشش ہے۔

موصوف نے فارسی میں Phd کیا ہے۔ کشمیر یونیورسٹی سے ایم اے کی سند حاصل کی اور اس وقت موصوف ڈوڈہ میں بحیثیت لیکچرر اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس سعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور نجات اخروی کا ذریعہ بنادے۔

***

شیخ عبدالعزیز دباغ

ریاض حسین چودھری کے نعتیہ مجموعوں کی اشاعت

''ریاض حمد ونعت''

ریاض حسین چودھری اردو نعتیہ ادب کا ایک معتبر نام ہے۔آپ نے شعر لکھنا تو زمانۂ طالب علمی ہی میں شروع کر دیا جب کہ ان کا ماحول ان کے ادبی ذوق کی پرورش کرتا رہا۔ اساتذہ، طالب علم ساتھیوں کی باذوق سنگت، ذوقِ مطالعہ، خاندان میں بعض احباب کی شاعری کی طرف رغبت اور خصوصاً ان کے گھر ہی کو مسلم لیگ ہاؤس قرار دیا جانا، قائداعظم کی سیالکوٹ آمد پر ان کے پورے گھر کا مسلم لیگ کی سرگرمیوں کے لئے استعمال کیا جانا اور اس کے ساتھ گھر میں ہر ماہ بڑی سطح پر محفل نعت کا اہتمام اور اس میں سرکردہ مدحت نگاروں اور نعت خوانوں کی شرکت ایسے عوامل ہیں جو ریاض کی شخصیت کی تشکیل اور ان کے اندر ایک نعت گو شاعر کی اٹھان اور اڑان میں بہت کام آئے۔ 1958 میں مرے کالج سیالکوٹ میں داخلے سے پہلے ہی وہ مشاعروں میں جایا کرتے اور داخلے کے بعد آپ نے ادبی محافل میں باقائدہ شرکت کا آغاز کیا اور جلد ہی کالج میگزین کے مدیر بن گئے اور یہ منصب ان کے پاس دو کی بجائے تین سال تک رہا۔ یہ اور ایک مدح نگار ذہن کی تشکیل وتعمیر کے حوالے سے ریاض کے بارے میں دیگر معاملات راقم نے ایک الگ تحقیقی کاوش میں بیان کئے ہیں۔ یہاں ان کی ابتدائی کاوشوں اور بعد میں مجموعہ ہائے نعت کی اشاعت کے ضمن میں ایک تلخیص پیش کی جارہی ہے۔

1965 میں سیالکوٹ شہر میں قیام ایک ایسا واقعہ تھا جس نے آپ کے اندر چھپے ہوئے ایک اسلامی ملی شاعر کو دریافت کیا۔انھوں نے ملی حمیت اور حریت کی صورتحال میں اپنی نظموں کا مجموعہ ''خون رگ جاں''تخلیق کیا اور سیالکوٹ کے ادبی حلقوں میں اپنی ملی شاعری سے تخلیقی ولولہ پیدا

کر دیا جس سے مقامی شعرا ان کے گرد جمع ہونے لگے اور بعد میں حلقہ ارباب ذوق میں ایک فعال ادبی حلقے کی شکل اختیار کر گئے۔ ریاض نے ''خون رگِ جاں'' شائع کر کے اپنے مقامی حلقوں میں تقسیم کر دیا۔ اگر چہ آغا صادق صاحب کے ساتھ ان کا قریبی ادبی رابطہ وجود میں آ چکا تھا مگر آپ کی اس کاوش کو قومی سطح پر کبھی بھی سامنے نہ لایا گیا۔ ذرائع ابلاغ تک پہنچنا اور وسیع پیمانے پر متعارف ہونا درویشوں کا شروع ہی سے مسئلہ رہا ہے اور ریاض حسین چودھریؒ ایسے ہی ایک درویش تھے جبکہ وہ زمانہ بھی صرف پرنٹ میڈیا تک محدود تھا اور اخبارات و جرائد کی تعداد بھی زیادہ نہ تھی اور نیشنل پریس ٹرسٹ کی وجہ سے ان کا کردار بھی متعین کر دیا گیا تھا۔

پھر سقوط ڈھاکہ کا سانحہ تو ان سے برداشت نہ ہوا اور اپنی زندگی کے آخری سانس تک مشرقی پاکستان کو مشرقی پاکستان ہی کہتے رہے اور بنگلہ دیش کا لفظ کبھی زبان پر نہ لائے۔ چنانچہ اس موضوع پر ملی نظموں پر مشتمل ''ارض دعا'' تخلیق کی جس کی اشاعت نہ ہو سکی اور وہ مسودہ کی شکل میں زندگی بھر ان کے ریکارڈ کے نیچے دبتا چلا گیا۔ یہ تو حال ہی میں احقر نے اس مسودے کو ان کے مسودات کے ذخیروں سے نکال کر اسے پرنٹنگ کے لئے ترتیب دیا ہے اور اب اس پر اشاعت کے حوالے سے کام ہو رہا ہے۔ یہاں وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ احقر کو کہیں کوئی پبلشر نہ سمجھ لیا جائے۔ میں بھی ایک غیر معروف بندہ ہوں اور ریاض کی تخلیقات کی اشاعت کے حوالے سے میری دوڑ دھوپ ریاض اور ان کی نعت سے محبت کی وجہ سے ہے۔

یہ وہ پس منظر ہے جس سے ریاض حسین چودھری صاحب کی نعت پڑھنے اور پسند کرنے والے زیادہ تر احباب آشنا نہیں۔ جب کہ ان کی نعت نگاری کے حوالے سے بھی چند احباب یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ ریاض نے نعت لکھنا اس وقت شروع کی جب وہ 1986 کو منہاج القرآن میں شامل ہوئے اور پندرہ روزہ ''تحریک'' کی ادارت کا منصب سنبھالا۔ حالانکہ ریاض کا پہلا مجموعہ نعت ''زرِ معتبر'' جو 1995 میں شائع ہوا، اور اُن نعتیہ تخلیقات پر مشتمل ہے جو انہوں نے 1985 تک لکھیں اور ہنوز انہیں درِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کی سعادت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں جناب حفیظ تائبؒ نے ''زرِ معتبر'' کے دیباچے بعنوان ''پیشوائی'' میں ماہنامہ

''اوج'' کے نعت نمبر میں جناب آفتاب نقوی صاحب کو دیئے گئے انٹرویو کے حوالے سے ریاض حسین چودھریؒ کا اپنا قول بھی نقل کیا ہے۔

اس کے بعد ریاض کے بعد میں شائع ہونے والے نعتیہ مجموعہ ہائے کلام کی تفصیل ان کی ویب سائیٹ riaznaat.com پر مل جاتی ہے جس میں ڈاکٹر شہزاد احمد صاحب کی خصوصی تحریر خصوصی اہمیت کی حامل ہے جو انہوں نے ان کے پندرھویں نعتیہ مجموعے ''کائنات محو درود ہے'' کے تعارف میں لکھی ہے۔

احباب کو بخوبی علم ہے کہ 2017 میں ریاض حسین چودھریؒ صاحب کی وفات تک ان کے پندرہ مجموعے زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے تھے اور راقم کو باقی ابھی آٹھ مجموعوں کی اشاعت کا اہتمام کرنا تھا۔ میری اولین ترجیح یہ تھی کہ جلد از جلد ریاض کے مسودات کی شکل میں پڑے ہوئے جملہ نعتیہ مجموعوں کو محفوظ کیا جائے اور قارئین تک پہنچایا جائے۔ اس کے لئے کتابوں کی طباعت و اشاعت کا راستہ طویل تھا جس کے لئے مالی وسائل کا انتظام ایک اہم مرحلہ تھا۔ لہٰذا پہلا قدم یہ اٹھایا کہ ریاض صاحب کی ویب سائیٹ پر کام کیا گیا اور ان کے سارے مجموعے اپ لوڈ کر دیئے۔ احباب نے اس کاوش کی بہت پذیرائی کی اور ان کی دعاؤں سے ویب سائیٹ کو قبول عام حاصل ہوا۔ اس کے ساتھ ہی bazm-e-riaz کے نام سے Android App بنائی جس سے ان کے کلام سے مدح خوانوں کو سہولت فراہم ہو گئی۔

ریاض کے باقی آٹھ مجموعہ ہائے کلام میں سے ''برستی آنکھو خیال رکھنا'' 2018 میں شائع ہو گیا جو آپ نے بستر علالت سے ہمیں عطا کیا تھا۔ ان کے نعتیہ کلام کا جو گلدستہ اب آپ کو پیش کیا جا رہا ہے ریاض حسین چودھری صاحب کے تین مجموعوں ''تاج مدینہ، کتابِ التجا اور اکائی'' پر مشتمل ہے۔ ریاض کی نعت پر اکابر احباب نقد و نظر اور اساتذۂ فن نے جو کچھ لکھ دیا ہے اس کی وسعت اور جامعیت کے پیش نظر ان تین کتابوں پر الگ الگ تعارف کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہر کتاب اپنا تعارف آپ ہے۔ البتہ ہمیں انتظار رہے گا کہ قارئین ان مجموعہ ہائے نعت کے مطالعہ کے بعد ریاض کی نعت نگاری کے ان پہلوؤں پر اپنی قابل قدر آراء سے ضرور نوازیں جو

انہیں ان کے پہلے مجموعہ ہائے نعت سے متمیز کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''تاجِ مدینہ'' کو نصاب زندگی اور کتاب ارتقا قرار دینا ریاض کے نعتیہ افکار کی اساس ہے اور ان کے اس مجموعے میں ان موضوعات پر ایسا کلام ملتا ہے جو ان کے پہلے شائع ہونے والے مجموعوں میں نہیں یا کم ملتا ہے۔

رقم تفصیل سے اس میں نصابِ زندگانی ہے
اسے کھولو، کتابِ ارتقا تاجِ مدینہ ہے

خدائے واحد کی رضا کی طلب و اشتہا بندہِ مومن کا سرمایۂ ایمان تو ہے ہی لیکن چودھری صاحب مرحوم اسے بھی تاجِ مدینہ ہی قرار دیتے ہیں۔

طلب گارِ مدینہ تھا، طلب گارِ مدینہ ہوں
خدائے آسماں تیری رضا تاجِ مدینہ ہے

رضا سے آگے تاجِ مدینہ اُس جہانِ کرم کو محیط ہے جس کی پہلی کرن جبلِ نور پر خلوتِ پیغمبرؐ سے پھوٹی تھی اور جس کی ابتداء ''مکے کے موسم'' سے ہوئی تھی اور جس کی انتہا مدینہ میں سجی ہوئی بارگاہِ رسالت ہے۔

کرم کے سلسلوں کی ابتداء مکہ کا موسم ہے
کرم کے سلسلوں کی انتہا تاجِ مدینہ ہے

''کتاب التجا'' ایک اور مجموعہ ہے جس میں شاعر نے اپنے التجائیہ شعری تجربات کو اپنی مخصوص شعری لغت اور اسلوب میں بیان کیا ہے۔

جب بھی چاہوں مَیں ترے در پر پہنچ جایا کروں
میرے مولا! میرے اندر سے نیا رستہ بنا
فضا میں کب تلک اڑتی رہیں گی میرے خدا!
برہنہ شاخ پہ چڑیوں کے گھونسلے برسیں

''اکائی'' ایک نئی صنف ادب ہے جسے ریاض نے پہلی بار نعتیہ ادب میں ایک نئی صنف کا مقام دیا ہے ہے

نعت

پڑھیئے اس طرح جیسے نبیؐ ہوں سامنے

نعت

سنیئے اس طرح جیسے ہو دربارِ نبیؐ

نعت

لکھیئے آسماں سے گفتگو کرتے ہوئے

یہ ایسے موضوعات ہیں جن پر الگ الگ ریاض کی نعت کے حوالے سے بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

ریاض کی ذاتی لائبریری میں جتنے قلمی نسخے ملے اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ مختلف وقتوں میں مختلف مضامین اور کیفیات کے تحت ریاض اپنی تخلیقات کا الگ الگ ریکارڈ رکھتے اور ان موضوعات اور کیفیات کے حوالے سے جب ایک کامل دفتر وجود میں آ جاتا تو اسے کتابی شکل دے دیتے۔ ''کتاب التجا'' جیسا کہ نام سے پتہ چلتا ہے ان کی التجاؤں پر مشتمل نعتیہ تخلیقات کا ایک عدیم النظیر مجموعہ ہے جو پڑھنے اور محسوس کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں حرمین شریفین کی حاضری سے پہلے، حاضری کے دوران اور بعد کی التجائیں شامل ہیں، جن میں مضامین کی وسعت اور ان کا تنوع بیان سے باہر ہے جب کہ پیرایہ خونِ جگر کی نمود سے کچھ آگے ہے۔ ہو سکتا ہے نعتیہ مجموعے تخلیق اور مرتب کرنے کے حوالے سے ریاض نے یہ طریقہ اختیار نہ کیا ہو۔ تاہم راقم نے ان کے ریکارڈ کے نظم کو دیکھ کر یہی اندازہ لگایا ہے۔

مجھے امید ہے کہ قارئین ریاض حسین چودھریؒ کے تین نعتیہ مجموعوں کے اس گلدستے کو پسند فرمائیں گے اور رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت نگاری کے فروغ کے لئے اس جدید نعت نگاری کی ترویج کی خاطر ریاض کی نعت کی میڈیا پر رسائی کو ممکن بنانے میں اپنا کردار ادا کریں گے، ان شاء اللہ!

***

ڈاکٹر غلام شبیر اسدؔ

اِقرار مصطفےٰ کا ''اپنی مثال آپ''

ہر چند شاعری تخلیقی محرک کی محتاج ہوتی ہے مگر موضوعی شاعری دراصل اس وقت زور دار ہوتی ہے جب فیضان و عقل، جذبِ درروں اور بیدار قوتِ فیصلہ یا پھر شعور و لاشعور کے دھارے آپس میں مل جاتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں عرفان و وجدان اور فہم وخرد کی توانائی ایک دوسرے کو سہارتے ہوئے باہم آمیز ہو جاتے ہیں۔ یہ حقائق اپنی جگہ بجا لیکن جب بھی کسی تخلیق کار کو اخلاقی موضوع کا سامنا کرنا ہوتا ہے تو شرطِ اوّل کے طور پر ذہنی و قلبی، نزہت و متانت، نیازمندی، عاجزی وانکساری اور مثالی اسلوبِ کلام کا حامل ہونا لازم آتا ہے۔ متحرک و منور اسلوب کی بنیادی غذا، تخلیق کار کی شخصیت، حُبِ موضوع، مقام کا حامل علم و کردار، تقویٰ و ایمان ،طبعی مناسبت، تہذیب کے اِساسی زاویوں سے آگاہی اور وفورِ شوق سے تیار ہوتی ہے۔ اردو نعتیہ سرمائے کی متنوع جہات میں سیرتِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حتی الامکان پہلوؤں کو اجاگر کرنا کسی بھی شاعر کے لیے آزمائش سے کم نہیں، پھر اس سے بڑی آزمائش ہیئت مسدس میں اظہار، جس کا مزاج ہمیشہ متقاضی رہا ہے کہ مترنم اور رواں دواں وسہل اوزان کے ساتھ ساتھ دلوں میں اترتا شفاف کومل لہجہ اور آبِ زُلال سے ڈھلی زبان شیتل سی مخمور لے پوری قدرتوں کے ساتھ بہم ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب لطائفِ پرنورروحِ بندگی سے میسر آتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو معلومات کو شعر میں لانے سے ثقالت کا احساس حاوی رہتا ہے، جس کا مسدس متحمل نہیں ہوسکتا۔

انھی موضوعی اور معروضی خوبیوں کے سبب پورے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ مسدس ہی ایک ایسی صنفِ سخن ہے جسے دنیا بھر کی مستند و اعلیٰ نظموں کے مدِ مقابل رکھا جاسکتا ہے۔

انیس، دبیر حالی، چکبست، امانت لکھنوی، اقبال ایسے مدبرین و اکابرین نے ترکیب بند مسدس کے ''اپنی مثال آپ'' نمونے پیش کیے جو اردو زبان کے نعتیہ سرمائے کی اساس بنے اور متعدد امکانات کے در وا کیے۔ اسی لیے

اکثر شعراء کرام نعت گوئی میں سہولت جانتے ہوئے اسی طرف کثرت سے راغب ہوئے۔ کوئی سخن ور ہوگا جس نے نعت نہ کہی ہو، البتہ سیرت کو موضوع بنانا، نباہنا اور یک موضوعی کتاب لانا، خال خال ہوا۔

میرے لیے یہ نہایت خوش گوار اور دل پذیر و دل نواز مرحلہ ہے کہ مسدس کی اس روایت کی بازیافت میں ''حسنِ کن'' کے شاعر نے فی زمانہ تقاضوں کے مطابق اقدام کیا ہے۔ یہ مسدس سخن کاری سے کہیں زیادہ گنجِ سخن ہے جو مواد اور اظہار کی متوازن صورتیں لیے ہوئے ہے۔

فنی تقاضوں کا ادراک، حسنِ معانی کی آبرومندی، سیرت النبیؐ کی بابت لوازماتِ آگہی، فکر وشعور کی سرشاری، مختصر مگر جامع انداز، منفعل جذبات اور رافعال احساسات مفید و موثر رویہ، متعلق و منسلک کی ندرت، مصرعہ مصرعہ تہذیبی و ادبی روحکی نشوونما، اخلاقی شعور کا اِحیاء کچھ ایسے مقدس چراغ ہیں جو اس خاکی نژاد (اِقرار مصطفیٰ) کے منکسرانہ شعری مزاج کی قلمرو میں تابناک ہیں۔

بلاشبہ وہ مسدس نگاری کے اصولوں کی پاسداری سے حتی المقدور عہدہ برا ہوئے ہیں۔ ان کا کلام معنیات و موضوعات کا خزینہ ہے۔ انہوں نے بالخصوص تلمیحی تلازمات، صوتی تکرار، رعایتِ لفظی ومعنوی، لہجے کے تنوع اور نظامِ قوافی، نادر الفاظ و تراکیب کے ذریعے الگ شناخت بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

اس مسدس کا شعری حسن و خوبی رنگ و خوشبو شاعر کے روحانی جنم دن کے مصداق ہے اللہ کرے یہ محاسن یہ خلوص کی وابستگی ہمیشہ قائم رہے اور ان کے شعری لطائف کے ہر زاویے کو دلآویز و دلکش بناتی رہے۔ آمین

سید حبدار قائم

صدام فدا کا نیا مجموعہ ''جادۂ نور''

غزلیہ آہنگ جب تقدس کے آسمان کو چھوتا ہے تو آنحضور ﷺ کی مدحت کا آغاز ہوتا ہے۔ آسمانِ شعور پر الہام اس ہستی کے نعلین پر بوسے دیتا ہے جو مبداء کائنات ہے، جو مخزنِ صاحبِ آیات ہے، جو صاحبِ معجزات ہے، جو باعث تخلیقِ کائنات ہے، جو ارفع الدرجات ہے، جو اکمل الرکات ہے، جو واصلِ ذات ہے، جو خلاصہء موجودات ہے، جو فخرِ موجودات ہے، جو صاحب التاج و صاحبِ معراج ہے ، جو منشائے کائنات ہے، جو سیدِ کائنات ہے، جو مقصودِ کائنات ہے، جو مقصدِ حیات ہے، جو منبعِ فیوضات ہے، جو افضل الصلوٰت ہے تطہیرِ قلب اُس انسان کی فکری عفت بڑھاتی ہے جو گلستانِ مدحت کا گل چیں بنتا ہے انوارِ خدا اس پر برستے ہیں اس کی فکر عطر نما اور جسم غارِ حرا کی طرح انوار سمیٹتا چلا جاتا ہے۔

نعت گوئی کی دنیا میں جو بہت سارے نام مشہور ہوئے اُن میں سے ایک معتبر نام صدام فدا کا بھی ہے جنہوں نے تھوڑی سے مدت میں کامیابی کے جھنڈے گاڑھ دیے حالانکہ نعت گوئی پل صراط پر چلنے کا نام ہے اور پل صراط پر سے وہی گزرے گا، جس کے پاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سند ہوگی۔ صدام فدا کی مدحت نگاری دیکھ کر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے مولا علی علیہ السلام نے ان کا اس پلِ تیز دھار پر ہاتھ تھاما ہوا ہے اور یہ اس پل پر بھاگتے جا رہے ہیں۔

بہت سارے نعتیہ مشاعرے جو میں نے صدام فدا کے ساتھ پڑھے ہیں ان میں یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی ہے کہ صدام فدا کی گرج دار آواز سٹیٹس پرستی نہیں

کرتی ،جس شاعر کا جو شعر دل پر لگے اسے اپنی داد سے نوازدیتے ہیں، باقی بہت سارے شعرا مجھے سٹیٹس کے بت کے سامنے سجدہ ریز ملے ہیں۔

جہاں تک صدام فدا کی شاعری کا تعلق ہے اس میں جگہ جگہ تازہ کاری سلاست بلاغت اور فصاحت نظر آتی ہے عروضی خدوخال دیکھیں تو کہیں بھی آپ کو کمی نظر نہیں آئے گی۔

''جادۂ نور'' میں کئی جگہ پر صنعتِ تلمیح صنعتِ تضاد اور صنعت تکرار استعمال ہوئی ہے جو کہ ان کی شاعری کو چار چاند لگا رہی ہے۔ کتاب میں کوئی ایسا شعر نہیں ہے جو قاری کی فکری بساط سے بالا ہو۔ سلاست اور سہل ممتنع ''جادۂ نور'' کے گہنے ہیں۔ جب قاری کتاب کو پڑھنا شروع کرتا ہے تو اسے یوں لگتا ہے کہ وہ مدینے کی گلیوں میں گھوم رہا ہے اور مدینہ شہر کی کھجوریں آنکھوں سے لگا لگا کر کھا رہا ہے۔ کبھی وہ غار حرا کے مقدس پتھروں کو چومتا ہے اور کبھی وہ مدینے کی خاک اٹھا کر سینے سے لگا تا ہے۔'' جادۂ نور'' کا جب میری نظروں نے طواف کیا تو مجھے حضور اکرم ﷺ کی خوشبو محسوس ہوئی۔ میں کتاب پڑھتا گیا پڑھتا گیا اور صدام فدا کے علم وفن کا معترف ہوتا گیا۔ صدام فدا کی اساس عشقِ رسول ﷺ ہے؛ عشقِ اہل بیت ہے اور عشقِ صحابہ ہے، جو ان کے اشعار میں برتی گئی تلمیحات میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔

کتاب کا فلیپ شمشیر حیدر اور محمد زاہد نے لکھا ہے۔ کتاب پر معتبر اور معروف شخصیت نسیم سحر نے اپنی محبتوں اور شفقت کا بہترین اظہار کیا ہے۔ مجھے وہ بھی صدام فدا کے فکر وفن کے معترف نظر آئے۔ کتاب کا انتساب نعت گو شاعر جناب عارف قادری مرحوم کے نام پر ہے۔ کتاب پر تبصرہ راکب راجا کا ہے، جو کہ واہ کینٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔

صدام فدا جو سرکار ﷺ کے متعلق سوچتے ہیں، اس کا شعر میں اظہار کر دیتے ہیں۔ ان کا انداز فقیرانہ ہے۔ دل کے سخی ہیں۔ محبت سراپا ہیں۔ عشق ومستی میں ڈوبی

ہوئی شاعری ان کا خاصہ ہے۔ان کی کتاب ''جادۂ نور'' میں ان کی حضور اکرم ﷺ سے عشق و وارفتگی دیکھی جاسکتی ہے۔نئی نئی زمینوں میں ان کا کلام سحری رتوں کی مانند ہے، جہاں خوشبوئیں رقص کرتی ہیں، جہاں الہام مچلتا ہے، جہاں جبریل ہم نوا ہو کر اپنے پر بچھا دیتا ہے، کیونکہ یہ ذکر اس کا ہے، جو انجمنِ لیل و نہار ہے، جو شافع یوم قرار ہے، جو آفتابِ نو بہار ہے، جو سرورِ عالم ہے، جو مونسِ آدم ہے، جو قبلہء فخرِ دو عالم ہے، جو مرسلِ خاتم ہے، جو خیرِ مجسم ہے، جو صدرِ مکرم ہے، جو نورِ مقدم ہے، جو نیرِ اعظم ہے، جو مرکزِ عالم ہے، جو وارثِ زمزم ہے، جو کعبۂ اعظم ہے، جو جانِ مجسم ہے، جو نورِ مجسم ہے اور جن ﷺ کا ذکر قرآن نے بھی بلند تر قرار دیا ہے۔

''جادۂ نور'' میں صدام فدا کے نگارخانہ شعر میں ڈھلے فن پاروں کے عکس ہائے جمیل ان کے ان فرخندہ بخت اشعار میں ملاحظہ کیجیے ؎

حمد

آنکھ نے پہلی عدالت تری دیکھی ہے جہاں
مطمئن سارے خطاوار نظر آتے ہیں
تجھ پہ ایمان مرا اور بھی بڑھ جاتا ہے
جب مجھے احمدِ مختار ﷺ نظر آتے ہیں

نعوت سے انتخاب

لوگ جو نعت کے میدان میں آجاتے ہیں
بالیقیں محفلِ حسان ؓ میں آجاتے ہیں
سوچتا ہوں کہ مدینے کی طرف جانا ہے
اشک مژگان سے سامان میں آجاتے ہیں
اس سے پہلے اتنی روشن تو نہ تھی
جتنی روشن زندگی ہے آپ ؐ سے

ورنہ پہچان تھی معدوم جہاں میں اپنی
اُن ؐ کے دیکھے سے ہوے ہم بھی نمایاں کتنے

ایسی دنیا کی جستجو میں ہوں
ہر جگہ ہو جہاں فضائے نعت

یہ جو خوشبو کا ہے سفر مجھ تک
اوجِ رحمت بلا رہی ہے مجھے

میں نے دیوار پہ اک بار محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لکھا
اب نظر اٹھتی ہوئی روز اُدھر جاتی ہے

میرے الفاظ مری سوچ کی پروازوں میں
مدحتِ سیدِ ابرار سے خوشبو آئی

کتنے خوش بخت ہیں جو سینوں میں
عشقِ خیرالانام رکھتے ہیں

عہد باندھا ہے کہ جینے کی طرف چلتے ہیں
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شہر مدینے کی طرف چلتے ہیں

آپ کی یاد میں اس کو بھی بسر کر دوں گا
مجھ پہ گر بارِدگر ایسی جوانی آئی

بس وہی سانس معتبر ٹھہری
جس کا طیبہ میں اختتام ہوا

اے مرکز انوار و عنایات مکمل
ہے بعدِ خدا ایک تری ذات مکمل

جب سے لوٹا ہوں مدینے کی زیارت کر کے
موسمِ گل ہی نظر آیا جدھر دیکھا ہے

راہِ طیبہ پہ جنوں رکنے کہاں دیتا ہے
آبلے شوقِ سفر اور بڑھا دیتے ہیں
میرے آقا ﷺ کا حکم سنتے ہی
سنگ ریزوں نے بھی کلام کیا
بس ایک دن ہی سجائی تھی نعت کی محفل
فدا پہ ابرِ کرم سارا سال برسا ہے
چاند بن کر وہ چمکتا ہے مری راتوں میں
یادِ آقاؐ میں جو آنسو سرِ مژگاں ٹھہرا

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت صدام فدا کی توفیقاتِ مدحت نگاری میں مزید نکھار اور اضافہ فرمائے، آمین

***

تین اہم کتابیں

- آدابِ حمد نگاری
- آدابِ نعت گوئی
- آدابِ نعت خوانی

اِن شاء اللہ عنقریب ہی منظر عام پر آ رہی ہیں.....

’نعت اکادمی‘ کشمیر

بابــــ

تصوّراتــــ

جہانِ حمد و نعت

اقوالِ زرّیں، اَفکارِ روشن

[حمد و نعت سے متعلق اصحابِ فکر و دانش کے منتخب اقوال]

انتخاب و ترتیب : مدیـر

معرفت : ماہنامہ الحیاۃ مدینہ چوک، سرینگر (وادیٔ کشمیر)

نعت گوئی اور نعت خوانی :
فنّی لوازمات و مقتضیات
[مشاہیر کے فرمودات کی روشنی میں]

علامہ احمد رضا خان بریلویؒ :

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے، جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے، غرض حمد میں یک جانب کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔''

(الملفوظ، حصہ دوم، ص ۳)

❄❄❄❄❄

عبداللہ سلمان ریاض :

نعت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے دنیوی محبوبوں کے لئے استعمال کئے جانے والے الفاظ جیسے بلم، صنم وغیرہ استعمال کرنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کے سراسر منافی ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تخاطب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لینا، یعنی یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہہ کر خطاب کرنا ادب و احترام کے خلاف ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

ذاتی نام سے نہیں بلکہ المُدَثِّر، اَلْمُزَمِّل، النّبی اور الرّسُول کے الفاظ سے خطاب کیا ہے جب کہ دوسرے انبیاء کو مخاطب کرتے ہوئے ان کے ذاتی ناموں ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، زکریا، یحیٰ علیہم السلام سے خطاب کیا ہے۔ نیز نبی ﷺ کو ''یا محمد ﷺ'' کہہ کر پکارنے والوں کو بیوقوف، نادان اور ''الجاہلون'' کہا ہے۔ چناں چہ سورۂ حجرات میں ارشاد فرمایا (مفہوم) :''بے شک وہ لوگ جو آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔''

❋❋❋❋

علامہ زاہد الراشدی :

''میں نعت خوان حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نعت رسولؐ کا ناگزیر تقاضہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کا ذکر کرتے ہوئے اسلامی عقائد بالخصوص توحید کا خیال رکھا جائے۔ اور حضورؐ کا تذکرہ اس طرح بے تکلفانہ انداز میں نہ کیا جائے جیسے ہم آپس میں ایک دوسرے کا کرتے ہیں اور آپؐ کے تذکرہ میں سوءِ ادب کے ہر ممکنہ پہلو سے بچنے کی کوشش کی جائے''۔

(روزنامہ اسلام، لاہور، ۸ مئی ۲۰۱۴ء)

❋❋❋❋

مفتی ڈاکٹر محمد کریم خان :

'محافل نعت اور ہماری ذمہ داری'

☆......نعت خوانی کی محافل کو نمود و نمائش کا ذریعہ نہ بنایا جائے، نمازوں کی ادائیگی کا خاص خیال رکھا جائے، محافلِ نعت کے شرکاء باوضو ہو کر اور سروں کو ڈھانپ کر محافلِ نعت میں شریک ہوں اور دورانِ محفل مودّب ہو کر بیٹھیں۔

☆......محافلِ نعت میں مستند اور استاد شعراء کا معیاری نعتیہ کلام پڑھا جائے، گانے کی طرز پر نعت پڑھنا حرام ہے، محافلِ نعت کے دوران نعتوں کے ساتھ حمد بھی پڑھی جائے۔

☆......محافل نعت میں شرکاء سے نماز کی پابندی کرنے اور جھوٹ، بددیانتی، کینہ پروری، حسد، غیبت اور دوسری باقی برائیوں کو چھوڑنے کا حلف لیا جائے، غیر ضروری اخراجات نہ کئے جائیں، محفل کے دوران نعت خواں پر نوٹ نچھاور کرنے سے گریز کیا جائے۔

☆...... ہر محفلِ نعت میں کوئی دینی کتاب یا پمفلٹ شرکاء میں مفت تقسیم کیا جائے۔

☆نعت پڑھنے اور سننے سے خوف خدا اور عشق رسول پیدا ہوتا ہے نعت خوانی کو کاروبار اور فیشن نہ بنایا جائے، نعت کو گانے کی طرز پر پڑھنا حب رسول کی کھلی نفی ہے۔

☆محافلِ نعت کو اشاعتِ دین کا پلیٹ فارم بنانے کے لیے علماء، بانیانِ محافل اور نعت خواں حضرات اپنا اپنا کردار ادا کریں اور محافلِ نعت کو مساجد و مدارس اور روحانی خانقاہوں پر منعقد کرنے کو ترجیح دی جائے۔

☆......نقیب حضرات اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو ترجیح دیں۔خوشامدانہ طرزِ عمل ترک کریں۔

☆سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسوہ حسنہ کے نمایاں اوصاف جن سے آج معاشرے کی اکثریت محروم اور عاری ہے، اپنائے جائیں۔

(روزنامہ 'دنیا' 30 دسمبر، 2022)

*****

مجید امجد :

''جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ذرا سی لغزش نعت کو حدودِ کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے اور ذرا سا شاعرانہ غُلو 'ضلالت' کے زمرے میں آسکتا ہے۔''

''نقوش'' .....''رسولؐ نمبر''

* * *

بابــــ

تخیّلاتــــ

جہانِ حمد و نعت

حمد و ثنائے ساقئ ازل جل جلالہٗ

مدح و ثنائے ساقئ کوثر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

دُنیا بھر سے شعرائے کرام کا منظوم

حمدیہ و نعتیہ کلام

**

حمدیہ کلام

ڈاکٹر مبشر احمد نشتر+محمود شاہد+حسن عسکری کاظمی+اسانغنی مشتاق رفیقی+پروفیسر ڈاکٹر سید امین تابش+محمد یاسین کنبہر+حافظ عبدالعظیم عمری مدنی +علی شاہدؔ دلکش+شوکت ثاقب پوشپوری +مصطفےٰ رضا خان نوری+ڈاکٹر فیض اشرف فیض (اکبرآبادی)+ یونس انیس+ظفر کلیم+کرشن کمار طور+ابو ضحیٰ طارق+محمد نعیم خان +منجیت سنگھ (خان منجیت بھاوڑیا مجید)

**

نعتیہ کلام

سلمان رسول + سید عارف معین بلے + ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی + ڈاکٹر مبشر احمد نشتر + رخسانہ جبیں + ایس حسن انظر + حماد انجم ایڈووکیٹ (مرحوم) + ڈاکٹر شمس کمال انجم + ریاض احمد قادری + علی شیدا + سید اعجاز حسین عاجز + سمعان خلیفہ ندوی + ڈاکٹر عزیز فیصل + محمد سلمان سجاد بلگاوی + علی شاہدؔ دلکش + ریاض احمد میر ضیائی + پروفیسر مقبول احمد مقبول + میر امتیاز آفریںؔ + مرتضیٰ اشعر + عدیل شیرازی + مسرور نظامی + مشتاق فریدی + اعجاز احمد ککرو + پرویز احمد آبادی + فیضان واجدی + اشرف عادل + عامر بھایا + سلطان محمود + سید عارفؔ لکھنوی + جبیں نازاں + ابوضحیٰ طارق + منظور نونہ مئی + منیر احمد + ڈاکٹر ممتاز منور + سید رضوان الحق رضوان

**

حمدیہ کلام

ڈاکٹر مبشر احمد نشتر
حیدرآباد، تیلنگانہ

جَلَّ جَلَالُہٗ

اَدب سے دستِ کافر کے بھی اندر حمد کہتا ہے
خدا کا حکم ہو جائے تو کنکر حمد کہتا ہے

جہاں والے کہاں واقف ہیں اِس رازِ حقیقت سے
صدف میں جگمگاتا ہے جو گوہر حمد کہتا ہے

مرا ہر لفظ جگ مگ روشنی دیتا ہے کاغذ پر
تخیؔل جب مرا تاروں کو چھُو کر حمد کہتا ہے

چمکتا ہے دمکتا ہے خدا سے روشنی لے کر
وہی جگنو جو اندھیاروں میں اکثر حمد کہتا ہے

یہاں گہرائیاں تحت الثریٰ کی اُس کو سُنتی ہیں
وہاں جب طائرِ سِدرہ کا شہپر حمد کہتا ہے

تھرکتی ، وجد میں موجیں بھی شاید رقص کرتی ہیں
کبھی جب چودھویں شب میں سمندر حمد کہتا ہے

جسے سُننے کی خاطر اُس کو تارے گھیر لیتے ہیں
مجھے لگتا ہے جیسے چاند شب بھر حمد کہتا ہے

خدائی ساری ساکت کیوں نہ ہو جاتی شبِ اسریٰ
خدا کے عرش پر جب نوری پیکر حمد کہتا ہے

عروجِ فکر و فن سے حمد کی نعمت نہیں مِلتی
خُدا تَوفیق دیتا ہے تو نِشتر حمد کہتا ہے

***

حمد نگاری

دنیا کی ہر زبان کے شاعروں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کو پیش نظر رکھا ہے اور اسے یاد کیا ہے۔ اردو زبان میں جب سے شاعری کا آغاز ہوا تبھی سے حمد لکھی گئی لیکن حمد سے زیادہ توجہ نعت پر دی گئی ہے۔ حمد کی دینی اور ادبی قدر و قیمت کی وجہ سے یہ صرف ہمارے مضطرب جذبات کی تسکین کا سامان، تفنن طبع، احساس جمال، انفرادی لذت کوشی، خوف خدا، بصیرت و بصارت کی توثیق یا شاعری برائے شاعری نہیں ہے بلکہ ادب میں اس کی مستقل صنفی حیثیت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عروض و بلاغت اور اصناف سخن کی قواعد کی کتابوں میں حمد و مناجات کی صنفی حیثیت کا ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غزل گو، مرثیہ گو، رباعی گو یا مثنوی وقصیدہ نگار شعرا نے حمد پر باضابطہ یا خصوصی توجہ نہیں دی بلکہ عقیدت اور بسم اللہ کے طور پر رسم پوری کرتے رہے ہیں حالانکہ حمد و مناجات کے لئے والہانہ عشقیہ جذبے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اظہار وافعال واعمال اس سے وابستہ ہیں۔

محمود شاہد

جَلَّ جَلالُہٗ

نہاں نہیں ہے نہاں ہے لیکن
عیاں نہیں ہے عیاں ہے لیکن

جہاں سے آگے جہاں کئی ہیں
مکان اس کا کہاں ہے لیکن

تلاش اس کی نہیں ہے آساں
وہاں نہیں ہے وہاں ہے لیکن

نشان اس کا کہیں نہیں ہے
نشاں کے اندر نشاں ہے لیکن

یہیں کہیں ہے یہیں کہیں ہے
یہیں کہیں ہے کہاں ہے لیکن

فلک کی صورت سروں پہ پھیلا
دھواں نہیں ہے دھواں ہے لیکن

وجود اس کا یقین کامل
گماں نہیں ہے گماں ہے لیکن

بہت پرانا بہت ہی بوڑھا
جواں نہیں ہے جواں ہے لیکن

اسی سے قائم نظام گردش
زماں نہیں ہے زماں ہے لیکن

قریب بھی ہے بعید بھی ہے
کماں نہیں ہے کماں ہے لیکن

اسی کے قابو میں وقت شاہد
رواں نہیں ہے رواں ہے لیکن

حمد کیا ہے؟

''حمد ثنائے جمیل ہے'' اس ذات محمود کی جو خالق سماوات والارض ہے۔ جس کی کارفرمائی کے ہر گوشے میں رحمت و فیضان کا ظہور اور حسن و کمال کا نور ہے۔ پس اس مبدءِ فیض کی خوبی و کمال اور اس کی بخشش و فیضان کے اعتراف میں جو بھی تحمیدی و تمجیدی نغمے گائے جائیں گے، ان سب کا شمار حمد میں ہوگا۔ حمد دراصل خدا کے اوصاف حمیدہ اور اسمائے حسنیٰ کی تعریف ہے۔

اردو شعراء نے اپنی عقیدت و ایمان کے گل ہائے معطر حمدیہ اشعار کی لڑیوں میں پرو کر باری تعالیٰ کے اوصاف حمیدہ اور اسمائے حسنیٰ کے گیسو ہائے معتبر سجائے ہیں۔ خدائے عزوجل کی تحمید و تمجید کے یہ نقش ہائے دل پذیر اور ثنا و توصیف کے یہ دریائے بے نظیر شعری پیکر میں ڈھل کر ادبی سرمائے میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔

حسن عسکری کاظمی

جَلَّ جَلَالُہٗ

وہ پھول جو وجدان کے صحرا میں کھِلا ہے
اس پھول کی خوشبو کے تعاقب میں ہوا ہے

ادراک کی لہروں میں رواں ہے وہ ازل سے
وہ خون میں شامل ہے مگر پھر بھی جدا ہے

کلیوں کا تبسم بھی تو مسکان ہے اس کی
دیکھا تو وہی پھول کے
پردے میں نہاں ہے

کہئیے کہ قریبِ رگِ جاں ہےوہی جاناں
وہ شوخ ہے ایسا جسے دیکھا نہ سنا ہے

جاری ہے مرے ذہن پہ اک عالمِ حیرت
جنت بھی فقط اسکی محبت کا صلہ ہے

اک حرفِ ستائش بھی تراشا نہیں جاتا
جو تیر بھی نکلا ہے کماں سے و ہ خطا ہے

یہ سوچ کے رکھا ہے قلم ہاتھ سے میں نے
کیا حمد ہو اس کی جو دو عالم کا خدا ہے

کھل جائے حسن کا یہ عقیدہ بھی جہاں پر
بندوں سے محبت مرے خالق کی رضا ہے

☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼

اسانغنی مشتاق رفیقی

جَلّ جَلالہٗ

کبھی فراق کے صحرا میں ڈال دیتا ہے
کبھی بُلا کے فلک پر وصال دیتا ہے

وہ کُن کہے تو فنا ہے، وہ کُن کہے تو بقا
خدا ہی سب کو عروج و زوال دیتا ہے

دِکھاتا ہے وہ کرشمے گُھما کے چکر کو
ہر ایک سانچے میں مٹی کو ڈھال دیتا ہے

وہ کوئی اور ہے، رب میرا ہو نہیں سکتا
جو میرے شہر کو جنگ و جدال دیتا ہے

رفیقؔ پھول بھی اُس کے ببول بھی اُس کے
وہی اندھیروں کو پل میں اُجال دیتا ہے

پروفیسر ڈاکٹر سید امین تابش
صنعت نگر، سرینگر (کشمیر)

جل جلالہ

یہ رنگا رنگ کائنات
تاروں بھرا آسمان
یہ آب و ہوا، یہ زمین
یہ سورج، یہ چاند
یہ درخت، یہ سمندر، یہ پہاڑ
یہ علل و اسباب کا تسلسل
یہ تغیر و انقلاب کا نظام
کائنات کا نظام،
ذرّہ ذرّہ کا قاعدہ و قانون
نظم و ضبط
انسان کے اندرونی قویٰ کے رموز
خیالی بلند پروازی
عملی عجز و درماندگی
یہ نیلگوں آسمان کی چھت بغیر ستون
یہ زمین کا سبزہ زار فرش
سلسلۂ روز و شب کا انقلاب

اللہ بالا و برتر اور پُر جلال
معبودِ حقیقی کا اظہار
خدا کی بنائی ہوئی فطرت میں تبدیلی نہیں
انسان کائنات کا دولہا
انسانی تخلیق ......انسان سے اچھی صورت بن ہی نہیں سکتی
جہانوں کا رب اور کرشمہ گری......کاری گری
سورج کو دیکھو......روشنی کا منبع
چاندکو دیکھو...... چاندنی بکھیر رہا ہے
ستاروں کو دیکھو......اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں
سب آسمان وزمین اللہ کی ہتھیلی میں رائی کے دانہ کے برابر
اللہ کی چادرِ کبریائی
اللہ کا تہہ بندعزت
آسمانوں کا نور، اللہ کے چہرہ مبارک کے نور سے ہے
ہاتھ بھرا ہوا، مالک ہے، کریم ہے، جبار ہے، باعزت ہے
لوحِ محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا
قلم نور کا ہے، لکھائی نور کی ہے
آسمان کرسی میں، کرسی عرشِ الٰہی کے سامنے
اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان وزمین
عرش ایک نورانی شئے ......
ساتویں آسمان اور عرش کے درمیان ستر ہزار پردے
کچھ نور کے، کچھ تاریک کے
اللہ عرش عظیم کا رب ہے
اس کی کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے
عرش کے نیچے جنت الفردوس

انسانوں کی جدا جدا بولیاں
کوئل کی کوک دی، شہد کی مکھی
مور اور مچھلی کا حُسن،
تتلی کا حُسن و جمال
بلبل کو نغمہ دیا، چونٹیوں کی سلائی مشین سے سلنے والا پتہ
پرندوں کا اپنے بچوں سے محبت
مردہ درخت کو ہرا بھرا کرنے والی ذات
پانی کو روانی دی
صدف میں پانی کو موتی بنایا
نافے میں مشک بنایا
تھنوں میں دودھ بنایا
نطفے کو انسان بنا کر عجیب وغریب شاہکار بنایا
معمولی خلیے سے عظیم انسان بنانے والا
قدرت کے عجائبات اور نیرنگیاں
پھولوں میں مٹھاس اور رنگ بھرنے والی ذات
عالم کا نظم ونسق
سلسلۂ عالم کی ہر کڑی میں حکمت
اللہ احاطہ، وصف اور ادراک سے بالاتر
نور السمٰوات والارض
اللہ کی ذات نسب سے پاک
ہر چیز سے پہلے ہر چیز کے بعد
قرآن کا رواں رواں وجود باری تعالیٰ کی گواہی ہے
وہی قہار، وہی جبار، وہی غالب، وہی قوی
کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کی قوت کبریائی کا

جس نے ہر شئے کو مضبوط نظام پر بنایا

مخلوقات، جمادات سجدہ گر

اِنَّ فِی خلقِ السَّمٰوات وَالارض... لاٰیٰتٍ لِقَوْمٍ یَعْقِلُوْن

نغمۂ توحید...... خدا کے نام کی گونج ہر آن ہر گھڑی

اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

تم میری نشانیوں پر غور کرو

جو میرے وجود کا مکمل ثبوت فراہم کرتی ہیں

۱۸ر ہزار مخلوقات کا اکیلا خالق

۴۰ر ہزار عالم

۲ کھرب کہکشاں

دنیا میں مخلوق کے ہزار حلقے

جانور، چرند، جمادات، حیوانات، نباتات

کائنات کی یکسانیت اور حسنِ ترتیب

زمین کے نیچے مخلوقات

پانی کے اندر مخلوقات

آسمان پر مخلوقات

فرشتوں کے اور مخلوقات

دریاؤں کی تہوں میں مخلوقات

پہاڑوں پر مخلوقات

زمین کے ذرّوں میں مخلوقات

مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں مخلوق

ساری مخلوقات کا سردار...... انسان

یاجوج ماجوج کی دو اُمتیں

ہر امت کی چار لاکھ اُمتیں

وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

مخلوقات کی روزیوں کو، عمروں کو، موت وحیات کو

آخری ٹھکانے کو اپنے احاطۂ قدرت میں رکھنے والا

وجود باری تعالیٰ میں شک وشبہ نہیں

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

درخت اور پودوں میں خدا موجود

ریشم کے کیڑے کا ریشم بنانا

زمین وآسمان کی تخلیق

زبانوں اور شکلوں کا مختلف ہونا

یہ اختلافی نغمات، مصور کائنات کی بے مثال کاریگری

انسان کی خوبصورتی اور حُسن

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ

ساری کائنات کو انسان کی نشو ونما میں لگانے والا

وہی خدا ہے

یہ انڈا......سونے اور چاندی کا محل

اور

انسانی چہرہ مصور حقیقی کی وحدانیت کا مظہر

ہاں انسان خالق کائنات کے سامنے عاجز ہے

صرف اللہ اپنی چاہت پوری کرسکتا ہے، انسان نہیں

کائنات کے جمال میں یہ رعنائی، اسی کے کمال میں نکھار

کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے وجود کا شاہکار ہے

زمین وآسمان، چاند، سورج کے بڑے

چرخوں کو چلانے والا ہر گھڑی موجود

خدا کی نشانیوں پر غور کر

انسان کے دل و دماغ میں
عقل و حکمت کے بحرِ بیکراں بہہ رہے ہیں
انسان ایک منبع کمال
قدرت کی ساری تشریحات کو اسی میں دیکھ لے
خدا کی پہچان دل کے نور سے ہوتی ہے
بے حجابی ہر شئے سے ہے آشکار
اور حجاب ایسا کہ آج تک دیکھا نہیں
سمندر......اللہ کی قدرت کا عظیم شاہکار
انسانی وجود، خدا کے وجود کی واضح دلیل ہے
کائنات خدا کے وجود کا کرشمہ
ارادوں پر غالب آنے والا ایک خدا ہی ہے
۱۲۴۰۰۰/انبیاء......ایک نظریہ، ایک منشور
پوری کائنات کا خالق و مالک......اکیلا خدا ہے
دل ایک بالاتر ہستی کی ضرورت محسوس کرتا ہے
وہ تو شہ رگ سے زیادہ قریب ہے
جو خدا میرا، فلک میرا، زمین میری
انسان خدا کے تصور کا حامل
وجود باری تعالیٰ
انسانی فطرت کا بھرپور تقاضا
سورج کی سنہری کرنوں میں ہے نورِ خداوندی
اللہ یکتائے زمانہ و بے مثل
کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنے خالق کی گواہی دے رہا ہے
کائنات کی ہر شئے میں قدرت کی حیرت انگیز ضابطہ بندی
خدا کی منصوبہ ساز ذات ہر جگہ موجود ہے

ربِ کبریا، مہربان پروردگار، خالق کائنات، سخی،
وحدہٗ لاشریک، قادرِمطلق، رب العالمین، صانعِ کائنات
روزِ ازل کا عہد و پیمان
خالق ومخلوق کا
انسان کے رگ و پے میں سرایت کیے
انسان کا جذبۂ فطرت
انسان کے ارادے تقدیر کے سامنے بے بس
خدا کی خلقت میں تبدیلی کہاں
روح اسلام و ایمان
محسوس پیکر اور ظاہری بدن کی مانند
میری منزل
رب کی پسند تک پہنچوں
رب کی ناپسند سے منہ موڑ لوں
حکمِ خدا قبول
اطاعت فرض تیرےؐ حکم کی
جو خدا سے خوش
خدا اُس سے خوش
خدا کا خاص بندہ بن جا
جنت میں داخل ہو جا
دیدارِ رب نصیب ہو
ہاں!
سکون ملتا ہے دل کو
ذکرِ خدا سے......

***

محمد یاسین کنبہر
سلطانپور، پنوعاقل

جل جلالہٗ

خدا نے زندگی دی ہے
سبھی کو ہر خوشی دی ہے

بہن بھائی دیے سبکو
دِیا بابا، امی دی ہے

اندھیرے میں سبھی کو اس
خدا نے روشنی دی ہے

عقل اور علم بخشا ہے
شعور و آگہی دی ہے

چمن مہکایا پھولوں سے
یہ دنیا بھی نئی دی ہے

اسی کی ہی حکومت ہے
اسی نے دلکشی دی ہے

سدا "یاسین کنبہر" کو
ادب سے دل لگی دی ہے

حافظ عبدالعظیم عمری مدنی

جل جلالہ

غفرانک ربی کہ گنہگار بہت ہوں
بندہ ہوں ترا گو کہ خطاکار بہت ہوں

احساسِ ندامت مرے باطن میں جگا دے
میں اپنی خطاؤں کا طرفدار بہت ہوں

باطن مرا حیران و پریشان بہت ہے
کہنے کو ظاہر میں وضعدار بہت ہوں

اعمال کو پہنا مرے اخلاص کا جامہ
عریاں ہے عمل میرا ریاکار بہت ہوں

یاد آتا ہے ماضی تو میں رولیتا ہوں اکثر
میں اپنی خطاؤں پہ شرمسار بہت ہوں

عقبیٰ کی مجھے فکر دے اے داورِ محشر
میں دولتِ دنیا کا طلبگار بہت ہوں

توفیقِ قناعت بھی مجھے دے مرے مولیٰ
بازارِ ہوس کا جو خریدار بہت ہوں

مسکین ہوں پر عرش کے سایہ میں جگہ دے
محتاجِ کرم ہوں کہ جفاکار بہت ہوں

ایک گھونٹ سہی دستِ محمد سے پلادے
پیاسا ہوں میں صدیوں کا سیہ کار بہت ہوں

حافظ ہوں مجھے دیں کا محافظ بھی بنادے
عاصی ہوں مگر تیرا وفادار بہت ہوں

***

حمدیہ ادب کا فروغ

حمد و مناجات کے لئے والہانہ عشقیہ جذبے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اظہار و افعال و اعمال اس سے وابستہ ہیں۔ مہارت و محاربت، متانت و سنجیدگی اور جوش ربانی کی فراوانی کے بغیر کوئی بھی شاعر حمد میں اظہار عقیدت نہیں کرسکتا۔

حمد گوئی کی روایت کو آگے بڑھانے اور اس کی ترویج و ترقی کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ کثرت سے حمد تخلیق کی جائے، تزک و احتشام کے ساتھ حمدیہ محفلیں منعقد کی جائیں اور اخبارات و رسائل کے مدیران معتبر قلم کاروں سے حمدیہ مضامین و مقالے بھی لکھوائے جائیں۔ تاکہ ہمارا حمدیہ ادب بھی دوسرے ادب پاروں کے بالمقابل بھرا بھرا دکھائی دے۔

علی شاہدؔ دلکش

شعبہ: کمپیوٹر سائنس اینڈ انجینئرنگ، کوچ بہار گورنمنٹ انجینئرنگ کالج، رابطہ: 8820239345

جل جلالہ

سب سے اکبر وہ
خلقت چاروں جانب ہے
سب کا محور وہ

سب سے برتر وہ
سب میں یکتا اللہ ہے
سب سے بہتر وہ

سب کا رازق تُو
دونوں جگ کا تُو داتا
سب کا خالق تُو

سب کا راجا ہے
کلمہ طیب سے سمجھو
جس کی پوجا ہے

بندہ کہتا ہے
رکھوالا ہے سب کا جو
اللہ ، اللہ ہے

شوکت ثاقب پوشپوری
(ترہگام کپوارہ)8825012596

جل جلالہ

زمین تیری، زماں تیرا ، یہ سارا لامکاں تیرا
عرش تیرا ، فرش تیرا ، بیاباں ، آسماں تیرا

فلک تیرا، ملک تیرا ، خلائق جن و انساں بھی
ہیں سب تیرے یہ تارے ،چاند کہکشاں و آسماں تیرا

شجر تیرا ،حجر تیرا، یہ جنگل بال کوہ در کوہ
تیرے چشمے، تیرے دریا، یہ خشکی اور خاک داں تیرا

حکمرانی ہے بر لاہوت، ہست و بود ہر اک جاہ
یہ کچھ ظاہر ، یہ کچھ باطن، عیاں تیرا، نہاں تیرا

بحر تیرا، سحر تیرا، یہ نجم و ثاقبؔ بھی تیرے
حرم تیرا، تیرا قبلہ مقدس ہے قرآن تیرا

دُعا

محبت کی دولت عطا کر خدایا
نگاہِ عنایت سدا کر خدایا

گنہگار ہیں ہم سزاوار بھی ہیں
کرم سے معاف سب خطا کر خدایا

مرے اس چمن کے مکیں بے زباں ہیں
بُرے ہیں بلا شک بھلا کر خدایا

الٰہی کرم ہم پہ کردے اے معلّیٰ
عطا اپنی ہم کو رضا کر خدایا

میں ثاقبؔ کہاں سے کہاں گر گیا ہوں
تجھے جو بھی مانگیں عطا کر خدایا

***

'نثری' حمدیہ کلمات

- میرے بندو!
- میں نے اپنے اُوپر اور تمہارے درمیان ظلم کو حرام کر دیا ہے
- سوائے اُس کے جس کو میں ہدایت عطا کروں، سب گمراہ ہیں، مجھ سے ہدایت مانگو
- سوائے اُس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں، سب بھوکے ہیں مجھ سے کھانا مانگو
- سوائے اُس کے جس کو میں لباس پہناؤں، سب بے لباس ہیں، مجھ سے لباس مانگو
- تم کسی نقصان کے مالک نہیں کہ مجھے نقصان پہنچا سکو نہ کسی نفع کے مالک کہ مجھے نفع دے سکو
- انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میری بادشاہی سے کچھ بھی کم نہیں کر سکتے۔
- تمہارے اعمال میں تمہارے لیے جمع کر رہا ہوں، تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو کوئی خیر پالے، وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے بجائے کوئی مصیبت پہنچے وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے۔

مصطفےٰ رضا خان نوری

جَلَّ جَلَالُہٗ

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

قلب کو اس کی رویت کی ہے آرزو
جس کا جلوہ ہے عالم میں ہر چار سو
بلکہ خد نفس میں ہے وہ سُبْحَانَہٗ
عرش پر ہے مگر عرش کو جستجو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

عرش و فرش و زمان و جہت اے خدا
جس طرف دیکھتا ہوں ہے جلوہ ترا
ذرے ذرے کی آنکھوں میں تو ہی ضیا
قطرے قطرے کی تو ہی تو ہے آبرو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

تو کسی جا نہیں اور ہر جا ہے تو
تو منزہ مکاں سے مبرا ز سو
علم و قدرت سے ہر جا ہے تو کو بکو
تیرے جلوے ہیں ہر ہر جگہ اے عفو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

سارے عالم کو ہے تیری ہی جستجو
جن و انس و ملک کو تری آرزو
یاد میں تیری ہر ایک ہے سو بسو
بن میں وحشی لگاتے ہیں ضربات ہو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

نغمہ سنجان گلشن میں چرچا تیرا
چہچہے ذکرِ حق کے ہیں صبح و مسا
اپنی اپنی چہک اپنی اپنی صدا
سب کا مطلب ہے واحد کہ واحد ہے تو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

طائران جناں میں تری گفتگو
گیت تیرے ہی گاتے ہیں وہ خوش گلو
کوئی کہتا ہے حق کوئی کہتا ہے ہو
اور سب کہتے ہیں لا شَرِیْکَ لَہٗ

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

بلبل خوش نوا طوطی خوش گلو
زمزمہ خواں ہیں گاتے ہیں نغمات ہو

قمری خوش لقا بولی حق سرہٗ
فاختہ خوش ادا نے کہا دوست تو

اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ

صبح دم کر کے شبنم سے غسل و وضو
شاہدان چمن بستہ صف روبرو
ورد کرتے ہیں تسبیح سُبحَانَہٗ
ھو ولا غَیرُہٗ ھو ولا غَیرُہٗ

اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ

ہر نہال چمن ذکر سے ہے نہال
ذکر حق یہ اسے کرتا ہے مالا مال
ذکر سے چوک کر ہوتا ہے وہ نڈھال
ذکر ہی تیرا ہے اس کی وجہ نمو

اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ

وہ بھی تسبیح سے رکھتا ہے اشتغال
جو نہیں رکھتا منہ اور لسانِ مقال
پھر بھی گویائے تسبیح ہے اس کا حال
اس کی حالی زباں کہتی ہے تو ہی تو

اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ اللّٰہ ھُوٗ

جو ہے غافل ترے ذکر سے ذوالجلال
اس کی غفلت ہے اس پر وہاں و نگال
قعرِ غفلت سے ہم کو خدایا نکال
ہم ہوں ذاکر ترے اور مذکور تو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

ہے زباں جہاں حمدِ باری میں لال
دم کوئی حمد کا مارے کس کی مجال
تا با مکاں ہم رکھتے ہیں قیل و قال
اس کو مقبول فرما لے رحمت سے تو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

بھر دے الفت کی مے سے ہمارا سبو
دل میں آنکھوں میں تو اور لب پر ہو تو
کیف میں وجد کرتے پھریں کو بکو
ورد گایا کریں پے بہ پے سو بسو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

عفو فرما خطائیں مری اے عفو
شوق و توفیق نیکی کا دے مجھ کو تو
جاری دل کر کہ ہر دم رہے ذکر ہو
عادتِ بد بدل اور کر نیک خو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

بد ہوں مولیٰ مرے مجھ کو کر دے نکو
رخت اعمال ہے چاک فرما رفو
تیری رحمت کی امید ہے اے عفو
کہ ہے ارشاد قرآن لَاتَقْنَطُوْا

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

داخل خلد ہم کو جو فرمائے تو
ہم ہوں اور حور و غلماں لب آب جو
اور جام طہور اور مینا سبو
دیکھیں اعدا تو رہ جائیں پی کر لہو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

ٹھنڈی ٹھنڈی نسیمیں چلیں میرے رب
فتنوں کی دھول سے پاک ہودے عرب
ایسا برسا بہادے جو خا شاک سب
تیری رحمت کے بادل گھریں چار سو

اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ اللّٰہ ھُوْ

رحم فرما خدایا حرم پاک ہو
تو نے تقدیس بخشی ہے جس خاک کو

دفع فرما وہاں پر ہے بے باک جو
اور گرا بجلیاں قہر کی بر عدو

اللّٰہ ہُو، اللّٰہ ہُو، اللّٰہ ہُو، اللّٰہ ہُو

نور کی تیرے ہے اک جھلک خوبرو
دیکھے نوریؔ تو کیوں کر نہ یاد آئے تو
ان کا سرور ہے مظہر ترا ہو بہو
مَنْ رَاٰنِیْ رَاَ اَلْحَقْ ہے حق موبمو

اللّٰہ ہُو، اللّٰہ ہُو، اللّٰہ ہُو، اللّٰہ ہُو

خواب نوریؔ میں آئیں جو نور خدا
بقعۂ نور ہو اپنا ظلمت کدا
جگمگا اٹھے دل چہرہ ہو پر ضیا
نوریوں کی طرح شغل ہو ذکر ہو

اللّٰہ ہُو، اللّٰہ ہُو، اللّٰہ ہُو، اللّٰہ ہُو

حمدومناجات کاتعلق مذہبی جذبات واحساسات سے ہے۔جس شاعر کے دل میں یہ جذبہ واحساس جاگزیں ہوتا ہے وہی اللہ کی حمدوثنا کرتا ہے۔اس کے سامنے دست سوال دراز کر کے دعا مانگتا ہے۔اسی کے آگے اپنی پریشان حالی کا تذکرہ کر کے اس سے رحم وکرم کی درخواست کرتا ہے۔یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ ہمارے بیشتر شعرا کے دل اس جذبے سے لبریز رہے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہماری شاعری میں حمدومناجات کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

ڈاکٹر فیض اشرف فیض (اکبرآبادی)

جل جلالہ

یا رب پیا ہے میں نے وحدت کا جام تیرا
دل میں ہے یاد تیری، لب پر ہے نام تیرا

ہو گی حیات روشن، تحقیق ذات حق سے
قرآن میں لکھا ہے ہر اک کلام تیرا

عقل و شعور انساں، حیرت میں ہے خدایا
وہم و گمان سے ہے بالا مقام تیرا

وہ دیکھتے ہیں تیری ہر ایک شے میں قدرت
اہل نظر کی خاطر جلوہ ہے عام تیرا

تیرے ہی حسن ظن کا ہر ذرہ آئینہ ہے
ہم لوگ دیکھتے ہیں حسن تمام تیرا

اس شخص کے لئے تو جنت بھی منتظر ہے
یا رب ہے جس کے دل میں عشق دوام تیرا

پی کر وہی مئے حق پائے گا فیض ہر دم
جس کو نصیب ہو گا، پر کیف جام تیرا

ہو گا دماغ روشن جس کے مطالعہ سے
قرآن میں لکھا ہے ایسا کلام تیرا

تیرے ہی حسن کا ہے ہر ایک حسن پر تو
سب لوگ دیکھتے ہیں حسن تمام تیرا

وہ دیکھتا ہے ہر اک شے میں تراہی جلوہ
اہل نظر کی خاطر جلوہ ہے عام تیرا

پی کر وہی مئے وحدت کامیاب ہو گا
جس کو نصیب ہو گا پر کیف جام تیرا

پروردگار تیرا عاشق ہے یہ سخنور
جاوید فیضؔ کے ہونٹوں پر ہے نام تیرا

***

'زبور' حمدیہ کلام

زبور حمد کی کتاب ہے، حمدیہ کلام ہے، جس میں مختلف زاویوں سے اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اسے پڑھا کرتے تھے۔ لحنِ داؤدی مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام زبور پڑھتے تھے تو پرندے فضا میں رک جایا کرتے تھے۔

یونس انیس

ناگپور، انڈیا

جَلَّ جَلالُہٗ

لازم ہے کہ ہر حمد کا عنوان خدا ہے
جب شان کی بات آئے تو ذیشان خدا ہے

غفار ہے، ستار ہے، سبحان خدا ہے
جبار ہے، قہار ہے، لافان خدا ہے

توحید خدا کی صفت اول و آخر
مقصود ہو معبود تو ہر آن خدا ہے

مسجود ملائک ہے وہ مسجود جن و انس
سجدہ اسے زیبا ہے وہ ذی شان خدا ہے

یہ گردش ایام، یہ نیرنگیِ افلاک
لاریب یہ سب کچھ ترا فرمان خدا ہے

ہر چیز کا خالق ہے وہ ہر چیز کا مالک
سب جھوٹ یہ انسان، وہ انسان خدا ہے

عقبیٰ کا کوئی خوف نہ دنیا کا کوئی ڈر
واللہ انیسؔ اپنا نگہبان خدا ہے

ظفر کلیم
ناگپور

جل جلالہٗ

وہ مرا رب مرا خدا سب کچھ
میں تو اس کا ہوں وہ مرا سب کچھ

ہے سبھی کچھ اسی کے قبضے میں
آگ، مٹی، ہوا، گھٹا سب کچھ

لفظ کن سے یہ کائنات بنی
کن کہا اس نے ہو گیا سب کچھ

کام سارے ہماری مرضی کے
ہے اسی کی مگر رضا سب کچھ

میں کسی اور سے نہ کچھ مانگوں
مجھ کو اس نے کیا عطا سب کچھ

چھین لیں جب بلندیاں اس نے
یاد آیا کہ ہے خدا سب کچھ

جان لیجے نہیں کوئی کچھ بھی
مان لیجے ظفرؔ خدا سب کچھ

کرشن کمار طور

پنجاب

جل جلالہ

ہے تپتی دھوپ میں سایا بس ایک اس کا نام
تلافیِ غم دنیا بس ایک اس کا نام

شکست و ریخت کے ان تپتے ریگزاروں میں
نسیم تازہ کا جھونکا بس ایک اس کا نام

مری رگوں میں ہے جاری اسی کی گرمیِ خوں
مرے لبوں سے شناسا بس ایک اس کا نام

سطر سطر سے عیاں اس کے ہر سخن کا لمس
کہ لفظ لفظ تراشا بس ایک اس کا نام

ہر ایک سانس معطر ہے اس کے ذکر سے طورؔ
بدن میں خوشبو سا پھیلا بس ایک اس کا نام

ابو ضحیٰ طارق
اونتی پورہ (کشمیر)

جل جلالہ

میرے خدا میرا فقط یہ کام ہو
شامل غلاموں میں نبی ﷺ کے نام ہو

جس سے منور دل ہو ، روشن آنکھیں بھی
اس نور ﷺ کا دیدار صبح و شام ہو

مجھ کو ہے نسبت آپ ﷺ سے پس ہے دعا
میرے مقدر میں کوثر کا جام ہو

'صلو علیہٗ' کا مجھ سے بھی ہو حق ادا
ہر نعت میری بھی زباں زد عام ہو

مخزن ہو میرا دل نبی ﷺ کے عشق کا
ورد زباں ہر دم نبی ﷺ کا نام ہو

ہر مرض ہر غم سے ملے مجھ کو نجات
آساں میرا ہر ایک مشکل کام ہو

طارق بھی ہو بس نام لیوا آپ ﷺ کا
وقت نزع دیدار پر انجام ہو

محمدنعیم خان
سیر ہمدان، اسلام آباد (کشمیر)

جَلَّ جَلالُہٗ

کوئی نہیں جہاں میں تیرے سوا خدایا
ہے بندگی کے لایق اے قاسم عطایا
احسانوں کا تمہارے کس کو شمار آیا
کیوں شکر نا کریں ہم انساں ہمیں بنایا
ہمیں جرم سے بچا لے انبیاء کو جو بچایا
وہ سلیقہ بندگی دے جو نبیؐ نے ہے بتایا
دے نورِ عشق جس نے کوہ طور کو جلایا
بے حد مرے گنہ ہیں ہوں منکر السجایا
لا تقنتو نے بخشش کا ہے آسرا بندھایا
موجود ہے تو ہر جا لیکن نظر نہ آیا
ہر شے میں تیرا جلوہ پایا ہے پر نہ پایا
اک جرم پہ صفی کو کیا مدتوں رلایا
پھر شان بے نیازی سے بوالبشر بنایا
تو نے سفینہء نوح طوفان میں ترایا
اپنے خلیل پہ نار نمرود کا بجھایا
ذبح خدا نبی کو خنجر سے بھی بچایا
اور پھر فضل سے اپنے اپنا نبی بنایا
تو نے ہی تو سلیمان کو تخت پر بٹھایا
پھر اس کا زیر فرمان ہر انس و جان بنایا
صبر ایوب کو بھی تو نے ہی آزمایا

یعقوب خستہ دل کو کنعان سے ملایا
موسیٰ کو طور سینا پر آپ نے بلایا
عیسیٰ نبی کو تو نے دم کا ہنر سکھایا
سولی سے کر کے آزاد آسمان پر چڑھایا
محبوب کل کو تو نے ختم رسل بنایا
لولاک تاج سے پھر کیا ہی انہیں سجایا
انہیں کے دم قدم سے عالم نے فیض پایا
محبوب حق نے دنیا سے کفر کو مٹایا
ابلیس کے ارادوں کو خاک میں ملایا
اے واہب عطایا اے حاکم برایا
بس آسرا نعیمؔ کا ہے تو ہی اے خدایا

(۲)

یا رب سب کی جھولی بھر دے
قسمت سب کی روشن کردے
ہر شے میں ہے تیری قدرت
ہر سو ظاہر تیری حکمت
کشتی پار لگانے والا
تو ہی بجرا ترانے والا
منکر پر بھی تیرا فضل ہے
مومن پر تو خاص فضل ہے
نیک و بد پر تیرا سایا
رحمت کا دریا تو خدایا
سارے عالم کا تو خالق
تو ہی سارے جگ کا مالک
عرش تمہارا دفتر کل ہے
توہی بزم جہاں کا گل ہے

رازق ، خالق ، مالک مولیٰ
وصف ترے ہیں اعلیٰ ، اولا
سب کے بگڑے کام بنیں گے
دل سے تیرا نام جو لیں گے
ہر رنگ میں تو جلوہ گر ہے
ہر اک دل میں تیرا گھر ہے
پتا میں ہمت ہے تو ہی
غربت میں ثروت ہے تو ہی
تم ہی نے تاروں کو سجایا
چاند کا بھی فانوس جلایا
ہر رت میں جھلک ہے تمہاری
ہر سمت چمک ہے تمھاری
تیری مدحت بیان سے باہر
تیری عظمت سب پر ظاہر
چارہ گر تو لا چارو ں کا
یاور ہے تو ناداروں کا
تیرا رتبہ سب سے عالی
نعیمؔ تیرے در کا سوالی

منجیت سنگھ (خان منجیت بھاوڈیا مجید)

اردو استاد، کرکشیتر یونیورسٹی، کرکشیتر، ہریانہ، انڈیا، 9671504409

جَلَّ جَلَالُہٗ

نام میں تیرا جپتا اللہ اللہ
دکھ سبھی کے تو ہرتا اللہ
کام سبھی کے آنے والے
مصیبت میں سہارا تو ہے اللہ
ہر انسان میں ہے تیرا بسیرا
ہر جگہ ہے بس تو ہی اللہ
دھن دولت نا ہو چاہے میرے پاس
بس نام رٹوں میں اللہ اللہ
بجھے دلوں میں چراغ جلا
دیا کا بھاؤ بھر تو اللہ
سبھی کا بھلا کرتا جا
محبت کا سبق پڑھا تو اللہ

(۲)

تم سمندر میں ہو، تم پہاڑ پر ہو اللہ
جنگل میں تم ہی ہو اللہ
اور پھولوں کے باغ میں بھی تم ہو اللہ
دنیا کے آقا تم ہو اللہ
میرے پروردگار تم ہو اللہ
جو مراقبہ کرتا ہے اسے میٹھا پھل تم ہی دیتے اللہ
صبح ، دوپہر اور شام کو تم ہی کو جپتے اللہ
آپ کے نام کا سمرن کروں ہے اللہ
کوئی اور نہیں ہے تم ہو اللہ
تن من میرا جھومتا رہتا ہے اللہ
میرا دماغ آپ کی ہی سنگت میں اللہ
آپ خاموشی میں ہو اللہ
آپ خوشی اور غم میں ہو اللہ
تمہارا شور میرے کانوں میں ہے اللہ
رات آپ کی وجہ سے خوشگوار ہے اللہ
صبح آپ سے زیادہ پیاری نہیں ہے اللہ
اپنی شان صرف تم ہی جانتے ہو اللہ
مجھ سے کچھ جانے کو کہتا تم ہو اللہ
دیکھتی ہے آنکھیں بولتی ہے زبان اللہ
کوئی کچھ نہیں سمجھتا تو ہی سمجھتا اللہ
سنت کہوں یا پیر کہوں یا اللہ
میری بات سنو اور میرے قریب آؤ اللہ
اس گھر میں کوئی جھگڑا نہیں
ہے بسیرا آپ اللہ
وہ دماغ جس میں آپ رہتے ہیں اللہ
میں آپ کی بات سنوں گا اللہ

اور صرف آپ کو دیکھوں گا اللہ جیت یا ہار آپ کی مرضی اللہ
میں تیرے قدموں کی خاک بنوں گا اللہ میرے لیے کوئی مدد نہیں ہے اللہ
میں سر جھکا کر تیرے قدموں میں گرتا ہوں اللہ تمام فضیلتیں اور عظمتیں تیری ہیں اللہ
میں تیرے باغ کا پھول ہوں اللہ میرے سے کوئی جرم نہیں ہو اللہ
مجھ پر اپنی رحمت عطا کرنے والا تو ہی اللہ نہ مجھے عبادت کا طریقہ معلوم ہے اللہ
آپ کے پھلوں کی کوئی نہیں ہے انتہا اللہ مجھے نہیں معلوم کہ کیسے پوچھوں اللہ
میں اونچا اڑتا ہوں تیرے دم سے اللہ میری جھولی کو برکتوں سے بھر دو اللہ
جب تک سانس ہے جپونگا نام اللہ دنیا تقدیر کی بیداری دیکھتی ہے اللہ

***

اردو شعراء کا کمال

خدا کو اوّل، آخر، ظاہر، باطن، قادر، عادل، رحمن، رحیم، جبار، رزاق، خالق اور رب العالمین وغیرہ تسلیم کرنا ہی اصل ایمان ہے۔ وہی حاجت روا، مشکل کشا، عالم الغیب والشھادہ اور مالک الملک ہے۔ وہ سب کی سنتا ہے۔ زمیں پر چلنے والی چیونٹی کے پیروں کی آواز سے بھی باخبر ہے۔ وہی ہے جو پتھر میں رہنے والے کیڑوں کو بھی رزق عطا کرتا ہے لہٰذا دست سوال اسی کے آگے دراز ہونا چاہئے۔ اسی سے التجا و التماس کرنا چاہئے۔ اردو شعرا اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے، اس لیے ان کی حمد و مناجات میں اعتماد و یقین کا لہجہ ملتا ہے۔ ان میں وہ سوز دروں بھی ہے جو محبت الٰہی سے پیدا ہوتا ہے اور صراط مستقیم پر گامزن کرتا ہے۔

نعتیہ کلام

سلمان رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

جہاں میں جو عزّ و جاہ چاہے
حضورؐ کو بے پناہ چاہے

جبیں کو قدموں میں ان کے رکھ دے
جو سر پہ اپنے کلاہ چاہے

رہے ہمیشہ غلام ان کا
اگر کوئی مہر و ماہ چاہے

جو ان کے در کا ہوا گدا، وہ
نہ پھر کوئی بارگاہ چاہے

ہو نام ان کا جو ڈھال اپنی
تو سامنے ہو سپاہ چاہے

ازل سے سلمان ان کا عاشق
انھی کی بس وہ نگاہ چاہے

(۲)

دہر کے اجالوں کا، جوبن آپؐ کے عارض
نور حق کی تابش سے، روشن آپؐ کے عارض

آپؐ کا حسیں پیکر، کائنات کا زیور
نقرئی سراپا ہے، کندن آپؐ کے عارض

رنگ، روشنی، خوشبو، پھول، تتلیاں، جگنو
حسن کے حوالے ہیں، مخزن آپؐ کے عارض

وہ بھی کیا زمانہ تھا، عاشقوں کے نینوں کو
آٹھوں پہر دیتے تھے، درشن آپؐ کے عارض

کاش میں جنم لیتا، آپؐ کے زمانے میں
دیکھتے بِتا دیتا، جیون آپؐ کے عارض

روئے آدمیت پر، غازہ آپؐ کا اسوہ
اور دید کو اس کی، درپن آپؐ کے عارض

عشق کا مزا جب ہے، آنکھ کو دکھائی دیں
شرقاً آپ کے عارض، غرباً آپؐ کے عارض

ڈھونڈنے کوئی نکلے، بے مثال رعنائی
آئیں گے تصور میں، فوراً آپؐ کے عارض

ترجمہ نگار: سید عارف معین بلے

قصیدۂ بردہ شریف کا اُردو ترجمہ

ادارتی نوٹ : قصیدہ بردہ (عربی:قصیدۃ البردۃ) کا مختصر نام قصیدہ میمیہ اور پورا نام ''قصیدۃ الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ'' ہے۔ یہ کلام شرف الدین بوصیری کا ایک شاعرانہ کلام ہے جو انھوں نے حضرت محمد ﷺ کی مدحت میں لکھا۔امام بوصیری کے مشہور قصیدے کو'' قصیدہ بردہ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ حالتِ خواب میں نبی اکرم ﷺ نے اپنی چادر مبارک بوصیری کے شانوں پر ڈال دی تھی اور جب بوصیری بیدار ہوئے تو چادران کے شانوں پر موجود تھی۔ بوصیری مفلوج تھے لیکن اس چادر کے اوڑھنے کے بعدوہ معجزانہ طور پر شفایاب ہوگئے؛ چنانچہ انھوں نے یہ قصیدہ کہا۔

مصر کے معروف صوفی شاعر شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن سعید بن حماد بن محسن بن عبداللہ الصنہاجی ،البوصیری (694ھ-608ھ) مقام بھشیم میں پیدا ہوئے ، دلاص میں پرورش پائی اور اسکندریہ میں آپ کا وصال ہوا۔عربی کی کسی اور نظم کو اتنی شہرت حاصل نہیں ہوسکی جتنی قصیدہ بردہ کو ہے۔آج بھی اسے ردِآفات کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔اس کی 100 سے زائد شرحیں مختلف زبانوں میں لکھی جاچکی ہیں،جن میں اُردو زبان کی درجنوں شرحیں شامل ہیں۔ یہاں سیّد عارف معین کا منظوم ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، جو میل سے موصول ہوا۔ [مدیر]

(1)

جل اُٹھی کیا شمع یادِ دوستانِ ذی سَلَم
خونِ دل بہنے لگا آنکھوں سے میری ایک دم

(2)

جھونکا کوئے کاظمہ سے آیا ہے یا پھر حضور
بجلی چمکی، ہوگیا روشن شبستانِ اِضَم

(3)

ہو گیا کیا؟ جو تری آنکھوں سے جاری ہے جھڑی
کیا ہوا ہے؟ دل پہ کیا ٹوٹا ترے کوہِ ستم

(4)

چُھپ نہیں سکتی محبت، ہے عبث تیرا خیال
ہے ترے سوزِ دروں کا آئینہ یہ چشمِ نم

(5)

سوزِ دل نے ہی رُلایا قریۂ برباد پر
ورنہ کب بے تاب کر سکتے غمِ بان و علَم

(6)

تو محبت سے کرے انکار ممکن ہی نہیں
بولتا ہے چہرہ، دیتی ہے گواہی چشمِ نم

(7)

ناتوانی، اشک افشانی دلیلِ عشق ہے
زرد ہے چہرہ توخونِ دل سے یہ آ نکھیں ہیں نم

(8)

جب خیالِ یار آیا رات آنکھوں میں کٹی
عشق نے سارا مزہ ہی کر دیا ہے نذرِ غم

(9)

اے مرے ناصح تو میری معذرت کر لے قبول
تو اگر منصف ہے تو مت توڑ اب مجھ پر ستم

(10)

ہیں سبھی واقف مرے احوال سے تیرے سوا
درد جو دل میں اُٹھا ہے، ہو نہیں پائے گا کم

(11)

وہ نصیحت خوب تھی پَر اس کا سُننا تھا محال
اِس محب کی ہو گئی رخصت سماعت ایک دم

(12)

سچا ناصح ہے بڑھاپا، میں نے کب اس کی سنی؟
جب نصیحت ہو ضعیفی ہے مُعریٰ از تہم

(13)

بد نصیبی! نفسِ امّارہ نے اِس کو رد کیا
تھی مری پیرانہ سالی کی نصیحت محترم

(14)

میزبانی ہی نہ کر پایا مرا حسنِ عمل
سر پہ آ پہنچا ہے مہمانِ ضعیفی ایک دم

(15)

مجھ پہ کُھل جاتی اگر توقیر اس مہمان کی
کالی مہندی سے میں سر کے بال رنگتا دم بہ دم

(16)

ہے کوئی جو نفسِ سرکش کو لگامیں ڈال دے
گھوڑے کی جیسے طنابیں کھنچتی ہیں بس ایک دم

(17)

نفس کا تو ہو نہیں سکتا گناہوں سے علاج
ہَوکا بڑھ جائے تو پُر ہو ہی نہیں سکتا شِکم

(18)

نفس میں اور ایک بچے میں نہیں ہے کوئی فرق
روک کر ہی شیر خواری کو چھڑا سکتے ہیں ہم

(19)

قابو پالے نفس پر، تو فرماں برداری نہ کر
ورنہ مٹ جائے گا یا پھر عیب کچھ ہوں گے نہ کم

(20)

رشتہ اب حسنِ عمل کا خود نمائی سے نہ جوڑ
دور رکھ ہر اک چراگاہِ عمل سے تو قدم

(21)

روغنی ہر اِک غذا میں، خوب تھا بے شک مزہ
کاش! تو یہ جانتا شوگر میں بھی مخفی ہے سَم

(22)

ہو شکم سیری یا فاقہ، مکر سے تو اِن کے ڈر
فاقہ مستی بھی شکم سیری سے بڑھ کر، کب ہے کم؟

(23)

اپنی آنکھوں سے گناہوں کو تُو اپنے پاک کر
بہنے دے اپنی پشیمانی کے آنسو دم بہ دم

(24)

نفس اور شیطان دشمن ہیں، کہے میں تو نہ آ
جھوٹ ہیں دونوں، نصیحت ان کی سچی بھی تہم

(25)

یہ ترے دشمن ہوں یا حاکم، اطاعت تو نہ کر
مکر ان کا جان لے، ہے ایک دشمن، اِک حَکَم

(26)

توبہ استغفار قولِ بے عمل سے اے خدا
بانجھ عورت ہے، امید اولاد کی رکھتے ہیں ہم

(27)
ہے نصیحت نیکیوں کی، خود مگر اس سے ہیں دور
کیا کرے گا کوئی، جب کہ خود نہیں کرتے ہیں ہم

(28)
آخرت کا کیا کیا سامان ؟ کچھ بھی تو نہیں
فرض روزوں اور نمازوں کے سوا خالی ہیں ہم

(29)
سنتِ خیر الوریٰ پر ظلم ہی میں نے کیا
رات بھر جن کی عبادت سے تھا پیروں پر وَرَم

(30)
ہائے راہِ حق میں جب فاقوں پہ نوبت آ گئی
باندھے پتھر پیٹ سے اور بانٹے دِینار و دِرم

(31)
سونے کے چل کر پہاڑ آئے کہ حاضر ہیں حضور
کر دیا ان کو نظر انداز، کیا، یہ کچھ ہے کم؟

(32)
زہد و تقویٰ کر دیا حاجات نے مضبوط تر؟
غالب آئے کیسے حاجت آپ پر شاہِ امم

(33)
کیسے حاجت ان کو دنیا کی طرف مائل کرے
وہ نہ ہوتے تو یہ دنیا کا وجود ہوتا عدم

(34)
آپ ہیں سردارِ دو عالم محمد مصطفیٰ
اِنس و جاں کیا؟ آپ ہیں شاہِ عرب، شاہِ عجم

(35)

آمر و ناہی پیمبر آپ یکتا‘ لاجواب
سچے ہر اِک قول میں، میرے رسولِ محترم

(36)

وہ حبیبِ پاک ہیں بے شک شفاعت کی امید
ہوں گے جب ہم خوفِ محشر سے گرفتارِ الم

(37)

آپ کی دعوت پہ رسی، جس نے حق کی تھام لی
یہ کبھی رسی نہ ٹوٹے گی نبیِ محتشم

(38)

خُلق میں اعلا ہیں بے شک، خَلق میں برتر حضور
سارے نبیوں سے ہے بڑھ کر آپ کا عِلم و کرم

(39)

ملتمس ہیں انبیا سب آپ کے دربار میں
چلّو ساگر سے ملے، اِک بوند از ابرِ کرم

(40)

اپنی حد میں ہیں کھڑے سب انبیا پیشِ حضور
حرف کے نقطے وہ، یہ علمِ کتابِ مختتم

(41)

صورت و سیرت میں سب سے برتر و اعلا حضور
یوں بھی ہیں باری تعالیٰ کے حبیبِ محترم

(42)

ان کے اوصاف و محاسن میں نہیں کوئی شریک
مل نہیں سکتا کسی کو جوہرِ شاہِ اُمم

(43)

ابنِ مریم کے لیے جو کچھ نصاریٰ نے کہا
وہ نہیں، پردل سے کر مدحِ نبیِ محتشم

(44)

ہر شرف کو ذاتِ بابرکات سے منسوب کر
منزلت درکار ہے تو شان کر اُن کی رقم

(45)

کوئی بھی تو حد نہیں مولا کے علم و فضل کی
وہ کہاں سے لائیں منہ، جو کر سکیں توصیف ہم

(46)

آپ کی عظمت کے شایاں معجزے ہوتے اگر
نام پر جی اُٹھتیں خستہ ہڈیاں شاہِ امم

(47)

عقل کو بھی آزمائش سے بچایا آپ نے
یہ کرم ہوتا نہ تو تشکیک سے بچتے نہ ہم

(48)

معنیِ قرآں کُھلے ہیں، ساری دنیا دنگ ہے
دیکھی ہیں جب سے صفاتِ سیدِ خیرالامم

(49)

آپ ہیں سورج کہ جو چھوٹا سا آتا ہے نظر
دیکھ جب اس کی طرف خیرہ ہوں آنکھیں ایک دم

(50)

دنیا والے پائیں گے کیسے حقیقت آپ کی؟
غفلتوں میں پڑ گئے ہیں، قومِ خوابیدہ ہیں ہم

(51)

انتہائے علم بس یہ ہے، وہ ہیں خیر البشر
ساری مخلوقات سے بہتر رسولِ محتشم

(52)

انبیا و مرسلیں کے معجزے بھی خوب تھے
آپ ہی کا نور تھا، یہ آپ ہی کا تھا کرم

(53)

انبیا بے شک ستارے، آپ سورج فضل کا
روشنی سیارگاں کی آپ کا نور و کرم

(54)

نکلا جب سورج تو سارا جگ ہی روشن ہو گیا
آپ ہی کے نور سے جی اٹھی ہے ہر اک اُمم

(55)

اللہ اللہ کیا عظیم الخلق ہیں خیر البشر
ہے جمالِ مصطفی میں سیرت و صورت بہم

(56)

غنچہ آسا تازگی میں ہیں، شرف میں ماہتاب
ہمت و جرات میں یکتا، دریا دل، بحرِ کرم

(57)

ہیں جلالت میں یقینا آپ خود اپنی مثال
تنہا بھی ہوں تو نظر آتا ہے لشکر کا حَشَم

(58)

سیپ میں موتی کی طرح آپ کے دندانِ پاک
معدنِ نطق و تبسم ، چہرۂ شاہِ اُمم

(59)
جاگ اٹھے بخت اس کا، جو بھی اس کو چوم لے
بوئے خاکِ پاکِ دربارِ رسولِ محترم

(60)
کُھل گئے دنیا پہ میلاد النبی سے وصف سب
پاک ہے آغاز ان کا، پاک ان کا مختتم

(61)
اہلِ فارس ڈر گئے سن کر ولادت کی خبر
اُڑ گئے ہیں ہوش، ان پر چھا گیا ہے ابرِ غم

(62)
ڈھے گیا ہے قصرِ کسریٰ، کرچی کرچی ہو گیا
ہو گئے اصحابِ کسریٰ منتشر پھر ایک دم

(63)
آتشِ فارس بھی ٹھنڈی پڑ گئی، یہ کیا ہوا؟
کر گیا ہے چشمۂ آبِ رواں کو خشک غم

(64)
خشک پنگھٹ دیکھ کر ہیں مضطرب ساوہ کے لوگ
پیاسے لوٹے ہیں، غم و غصہ کہاں ان کا ہے کم

(65)
غم کے مارے آگ بھی تو ہو گئی تھی آب آب
ہو گیا پانی بھڑک کر آگ ہی از سوز و غم

(66)
لشکرِ شیطاں بِلک اُٹھا تجلی دیکھ کر
معنی و کلمات سے ظاہر ہوا حق دم بہ دم

(67)

اندھے بہرے تھے بشارت کیسے پھر سنتے بھلا
دیکھتے کیسے بھلا؟ تخویفِ برق از رنج و غم

(68)

کاہنانِ دہر نے بس اتنی ہی دی تھی خبر
جتنے ہیں ادیانِ باطل، ہو گئے سب کالعدم

(69)

آسماں سے ٹوٹتے تارے بھی پھر دیکھے گئے
گر پڑے اوندھے زمیں پر، سرنگوں ہو کر صنم

(70)

یوں وحی کے راستے سے بھاگ اُٹھے شیطاں سبھی
پڑ رہے ہیں آگے پیچھے ایک دوجے کے قدم

(71)

ابرہہ کا تھا وہ لشکر ، یا وہ کوئی فوج تھی
آپ نے پھینکی تھیں کنکریاں رسولِ محترم

(72)

آپ نے تسبیح پڑھ کر پھینکا جو کنکر حضور
پیٹ سے مچھلی کے باہر آئے یونس ایک دم

(73)

سجدہ کرتے آپ کی دعوت پہ آئے ہیں شجر
یہ تنوں کے بل چلے، جیسے نہ ہوں ان کے قدم

(74)

خوب کھینچیں چل کے دھرتی پر درختوں نے سطور
ڈالی ڈالی نے بھی ڈالے رستے میں کچھ پیچ و خم

(75)
چلچلاتی دھوپ میں سایہ فگن ہے آپ پر
ابر بھی ہر اِک سفر میں آپ کا ہے ہم قدم
(76)
آپ کے قلبِ منور کو ہے نسبت چاند سے
جو کیا تھا شق، میں اس کی سچی کھاتا ہوں قسم
(77)
آنکھ کے اندھے تھے جب کفار، کیسے دیکھتے؟
ہے قسم کہ غار میں محفوظ تھے خیر و کرم
(78)
صدق اور صدیق دونوں غار میں محفوظ تھے
غار میں کوئی نہیں، کفار بولے ایک دم
(79)
جالا مکڑی کا، کبوتر کے یہ انڈے دیکھ لو
سوچا ہو سکتے نہیں، اس میں رسولِ محترم
(80)
ہاں زرہ، اونچے قلعوں کی ہر سہولت بخش کر
کی حفاظت آپ کی رب نے نبیِ محتشم
(81)
جب ستم دنیا نے توڑے، میں پکارا "المدد"
آپ نے بخشی اماں، ہے آپ کا لطف و کرم
(82)
دین و دنیا میں نے کی، دستِ نبوت سے طلب
جو بھی کچھ مانگا ملا، ہے آپ کا یہ بھی کرم

(83)

خواب میں بھی تو وحی آتی تھی مت انکار کر
خواب میں بیدار رہتا تھا دلِ شاہِ اُمم

(84)

خواب بھی ہوتے ہیں سچے، ہے نبوت کا کمال
کر نہ سچے خواب کا انکار، مت کر یہ ستم

(85)

بارک اللہ اکتسابی ہو نہیں سکتی وحی
غیب داں ہوتا نہیں، کوئی نبیِ محترم

(86)

چھو لیا دستِ مبارک سے تو بیماری گئی
بھاگ اٹھی دیوانگی، ہے آپ کا یہ بھی کرم

(87)

قحط سالی ہو گئی کافور، فصلیں جی اُٹھیں
آپ کی بس اِک دعا سے برسا ہے ابرِ کرم

(88)

ٹوٹ کر برسے ہیں بادل، ہو گیا جل تھل حضور
ندیاں چھلکی ہیں اور آیا ہے سیلابِ عَرَم

(89)

میں بیاں کیسے کروں اوصافِ آیاتِ مُبیں
وہ شبِ تاریک میں مشعل نما ہیں اِ ک علَم

(90)

اک لڑی میں موتیوں کا حسن بڑھ جاتا ہے پر
قدرو قیمت جب یہ بکھری ہوں تو کب ہوتی ہے کم؟

(91)
اس لیے بھی حقِ مدحت ہو نہیں سکتا ادا
عقل سے بالا ہیں اخلاقِ رسولِ محتشم
(92)
ہیں مرے رحمان کی آیاتِ حق سب لاجواب
ہے قدیم اس کی صفت، بے شک وہ موصوفِ قدم
(93)
عہدِ رفتہ سے نہیں نسبت، پر عبرت کے لیے
حال عقبیٰ کا سنائیں، قصۂ عاد و اِرم
(94)
انبیا کے معجزے سب، اِس طرف قرآن پاک
دائمی بھی وہ نہیں ہیں اور اس سے بھی ہیں کم
(95)
کوئی بھی تو شک نہیں، آیاتِ محکمات میں
دیکھیے قرآن ناطق ہے کہ وہ ہیں خود حَکَم
(96)
دشمنی میں جس نے بھی قرآن کی کھولا محاذ
زندہ رہنے کو کیا اس نے سرِ تسلیم خم
(97)
جو کیے دعوے بلاغت کے، غلط ثابت ہوئے
باقی جانی دوست غیرت مند ہیں اہلِ حرم
(98)
موجزن دریا بھی ہے اب گوہرِ قرآں کے ساتھ
قدرو قیمت میں یقیناً گوہرِ دریا ہے کم

(99)
جو عجائب ان میں مخفی، ان کی گنتی ہے محال
جتنا چاہے فیض پاؤ، شوق کب ہوتا ہے کم
(100)
آنکھوں کو ٹھنڈک ملی، قاری سے میں نے کہہ دیا
تھام رسی رب کی، ہو گی فتح تیری ہم قدم
(101)
ہو اگر دوزخ کا ڈر اور تو اسے پڑھ لے اگر
آتشِ دوزخ یقیناً اس سے ہو جائے گی کم
(102)
حوضِ کوثر کی طرح دھو دے گی تیرے سب گنہہ
آئے گی چہرے کی کالک پر سفیدی ایک دم
(103)
عدل کی وہ ہیں ترازو، راستہ سچائی کا
کب بھلا ان کے بغیر انصاف کر سکتے ہیں ہم
(104)
جو بھی حاسد اب کرے انکار مت حیران ہو
ہے تجاہل عارفانہ ورنہ، ہے کب فہم کم
(105)
آنکھیں آئی ہوں تو دیکھیں کیسے نورِ آفتاب
میٹھا پانی کیا مزہ دے، ذائقے میں ہے سُقم
(106)
آپ ہیں ان سب سے اچھے حاضری دیتے ہیں جو
پا پیادہ یا سوارِ اُشترانِ باد دم

(107)

معتبر ہو کوئی تو ہیں آیتِ کبریٰ حضور
نعمتِ عظمیٰ برائے مغتنم شاہِ امم

(108)

گھومتا پھرتا ہے جیسے بدرِ کامل رات بھر
مسجدِ اقصیٰ میں پہنچے آپ از بیت الحرم

(109)

ماورائے عقل ہے ان کا مقامِ ارجمند
فاصلہ تو رہ گیا ہے دو کمانوں سے بھی کم

(110)

مسجدِ اقصیٰ میں جا کے دیکھو، ہے مخدوم کون؟
مقتدی ہیں آپ کے سب انبیائے ذی حَشَم

(111)

آپ نے ہفت آسماں کی سیر کی نبیوں کے ساتھ
بھیڑ میں بے شک فرشتوں کی اٹھایا ہے علَم

(112)

کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے گا جہاں پہنچے حضور
ہے بہشت و عرش بھی تو آپ کے زیرِ قدم

(113)

پہنچے ہیں اُس مرتبت پر سارے چھوٹے ہو گئے
آپ ہی بعد از خدا بے شک ہیں سب سے محترم

(114)

رازِ سر بستہ مقامِ وصل پر افشا کیے
کُھل گئے اسرارِ حق سب از رہِ فضل و کرم

(115)

سب فضائل آپ میں، جن میں نہیں کوئی شریک
عظمتوں میں آپ لاثانی ہیں یا شاہِ امم

(116)

ہیں عظیم الشان بے شک سب مراتب آپ کے
نعمتیں ہیں ماورائے عقل، کیا سمجھیں گے ہم

(117)

اے مسلمانو مبارک ہو، ملا ہے دیں تمہیں
تا ابد رہنا ہے دینِ سیّدِ خیر الامم

(118)

حق تعالیٰ نے کہا ہے آپ کو خیر الرسل
آپ کی طاعت کے صدقے ہم ہوئے خیر الامم

(119)

دشمنوں کے ہل گئے دل، سن کے بعثت کی خبر
جس طرح چنگھاڑ سے سہمے ہرن بس ایک دم

(120)

کیا ہوئی غزوات میں کفار کی حالت نہ پوچھ
جسم کیا، وہ سر تھے نیزوں پر ہوئے تھے جو قلم

(121)

چاہتے تھے جنگ کی دہشت سے وہ راہِ فرار
نوچ لیں، چیلوں گِدھوں کی اب غذا بن جائیں ہم

(122)

سہمے سہمے بیت جاتی تھیں سبھی راتیں مگر
صرف ان راتوں کے، ہیں جن کے مہینے محترم

(123)

وہ سمجھتے تھے کہ دیں مہمان ان کے گھر کا ہے
چاہتے تھے دشمنوں کو نوچ ڈالیں مل کے ہم

(124)

لشکرِ دریا تھا سرپٹ دوڑتے گھوڑوں کے ساتھ
جنگ کے میدان میں ٹکراتی موجیں دم بہ دم

(125)

دعوتِ حق پر مجاہد آ گئے میدان میں
چاہتے ہیں کفر کی بنیاد کردیں کالعدم

(126)

کوششوں سے ان کی آخر دین، ملت بن گیا
بچھڑے ساتھی کیا ملے کہ ہو گئی غربت بھی کم

(127)

نیک شوہر مل گیا بیوی کو اور بچوں کو باپ
بیوگی کا دھڑکا ہے نہ اب یتیمی کا ہے غم

(128)

عزم و استقلال کی چٹّان تھے، میں کیا کہوں
پوچھ ان سے، جس نے دیکھی، ان کی جراتِ اَتم

(129)

پوچھ لے بدر و حنین و اُحد سے، بتلائیں کیا
کافروں کو موت آئی جو وبا سے کب تھی کم

(130)

خونِ دشمن سے ہوئی تلوار ان کی سرخرو
کالے لمبے بال والوں کو دیے کب زخم کم

(131)

دشمنوں کے جسم کو بے نقط کب رہنے دیا؟
لکھتے ہیں حرفِ غضب کیا خوب، نیزوں کے قلم

(132)

تھے مسلح، پر تھے پیشانی پہ سجدوں کے نشاں
تھے صحابہ گل تو، کب کفار تھے کانٹوں سے کم

(133)

ان کی نصرت کی خبر پہنچی ہے اب تو جان لے
تھی بہارِ جاوداں غنچوں کے پردوں میں بہم

(134)

جیسے ٹیلوں پر شجر ہوں یوں تھے گھوڑوں پر سوار
زین چاہے سخت ہے پر یہ تو ہیں ثابت قدم

(135)

اڑ گئے ہیں جنگ کے میدان میں دشمن کے ہوش
انساں اور چوپائے دونوں ایک ہیں تو کیا ہے غم

(136)

نصرتِ شاہِ دو عالم جس کو ہو جائے نصیب
شیر سے بھی سامنا ہو تو نہیں مارے گا دم

(137)

دوست ان کا کوئی بھی ناکام ہو سکتا نہیں
دل شکستہ ہی رہے گا دشمنِ شاہِ امم

(138)

شیر جیسے اپنے بچوں کی نگہبانی کرے
آپ نے محفوظ یوں فرمائی ہے خیر الامم

(139)
دشمنوں کو خاک چٹوا دی کلام اللہ نے
اور دلائل نے کیا، ان کا سرِ تسلیم خم

(140)
معجزہ تو دیکھو وہ امی بھی ہیں، عالم بھی ہیں
ہاں یتیمی میں ہنرور ہیں رسولِ محتشم

(141)
چھوڑ دی ہے شاعری اب دنیا داری کے لیے
کر رہا ہوں نعتِ سرکارِ دو عالم میں رقم

(142)
پٹہ گردن میں ہے، قربانی کا ہوں کیا جانور؟
ڈر رہا ہوں اپنے میں انجام سے اب دم بہ دم

(143)
بچپنے کی گمرہی سے کیا بھلا حاصل ہوا
دولتِ جرم و ندامت سے ہیں مالا مال ہم

(144)
دکھ ہے میرے نفس نے سودا خسارے کا کیا
دین کے بدلے خریدی دنیا، یہ توڑا ستم

(145)
صرف دنیا کے لیے بیچی ہے جس نے آخرت
ہے نرا گھاٹے کا سودا اس کے حق میں کم سے کم

(146)
عاصی ہو کر بھی نہ توڑا آپ سے عہدِ وفا
رسی میں نے تھام رکھی ہے رسولِ محترم

(147)

اس لیے بھی مجھ کو امیدِ شفاعت ہے حضور
نام میں میرے "محمدؐ" ہے نبیِ محتشم

(148)

روزِ محشر ہاتھ گر تھاما نہ میرا آپ نے
بدنصیبی ہی مِری ہو گی اگر رَپٹا قدم

(149)

میں رہوں محروم یہ تو آپ کا منصب نہیں
خالی پلٹوں کیسے ممکن ہے نہ ہو مجھ پر کرم

(150)

ہو گئے ہیں وقف سب افکار مدحت کے لیے
آپ کے صدقے ہی ہر مشکل سے اب نکلیں گے ہم

(151)

آپ کے دستِ کرم کی برکتیں درکار ہیں
جس طرح گلشن بنا دے دشت کو ابرِ کرم

(152)

میں زُہیرِ وقت ہوں نہ مجھ کو دولت چاہیے
مال وزر اس نے سمیٹا بن کے مداحِ حَرَم

(153)

آپ سے بہتر نہیں کوئی تو میں جاؤں کہاں
حادثوں سے اب بچا لیں، چھانٹ دیجے ابرِ غم

(154)

منتقم بن کر خدا جب ہو گا جلوہ گر حضور
آپ کا رتبہ شفاعت سے میری ہوگا نہ کم

(155)

دین اور دنیا ہے کیا، یہ آپ ہی کی ہے عطا
آپ ہی کے علم سے ہے علمِ الواح و قلم

(156)

اے مرے دل ان گناہوں سے نہ تو مایوس ہو
مغفرت کے سامنے تو انتہائی ہیں یہ کم

(157)

جب بٹے گی رحمتِ رب مجھ کو یہ امید ہے
بڑھ کے ہو گا میرے عصیاں سے کہیں رب کا کرم

(158)

رد نہ کر دنیا مری امید کو ربِ جلیل
حشر میں رحمت اگر ہو تو نہیں ہے کوئی غم

(159)

دین و دنیا میں تو مجھ پہ لطف فرما اے خدا
صبر کا دامن چھٹا جائے بہ صد درد و الم

(160)

حکم دے دے ابرِ رحمت کو مرے ربِ جلیل
تا ابد برسے نبی پر ٹوٹ کر ابرِ کرم

(161)

آل اور اصحاب کیا، سب تابعینِ پاک پر
رحمتیں ہر متقی، برصاحبِ علم و کرم

(162)

یا اللہ راضی ہو بوبکر و عمر، عثمان سے
اور علی سے، ہیں جو، اصحابِ رسولِ ذی حَشَم

(163)

ہاں یونہی کرتی رہے بادِ صبا **اٹھکھیلیاں**
مستی اونٹوں کی حُدی خوانی بڑھائے دم بہ دم

(164)

مغفرت فرمایئے، جس نے لکھا، اب جو پڑھے
آپ سے یہ التجا ہے صاحبِ جود و کرم

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

قصیدۂ بردہ شریف کی حاشیہ آرائی کیوں؟

ذکر اشخاص و اماکن کا بھی ہے اس میں رقم
جن کے بارے میں یقیناً جانتے ہیں لوگ کم
ہے مقامات و اماکن کا تعارف ناگزیر
ذکر کن اشخاص کا ہے؟ جاننا چاہیں گے ہم
یوں اٹھایا ہے قلم اب حاشیہ آرائی کو
کھل سکیں معنیِ نعتِ سیدِ خیر الامم
لفظ کے محمل میں لیلیِ معانی دیکھئے
آپ کہتے ہیں تو یہ پردہ ہٹا دیتے ہیں ہم

1۔ سَلَم۔ پہلا شعر

اس قصیدے میں کیا ہے آپ نے ذکرِ سلم
یہ سلم کیا ہے، سنو وہ ہے مقامِ محترم
بارہا چومے نبیِ پاک کے جس نے قدم
ایک موضع ہے یہ مکہ اور مدینے کی قسم
بیٹھتے تھے جس کی چھاؤں میں نبیِ محتشم

پیڑ کیکر کا ہے، جس کو لوگ کہتے ہیں سلم
استعارہ بھی یہ بے شک روضۂ اقدس کا ہے
ہاں جہاں آرام فرما ہیں رسولِ محتشم
بعض کہتے ہیں کہ ہے دارالسلام اس سے مراد
نسبتوں کا فیض ہے، تاریخ کر دی ہے رقم
اس کی ٹھنڈی چھاؤں گھر بیٹھے بھی ہے اپنا نصیب
دھوپ ہو تو اس کے زیر سایہ ہی رہتے ہیں ہم

2۔کاظمہ۔دوسرا شعر

یہ مدینے کی ہے بستی، کاظمہ کہتے ہیں ہم
کاظمہ ہے اسمِ شہر سیدِ خیر الامم
گنبدِ خضریٰ کو بھی لکھتے ہیں کچھ اہلِ قلم
جان کی تسکین لُغت میں اس کا مطلب ہے رقم

3۔اِضَم۔دوسرا شعر

تذکروں میں نام ملتا ہے پہاڑی کا اِضَم
جس پہ جلوہ فرما ہوتے تھے رسولِ محترم
بارہا چومے رسولِ پاک کے اس نے قدم
آپ ہی کے دم قدم سے اس کا ہے جاہ و حشم
سچ تو یہ ہے یہ پہاڑی ہے مدینے کے قریب
اِک ٹھکانہ ہے رسولِ پاک کا کوہِ اِضَم

4۔عذری۔9واں شعر

اک قبیلہ ہے بنی عُذرہ چلو ملتے ہیں ہم
عشق میں گھل گھل کے آخر توڑ دیتے ہیں یہ دم

پارسا ہیں، نرم خو ہیں، خوش ادا ہیں خوش مزاج
یوں ہے عُذری کا اشارہ اس قصیدے میں رقم

5۔کسریٰ۔62واں شعر

کسریٰ یا خسرو ہی کہلاتے تھے سلطانِ عجم
دنیا میں تشریف جب لائے رسولِ محترم
ڈھہ گیا ایوانِ کسریٰ ڈھیر ملبے کا بنا
ہوں گے اب اصحابِ کسریٰ بھی یقیناً کالعدم

6۔ساوہ بُحیرہ۔64واں شعر

قصبہ ہے ایران کا، ساوہ جسے کہتے ہیں ہم
تذکروں میں اس کی بھی تاریخ بے شک ہے رقم
ہے بُحیرہ اک ندی ہمدان و قم کے درمیاں
بت کدے ہیں جس کے چاروں اور، جس میں ہیں صنم
یوں بُحیرہ بت کدوں کی سرزمیں کا نام ہے
ان کی جانب ہے اشارہ اور کیا بتلائیں ہم

7۔عرم۔88واں شعر

یہ وہ وادی ہے، ہوا اللہ کا جس پر کرم
رہتی تھی سیلاب کی زد میں یہ بستی دم بہ دم
ملکۂ بلقیس نے تعمیر فرمایا تھا بند
یوں مچا پائیں نہ پھر طغیانیاں کوئی اُدھم
چاروں جانب سینکڑوں باغات قائم ہو گئے
رحمتوں کے ساتھ برسا ٹوٹ کر ابر کرم

جب کیا کفرانِ نعمت تو غضب نازل ہوا
بند ٹوٹا، ہو گئے باغات سارے کالعدم
اس کے بارے میں کہوں میں اور کیا المختصر
قصہ بربادی کا یہ قرآن میں بھی ہے رقم

8۔عادوارم۔93واں شعر

تھی بڑی سرکش یہ قومِ عاد و اولادِ ارم
ذکر قرآں کی بہت سی سورتوں میں ہے رقم
ہود کو اس کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا
خیر کی جانب مگر اٹھا نہیں اس کا قدم
آندھی اور طوفان نے برباد کر ڈالا اِسے
ہود کے ساتھی رہے محفوظ، تھا رب کا کرم
دیکھو قومِ عاد کا انجام عبرتناک ہے
اس بُرے انجام سے سوچو تو بچ سکتے ہیں ہم

9۔زُہیروھرم۔152واں شعر

بادشاہ ملکِ عرب کا ایک گزرا ہے ھرم
دریا دل تھا، ذات میں اپنی تھا اِک بحرِ کرم
ہاں زُھیر ابن ابی سلمٰی تھا اک اہل قلم
اپنی شعر و شاعری کے بَل پہ تھا وہ محترم
بیسیوں اُس نے قصیدے لکھے در شانِ ھرم
کر رہا ہے یہ اشارہ ہی بوصیری کا قلم

***

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

ﷺ

شعر آیات کے مفہوم سے لایا جائے
بعدہٗ نغمۂ توصیف سنایا جائے

سیرتِ سرورِ کونینؐ سے لے کر خوشبو
زندگی جینے کا انداز سکھایا جائے

انؐ کی آمد سے ہی اللہ کا عرفان ملا
جشنِ میلاد بصد شوق منایا جائے

انؐ کی ایک ایک ادا اصلِ اصولِ بہبود
انؐ کی سنت سے ہی ہستی کو سجایا جائے

امن و انصاف کی لے کر شہِ والاؐ سے ضیا
شعلۂ ظلم و تشدد کو بجھایا جائے

انؐ کے کردار کی پاکیزہ روش پر چل کر
پیڑ انصاف و مروت کا لگایا جائے

دل ہے خوشبوے تقرب کی طلب میں بیتاب
اب مشاہدؔ گلِ توصیف کھلایا جائے

ڈاکٹر مبشر احمد نشتر
حیدرآباد، تلنگانہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہر فکرِ سخن خستہ پریشان و حزیں ہے
مِدحت کی سکت لفظ و بیاں میں تو نہیں ہے

کیسے میں کروں جُرأتِ مِدحت مرے آقا
ہر صِنف خَجِل خود پہ ہے شرمندہ زمیں ہے

ہر لفظ کی خواہش ہے کہ وہ نعت میں آئے
جو لفظ نہیں نعت میں وہ چیں بہ جبیں ہے

آفاق میں تجھ جیسا نہیں کوئی بھی آقا
اک تُو ہی شہا خَلق میں شاہنشہِ دیں ہے

کونین میں کس کو مِلا یہ ظرفِ معظّم
دُشمن کی نگاہوں میں بھی صادِق ہے اَمیں ہے

اے قبلۂ جاں مقصدِ تخلیقِ دو عالم
اک تُو ہی تو سلطانِ فلک فخرِ زمیں ہے

آرائشِ خال و خدِ کونین کے باعث
اِس عالمِ اِمکاں میں کوئی تجھ سا نہیں ہے

اے شاہد و مشہود نبی مرکزِ اسرار
تُو لمحہ ءِ کُن ہی سے شہا محورِ دیں ہے

قندیلِ سرِ عرش ترا اِسمِ مبارک
مِن نور ترا وصف ہے اِرشادِ مُبیں ہے

تزئینِ سماوات ہے بس تیرے لئے ہی
آنگن ہے ترا جو رَوِشِ خُلدِ بریں ہے

تُو موجبِ ہنگامہٗ کونین ہے آقا
کونین کے اسرار کا اک تُو ہی اَمیں ہے

اے اَرض و سماوات کی تزئین کے ہمراز
تُو سب سے حسیں سب سے حسیں سب سے حسیں ہے

تخلیق کا معیار ہے تُو پیکرِ تقدیس
حیرت میں تجھے دیکھ کے یوسف کی جبیں ہے

وَالفجر ترے رُوئے مُنوَّر کا تعارُف
وَالشَّمس بھی آئینہ ءِ تنویرِ جبیں ہے

ماتھا ہے کہ خلقت کے لئے مُژدہ ءِ رحمت
رخسارِ مُنوَّر ہے یا خورشیدِ مُبیں ہے

دلکش ہے تری آب زہے تاب اَزَل سے
اوّل ہی سے تُو خاتمِ قدرت کا نگیں ہے

رخسارِ مُنَوَّر ہیں کہ مُصحف کا خلاصہ
گیسوٗ ہیں کہ وَالّیل کی تفسیرِ مُبیں ہے

بازو ہیں کہ الطاف کی وسعت کی نِشانی
قَد ہے کہ عَلَم حق کا سرِ عرشِ بریں ہے

اسرار و مَعارف سے مُزَیّن ترا سینہ
ہر بات تری وَحیِ خَفی حرفِ یقیں ہے

اے مُصحفِ ناطِق تجھے دیکھا ہے جہاں نے
ہر ایک ادا آیۂ قرآنِ مُبیں ہے

تیرے ہی تو ہاتھوں میں ہیں عالَم کے خزانے
افلاک بھی ہیں تیرے ہی ، تیری ہی زمیں ہے

مازاغ بصارت سے مُزیّن تری آنکھیں
چشمانِ مُقدّس کی ضِیا سب سے حسیں ہے

اَنوارِ دو عالَم کا صحیفہ رُخِ زیبا
ہر دانت تقدُّس کے سمندر کا نگیں ہے

دنداں کی چمک ہے کہ ضِیا نورِ سحر کی
خورشید کو بھی جُرأتِ نَظّارہ نہیں ہے

ہر لفظ ترا ایک نیا عکسِ متانت
ہر قول شریعت کے لئے رُکنِ رکیں ہے

اے منزلِ اَربابِ نظر حق کے پیمبر
تیرا ہی تو ہر قول و عمل دینِ متیں ہے

پَروانۂ جَنّت ترے اَبرُو کا اِشارہ
بَس تیری شفاعت ہی سے ہر فتحِ مُبیں ہے

بوسہ گہہِ جبریل ترا تلوہ ء اقدس
اور نقشِ قدم زینتِ افلاک و زمیں ہے

ہو جائے عطا اس کو ترا نقشِ کفِ پا
جس کے لئے بے چین سدا میری جبیں ہے

ہر اَوجِ تخیُّل سے پرے اوج ہے تیرا
رفعت کی بھی معراج ہے تُو عرش نشیں ہے

خلوَت کے حجابوں میں ہے بس تیری رسائی
وہ عرشِ مُقدَّس بھی تو تیری ہی زمیں ہے

کس آنکھ نے دیکھے ہیں وہ جنَّت کے مناظر
کن آنکھوں میں وہ نقشہ ء فردوسِ بریں ہے

حاضر تھا بھلا کون حجاباتِ عدم میں
مخلوق میں تنہا وہ تری چشمِ یقیں ہے

پہنچا ہے کہاں کوئی بشر عرشِ خُدا تک
قوسین میں ہے کون جو خالق کے قریں ہے

معراج کی وہ رات ہے سکتے کا ہے عالَم
بستر تو یہاں گرم ہے لیکن تُو کہیں ہے

اے شمعِ شبستانِ رِسالت مرے آقا
تو روزِ ازَل ہی سے شہہِ عرش نشیں ہے

جو سب سے معزّز ہے ملائک میں فرشتہ
دربان ترے دَر کا وہ جبریلِ اَمیں ہے

اے مظہرِ اَنوارِ خُدا قِبلہ ء کعبہ
خَم تیرے اَدَب کے لئے کعبے کی زمیں ہے

اَفلاک کی آنکھوں نے بھی دیکھا ہے یہ منظر
اَللہُ غنی شاہِ جہاں خاک نشیں ہے

نِشترؔ مری آنکھوں میں ہے شادابئَ قسمت
یادوں میں مری گُنبدِ خَضرئ کا مکیں ہے

***

رخسانہ جبیں
سابق ڈائریکٹر ریڈیو کشمیر سرینگر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

میں نعت لکھوں ادب اور احترام کے ساتھ
نہالوں اشکوں سے پہلے میں اہتمام کے ساتھ

مشامِ جاں کو معطر کرے خیال انؐ کا
درود بھیجتے رہنا ہے جنؐ کے نام کے ساتھ

بجا کہ عقل پہ طاری ہے وجد کا عالم
یہ بزم وہ ہے کہ رکھنا ہے کام کام کے ساتھ

کرم ہے مجھ پہ خدا کا مرے کہ جو میں ہوئی
فدا رسولؐ پہ جاں، دل ، بدن تمام کے ساتھ

حبیبؐ میرا مدینے میں ہے یہ جانتی ہوں
عجیب رشتہ ہے مصر و عراق و شام کے ساتھ

حیات اس سے بڑی اور کیا بقا پائے
روانہ کیوں نہ کروں جاں بھی میں سلام کے ساتھ

(۲)

قطرۂ شبنم سے کرتا ہے وضو برگِ گلاب
ہر پرندے کی زبان پر ہے درودِ آنجنابؐ

عشق میں سرشار ہے یہ جھومتی بادِ صبا
چومتی ہے روضۂ اطہر شعاعِ آفتاب

طالبِ انوارِ روئے پاک ہے یہ آج بھی
اک اشارے پر ہوا دونیم روشن ماہتاب

بن گیا ہے حرزِ جاں میرے لیے ذکرِ رسولؐ
ہوں میں بحرِ بیکراں میں ورنہ مانندِ حباب

خاکِ پا کی بھی کوئی تشبیہہ ہے ممکن کہاں
چاہے نظروں کو میسّر ہوں ہزاروں آفتاب

التجا ہے یہ درِ اقدس پہ میری یا نبیؐ
آپؐ فرمائیں ثنا گوئی کی کوشش مستجاب

تنگ دستی تنگ دامانی مری، میں کم سواد
صاحبِ جود و سخا کی ہیں عطائیں بے حساب

کیا بتاؤں کیوں نہیں ہوتا ہے یارائے سوال
راز ہوجائے گا میرا فاش، جو آئے جواب

کیوں نہ ہوجاؤں فدا سوجان سے اُس پر جبیںؔ
ختم جس پر ہے نبوت کی، رسالت کی کتاب

ایس حسن انظر
سرینگر، کشمیر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

مدحتِ محبوبِ حق ، خیر البشر
بے بدل اک راحتِ قلب و نظر

رہروانِ راہِ حق کے واسطے
بالیقین آقاؐ ہیں کامل راہ بر

ہر طرف ہیں اذنِ حق سے نعت خواں
ہم زمیں پر اور ملایک عرش پر

زندگی سو بار اُنؐ پر وار دوں
وہ جو کہلاتے ہیں فخرِ بحر و برؐ

چشمِ دل کھلتی ہے چل کر دیکھ لو
رشد و رحمت کی حسیں دہلیز پر

اِک بشر ہر عیب سے جوؐ پاک ہیں
تا ابد بس صاحبِ شق القمر

ناز کیوں اُنؐ کی غلامی پر نہ ہو
ہم شجر وہؐ باعث برگ و ثمر

خاص ہے خواہش کہ جیتے جی انہیںؐ
روبرو اک بار دیکھیں جلوہ گر

جان و دل سے اُنؐ کا جو ہوجایئے
مال و زر سب ہیچ آجائیں نظر

دو جہاں میں سرخروئی کا سبب
حبِ آنسرورؐ ، رسولِ معتبرؐ

نعتِ پاک مصطفیٰؐ یوں ہی رہے
ایس حسن انظرؔ تمہارے نطق پر

(۲)

وہؐ انسان کامل وہؐ خیر الانام
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السلام
حبیبِ خدا پیکر شاد کام
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السّلام

وہؐ ممدوح رب ہیں، وہؐ خیر البشر
قیامت تلک رہبر خاص و عام
پکارو تو کام آئیں گے گام گام
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السّلام

مسلسل جہاں بھر میں ہے گونجتا
بہ صد احترام و بصد اہتمام
'محمدؐ' کا بے عیب و بے نقطہ نام
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السّلام

مسلسل جوؐ اوروں کی خاطر جیے
دعائیں جوؐ دیتے رہیں صبح و شام
ہمیں بھی پلائیں گے کوثر کے جام
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السّلام

جو آقا کے نقش قدم پر چلے
شہنشاہ سے بہتر وہ ادنیٰ غلام
نظر آئیں ایک اسکو یونان و شام
علیہ الصلوٰۃ و علیہ السّلام

حماد انجم ایڈووکیٹ (مرحوم)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دہن ہے نور کا ہالہ زبان روشن ہے
یہ کس کا ذکر ہے سارا جہان روشن ہے

اسی لغت نے بنایا ابو الکلام ہمیں
عرب کی لَے سے عجم کی زبان روشن ہے

حریم ذات میں ایسا چراغ جل اٹھّا
کہ دل مصفا ، نظر پاک ، جان روشن ہے

کچھ ایسی مہر نبوت کی روشنی پھیلی
صنم کدے میں حرم کا نشان روشن ہے

جسے زمانہ سراج منیر کہتا ہے
اسی کے نور سے دنیا جہان روشن ہے

مری متاع دل و جاں محمد عربی
اسی چراغ سے میرا مکان روشن ہے

کتاب وحی اٹھالی تو یہ لگا مجھ کو
ہتھیلیوں پہ مری آسمان روشن ہے

عرب کے چاند کی کرنوں نے وہ کمال کیا
صدی صدی کی اندھیری چٹان روشن ہے

دلوں میں جوت جگادی ہے کیا محبت نے
لہو لہان پرندہ ہے جان روشن ہے

بلال حبشی کے رب کریم کی بخشش
موذنان حرم کی اذان روشن ہے

جو نغمہ شعلہ فشاں تھا خلیل کی لَے میں
لب رسول پہ وہ بے گمان روشن ہے

لگایا زور بہت سرپھری ہواؤں نے
فصیل جاں میں مگر شمع دان روشن ہے

اندھیری رات بھی ہے بحر بھی ہے طوفاں بھی
ہوا ہے تیز مگر بادبان روشن ہے

ہو کوئی معرکہ آرائی کوئی بھی میداں
ذہانتوں کی وہی آن بان روشن ہے

بلندیوں کی ثریا شکار ہوجائے
کھنچی کھنچی ہوئی تیر و کمان روشن ہے

یہ آب وگل کے ہیولے میں ہے چمک کیسی
بشر کی خاک میں سونے کی کان روشن ہے

یہ عجز بے ہنری نعت مصطفی انجم
بلندیوں پہ ذرا اسی اڑان روشن ہے

***

ڈاکٹر شمس کمال انجم

باباغلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دلکشی گفتار میں چہرے پہ رعنائی بہت
چاند کو دیکھا تو مجھ کو انؐ کی یاد آئی بہت

روشنی شمس و قمر کی آپ سے ہے مستعار
آپ کے چہرے کی ضوء تاروں نے ہے پائی بہت

آج کل صبح ومسا لکھتا ہوں میں نعت نبی
اس وظیفے سے مرے دل میں ہے برنائی بہت

گر دلِ مومن میں انؐ کی یاد کی خوشبو نہیں
حشر میں یہ بات ہوگی وجہ رسوائی بہت

اے خدا دنیا کو حبِّ مصطفی کی دے ضیاء
دہر میں ہے کفر وباطل کی گھٹا چھائی بہت

جن پہ اصحابِ محمدؐ جان کرتے تھے نثار
شمسؔ بھی اے دوستو ان کا ہے شیدائی بہت

ریاض احمد قادری

فیصل آباد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

خدا اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں
رسول پاک پہ سارے درود بھیجتے ہیں

پکارے جاتے ہیں طیبہ میں نام ان کے بھی
حضور پاک پر جتنے درود بھیجتے ہیں

چمک چمک کے سدا روشنی کی صورت میں
نبی پہ چاند ستارے درود بھیجتے ہیں

تمام مشکلیں ان سب کی ٹالی جاتی ہیں
مصیبتوں کے جو مارے درود پڑھتے ہیں

یہ روشنی بھی عطا ان کے نقش پا کی ہے
مہ و نجوم کے ہالے درود پڑھتے ہیں

تمام روز گزرتا ہے ان کا خوب ریاض
جو ان پہ صبح سویرے درود بھیجتے ہیں

(۲)

سرکار کی توصیف ہے قسمت میں ہماری
آئے گی یہی کام شفاعت میں ہماری

نیت پہ ہی اعمال کی بنیاد ہے بے شک
اخلاص ہی اخلاص ہے نیت میں ہماری

اللہ کا صد شکر ہے اس بات پہ ہر دم
جو عشق نبی رکھا ہے فطرت میں ہماری

سرکار کی توصیف نے گفتار سکھائی
کام آئی ہے یہ نعت ہی لکنت میں ہماری

صد شکر کہ کہلاتے ہیں ہم ہر جگہ مدنی
وہ خاک جو لکھی گئی نسبت میں ہماری

سرکار کی حرمت پہ فدا کردیں اسے ہم
جاں وارنا جو رکھا ہے قدرت میں ہماری

سرکار کی دہلیز کے ہم ادنی گدا ہیں
منصب یہ گدائی کا ہے قیمت میں ہماری

پڑھتے ہیں ریاض آقا پہ جو صل علیٰ ہم
دیتا ہے ضیائیں یہی تربت میں ہماری

علی شیدا
نجدون، اسلام آباد، کشمیر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عرش ہے در **تعظیمِ** معظّم صلی اللہ علیہ وسلم
فرش لئے تکریمِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم

منبعٔ مدحت خود اللہ ہے کون و زمن نے کی تقلید
حشر تلک ہر لب پر ہر دم صلی اللہ علیہ وسلم

آؤ مدینہ دل سے دیکھیں آنکھوں سے جالی کو چومیں
گنبدِ خضرا نور کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

آؤ نبی کے پیارے دیوانو جام بڑھاؤ پیاس بجھاؤ
جاری و ساری عشق کا زمزم صلی اللہ علیہ وسلم

آپؐ ہی اوّل آپؐ ہی اعلیٰ یاسیں مزمّل آپؐ ہی طاہا
اکمل و کامل نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم

شفقت والے عظمت والے اور شفاعت رحمت والے
ہادیٔ برحق محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

شہرِ مدینہ شیداؔ جائیں آقا کے دربار سے پائیں
ہجر کا درماں وصل کا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم

سید اعجاز حسین عاجز

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تھا مبتلائے تمنائے مصطفیٰ ﷺ مرا دل
انہیں جو دیکھا تو پھر دیکھتا رہا مرا دل

بہ حالِ عجز و ندامت جھکا رہا مرا سر
بہ حالِ عشق و مودت جھکا رہا مرا دل

ہے دل کی آنکھ مرے سر کی آنکھ سے بہتر
کہ فیضیابِ زیارت ہے بارہا مرا دل

حضور ﷺ! دونوں کو مسکن بنایئے اپنا
ہو ایک گنبدِ خضریٰ تو دوسرا مرا دل

میں چھوڑ آیا ہوں اس کو انہی فضاؤں میں
جو ہجرِ طیبہ میں رہتا تھا ادھ مَرا مرا دل

یہ اپنے آپ میں خود ہو گیا مہک افروز
ہوائے شہر مدینہ نے جب چھوا مرا دل

ولائے سرورِ کونین سے رہے سرشار
وگرنہ سینے میں مجھ کو نہیں روا مرا دل

درود پڑھتا ہوں ان پر، سلام بھیجتا ہوں
گداز رکھتا ہے اِن سے مرا خدا مرا دل

پڑا ہوا ہے یہ مدت سے جالیوں کے قریب
درِ رسول ﷺ سے ہے میرا رابطہ مِرا دل

فرشتے اس کی زیارت میں ہو گئے مشغول
خمیر عشق محمد ﷺ سے جب بنا مِرا دل

یہ بارہا انہی گلیوں میں ہو کے آیا ہے
بنے گا شہر مدینہ میں رہنما مِرا دل

کیا پھر آیت ''لا ترفعوا'' نے ضبط شعار
جو کر رہا تھا دھڑکنے کی انتہا مِرا دل

مرا وجود ہے عاجزؔ! مدینہ مدحت
ثنائے سرورِ عالم سے ہے ثنا مِرا دل

(۲)

ڈاکٹر بشیر عابد مرحوم کے مصرع طرح پر کچھ اشعار

محبوب کی رویت کو خدائے شبِ معراج
لمحے کو صدی کیوں نہ بنائے شبِ معراج
معدوم ہوئے ہجر کے سائے شبِ معراج
''آفاق تجلی میں نہائے شبِ معراج''
قوسین میں کونین سمائے شبِ معراج
''آفاق تجلی میں نہائے شبِ معراج''
آنا تھا جنہیں خیر سے آئے شبِ معراج
''آفاق تجلی میں نہائے شبِ معراج''

خیرہ ہوئے ، چندھیا گئے اک بار مگر پھر
"آفاق تجلی میں نہائے شبِ معراج"
اس نور مجسم کی تجلی جو ملی تو
"آفاق تجلی میں نہائے شبِ معراج"
انوار شہِ دیں کی فقط ایک جھلک سے
"آفاق تجلی میں نہائے شبِ معراج"
بے پردہ رخِ سرورِ کونین ہوا تو
"آفاق تجلی میں نہائے شبِ معراج"
محبوب و محب میں نہ رہی غیر کی حاجت
خود عشق ہوا راہ نمائے شبِ معراج
قوسین و دنیٰ سے بھی تعین نہیں ممکن
منزل کسے معلوم برائے شب معراج
دیدار کے طالب جو ہوئے حضرت موسیٰ
تھا ان کے لیے طور بجائے شبِ معراج
ہو جائے میسر جو شبِ وصلِ مدینہ
مجھ ایسے فقیروں کی بن آئے شبِ معراج
اس شب میں اٹھے سارے حجاباتِ محمدؐ
اور عرش بنا حُسن سرائے شبِ معراج
اللہ غنی! اس شبِ ذیشان کی وسعت
وہ پہنچے، ملے، لوٹ بھی آئے شبِ معراج
کرتا ہے کلام اس کے مراتب پہ تو
جس کو لمسِ لبِ جبریل جگائے شبِ معراج
کہہ کر انہیں "بعبدہ" اللہ تعالیٰ
ہر عبد سے ممتاز بنائے شبِ معراج
کرتی ہے ابوالحکم کو بوجہل یہی شب

بوبکرؓ کو صدیقؓ بنائے شبِ معراج
کچھ دخل نہیں اس میں کہیں وہم و گماں کا
معراج تیقن ہے بنائے شبِ معراج
براق کا ہر ایک قدم جانب منزل
صدیوں کی مسافت کو گھٹائے شبِ معراج
اک سیر جہت بخش ہے معراج کہ ہم کو
منزل کی طرف راہ دکھائے شبِ معراج
لازم ہے مسلماں پہ اگر چاہیے بخشش
خود جاگے مقدر کو جگائے شبِ معراج
ہم پر بھی کھلیں سدرۂ عرفان کی راہیں
اے خالق کل عقدہ کشائے شبِ معراج
مہر و مہ و انجم بھی سرِ راہِ شہِ دیں
ذراتِ قدم چومنے آئے شبِ معراج
من جملہ رسل ایک ہے محبوبِ الٰہی
اس راز کا ہمراز اٹھائے شبِ معراج
اک ایسا سفر جس کی جہت کو نہ خبر تھی
گم ہوتا ہوا راہ دکھائے شبِ معراج
امت کو بھلایا نہ کسی حال میں جس نے
وہ کیسے بھلا اُس کو بھلائے شب معراج
جب نسبتِ سلطانِ اممؐ وجہِ شرف ہے
کیونکر نہ بڑھے عزّ و علائے شبِ معراج
اے عشق ذرا کھول گرہیں ، عقدہ کشا کر
کرنی ہے مجھے اور ثنائے شبِ معراج
عاجزؔ ہوئے جاتے ہیں جہاں رفرف و براق
اک خیر بشر شان سے جائے شبِ معراج

سمعان خلیفه ندوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرِ لامکاں جو گئے نبی
درِ منتہی پہ تھی روشنی
نہ نگہ بڑھی نہ نظر ہٹی
بلغ العُلیٰ بکماله

سوئے بزمِ حق جو سفر ہوا
کہ بشر ہوا فلک آشنا
ہے جہاں میں ان سا کوئی بھلا
بلغ العُلیٰ بکماله

رخِ انوری گلِ نرگسیں
تری زلف گیسوئے مخملیں
تری سانس نکہتِ عنبریں
کشف الدجیٰ بجماله

تری دل بری تری دل کشی
رخ پاک جیسے ہو چاندنی
ترا حسن اور مری بے کلی
کشف الدجیٰ بجماله

تری ذات مسکِ ختام ہے
تری بات مرجعِ عام ہے
ترا نقش نقشِ دوام ہے

حسنت جمیع خصالہ

ترا جلوہ جلوۂ حق نما
ترا عکس ہے مرا آئنہ
تو حبیبِ حق تو حبیبِ ما

حسنت جمیع خصالہ

یہ شرابِ ناب کی لذتیں
یہ تری نگاہ کی تابشیں
یہ ترے سخن کی ہیں رونقیں

صلوا علیہ وآلہ

ڈاکٹر عزیز فیصل

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نعت کہنے کا ولولہ ہونا
اب یقینی ہے فائدا ہونا
منزلوں کی طلب سے بہتر
ہے شہر طیبہ کا راستہ ہونا
ترا ہونے کی اک نشانی ہے
منہ میں عجوہ کا ذائقہ ہونا
آنکھ اور دل پہ ہو گیا واجب
ذکر طائف پہ نم سرا ہونا
کئی اعمال خیر کا ہے سبب
باعمل اک حدیث کا ہونا
من کی ضراریت گراتی ہے
روح میں مسجد قبا ہونا

محمد سلمان سجاد بلگاوی

موبائل:7411844416

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غم خوارِ بے کساں ہے جو کردارِ مصطفیٰؐ
محبوب ہیں خدا کو بھی اطوارِ مصطفیٰؐ

معراج میں نبیؐ نے کیا رب سے وہ کلام
رب کو پسند آئی ہے گفتارِ مصطفیٰؐ

ہر ذرّہ کائنات کا مظہر ہے نور کا
ہر سو دکھائی دیتے ہیں انوارِ مصطفیٰؐ

بوبکرؓ کو ملی ہے مسندِ صدیقؓ مرحبا
دل پر جو اُن کے کھل گئے اسرارِ مصطفیٰؐ

عُشاق غوطہ زن رہے عشقِ رسولؐ میں
موتی ہیں ان کے قول بافکارِ مصطفیٰؐ

رویا صادقہ سے ہوئے ہیں جو بار یاب
حاصل ہے اُن کو جلوۂ دیدارِ مصطفیٰؐ

مدحت کروں میں کس طرح سجادؔ آپ کی
قرآن کا ہے لفظ لفظ مدح خوارِ مصطفیٰؐ

علی شاہدؔ دلکش

کانکی نارہ، مغربی بنگال، انڈیا، واٹس ایپ: 8820239345

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

ابتدا سے ہے جو مصطفیٰ آپؐ ہیں
خاتم الانبیاء انتہا آپؐ ہیں

بعدِ رب ہیں حسیں ، بعدِ حق ہیں سخی
مہ لقا اور دستِ سخا آپؐ ہیں

خود فصاحت ، بلاغت کے محور بنے
علم کے شہر کا راستہ آپؐ ہیں

ساری امت کو ان پر بہت ناز ہے
امتی کی صدا مصطفیٰ آپؐ ہیں

اِس جہاں اُس جہاں کی حقیقت ہے یہ
دو جہاں کا نشان و پتا آپؐ ہیں

سارے نبیوں کے سردار ہیں ، دیکھئے!
دینِ اسلام کے پیشوا آپؐ ہیں

ہیں شفیع الوریٰ ، ناز امت کرے
روز محشر کا بس آسرا آپؐ ہیں

آپؐ اوّل بھی ہیں ، آپؐ ہیں آخری
ابتدا ، انتہا ، مصطفیٰ آپؐ ہیں

آپؐ نورِ خدا ، سب کو شاہدؔ پتا
نورِ حق سے جڑا سلسلہ آپؐ ہیں

(۲)

صورتِ بدر الدجیٰ کا تذکرہ
سیرتِ شمس الضحیٰ کا تذکرہ

آپؐ ہیں بدر الدجیٰ کا تذکرہ
اور خود شمس الضحیٰ کا تذکرہ

اِس جہاں خیرالوریٰ کا تذکرہ
اُس جہاں ہے مجتبیٰ کا تذکرہ

ابتدا ہیں آپؐ ، خود ہی انتہا
سلسلہ در سلسلہ کا تذکرہ

آپؐ کی ہر اِک ادا ، رب کی ادا
آپؐ ہیں ایسی ادا کا تذکرہ

چاند ، تارے ، شمس سب میں ہے چمک
نور والے مہ لقا کا تذکرہ

اور کیا تمثیل دوں جب خود خدا
کر رہا ان کی ثنا کا تذکرہ

مشکلیں حل ہوں گی شاہدؔ بالیقیں
میم ہیں مشکل کشا کا تذکرہ

ریاض احمد میر ضیائی

جامعہ ضیا العلوم، پونچھ (جموں و کشمیر)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

زمانے میں نبی کے کاش میں پیدا ہوا ہوتا
رخِ پرنور کے دیدار کا موقعہ ملا ہوتا

میں مرنے سے نہیں ڈرتا کہ موت اک دن تو آنی ہے
مگر مدفن بقیع ہوتا تو مرنے کا مزا ہوتا

کبھی بدرواحد جاتا ، کبھی خیبر ، کبھی طائف
مقدس قافلے کا میں بھی اک حصہ رہا ہوتا

میں غارِ ثور میں اُن کا محافظ یوں بنا ہوتا
کبوتر کی جگہ ہوتا یا پھر جھالا بُنا ہوتا

یہ سینہ مصطفیٰ کے پاک منبر سے ملا ہوتا
نبی کے ہاتھ نے سر پر میرے سایہ کیا ہوتا

میری اقبال مندی اِس سے بڑھ کر اور کیا ہوتی
کہ آقا کی حفاظت میں مجھے خنجر لگا ہوتا

کبھی بوبکرؓ و عثمانؓ و علیؓ سے گفتگو ہوتی
کبھی میں حضرتِ فاروقؓ سے محوِ لقاء ہوتا

یوں تو گزری سیاحت میں ہی ساری زندگی لیکن
گلی ہوتی مدینے کی تو پھرنے کا مزا ہوتا

ضیائؔ تیری خوش بختی کو بس اتنا ہی کافی تھا
کہ نعلِ مصطفیٰ میں مثلِ تسمہ تُو لگا ہوتا

(۲)

کبھی بھی ہرگز نہ پاسکا ہے میرے نبی سا جمال کوئی
نہ لا سکا ہے نہ لا سکے گا شہِ عرب کی مثال کوئی

یہ اعترافِ صداقتِ حق اگر نہیں ہے تو اور کیا ہے
اٹھا سکا ہے نہ اُن کے کردار پر ابھی تک سوال کوئی

عطا ہوئے ہیں خدا کی جانب سے سارے نبیوں کو جو فضائل
میرے محمدؐ کی ذات سے نہ بچا ہے ایسا کمال کوئی

وہ دیکھو حسنین و فاطمہ، مرتضیٰ و حفصہ و عائشہ کو
نہ دیکھی ہوگی کبھی زمانے کی آنکھ نے ایسی آل کوئی

محبتِ مصطفیٰ کا سورج چمک رہا ہے جہاں میں ایسے
نہ کوئی ڈر اُس کو ڈوبنے کا ، نہ اُس کو خوفِ زوال کوئی

اگرچہ نازاں ہیں چاند سورج بھی اپنی تابانیوں پہ لیکن
نہ کوئی بدروقمر ہے ایسا ، نہ اُن کے جیسا ہلال کوئی

جو حرمت مصطفیٰ کی خاطر لُٹا چکے اپنی جان ضیائؔ
وہ زندگی کی علامتیں ہیں ، کرے نہ مُردہ خیال کوئی

پروفیسر مقبول احمد مقبول

اودگیر، مہاراشٹرا (انڈیا) 9028598414

ﷺ

(۱)

جو بصد شوق نبی کا رخِ زیبا دیکھے
کس لیے پھر وہ کسی اور کا چہرا دیکھے

جسے فردوسِ بریں دیکھنے کی ہے خواہش
آئے وہ، احمدِ مختار کا روضہ دیکھے

اور کیا دیکھنے کی اس کو تمنا ہوگی
چشمِ پُر شوق سے جو گنبدِ خضریٰ دیکھے

جس کو سرکارِ دو عالم کا سہارا ہو نصیب
وہ بھلا کس لیے اوروں کا سہارا دیکھے

بحرِ الطاف کرم آپ سا دیکھا نہ سنا
دیکھنے کو یوں تو ہم نے کئی دریا دیکھے

رحمتِ سرورِ کونین ہے یکساں سب پر
مصطفیٰ کا کرم اپنا نہ پرایا دیکھے

میرے آقا کی نظر میں ہے بشر وہ اچھا
جو کسی اور کا دامن نہیں، اپنا دیکھے

یا خدا! عشق ومحبت میں نبی کے، مجھ پر
ایسی دیوانگی ہو طاری، کہ دنیا دیکھے

(۲)

تھام لیں دامنِ نبی، اس میں ہے سب کی بہتری
بخشی ہے رب نے آپ کو، دونوں جہاں کی سروری

شانِ اشوک ہیچ ہے، کچھ بھی نہیں سکندری
میں ہوں غلامِ مصطفیٰ، ہے یہی میری قیصری

جیسے خدا ہے بے مثال، ویسے ہے تو بھی بے مثال
دونوں جہاں میں کون ہے، تجھ سے کرے جو ہم سری

عشقِ نبی میں مست ہوں، میرا اثاثہ ہے یہی
ہوتا نہیں کبھی مجھے، فکرو خیالِ بے زری

میں ترے در کا ہوں گدا، چاہیے مجھ کو اور کیا؟
میری نگاہ میں ہے یہ، سب سے بڑی تونگری

سارے نئے فراعنہ، خوف میں ہیں گھرے ہوئے
ایسا نہ ہو کہ سارا جگ، مان لے تیری برتری

تیرا پیامِ حق رسا، جب سے بھلا دیا گیا
اپنی صفوں میں دُور تک، پھیلی ہوئی ہے ابتری

میر امتیاز آفریںؔ

کانیر بڈگام کشمیر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کس نے بخشا ہے فروغ مشتِ خاک کو
کس نے جِلا بخشی روح و ادراک کو

کس نے مسیحائی کی، اپنی اک توجہ سے
کس نے عطا کی فرحتیں چشمِ نمناک کو

کس نے صحراؤں میں کِھلائے گل ہزار
کس نے توانا کیا جذبہ بے باک کو

کس نے امیوں کو آشنائے علم کیا
کس نے زر کر دیا خس و خاشاک کو

کس کی رفعتوں کا ڈنکا آسمانوں میں بجا
کس کی آمد کا شوق خلق و افلاک کو

ظلمتوں کو چاک کیا پرتوِ نور سے
وا کیا کس نے بابِ دورِ تابناک کو

کس نے توڑ ڈالا طلسم شش جہات
کس نے پرواز بخشی طائرِ افلاک کو

صفحہ ہستی پہ ابھرے کتنے نقوش
عزتیں خلعتیں نصیب شہ لولاکؐ کو

مرتضیٰ اشعر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان کی چوکھٹ پہ جو پڑا ہوتا
اپنی قامت سے میں بڑا ہوتا

کاش ہوتا درخت برگد کا
آپ کے رستے میں کھڑا ہوتا

میں چٹائی کھجور کی یا پھر
انکے گھر کا کوئی گھڑا ہوتا

خشت ہوتا کہ ان کے ہاتھوں سے
ایک دیوار میں جڑا ہوتا

ہو کے شامل میں ان کے لشکر میں
بولہب سے کہیں لڑا ہوتا

ان کی آمد سے ہیں بہاریں سب
ورنہ موسم بہت کڑا ہوتا

میں نہ جاؤں گا اب مدینے سے
دل اسی ضد پہ ہی اڑا رہتا

عدیل شیرازی

رہائش: گاؤں بھنگالی، لاہور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زم زم میں جس کسی کا ہو بھیگا ہوا کفن
فیضِ نبیؐ سے اِس کی لحد ہو چمن چمن

اُن کے کرمؐ کا سایہ بنے گر مرا کفن
میری لحد میں کیوں نہ کُھلے روزنِ چمن

قربان ہے حضورؐ کے رنگِ ملیح پر
اِس کائناتِ حسن کا ایک ایک بانکپن

جنت میں اس کا داخلہ آسان ہو گیا
اُن پر درود پڑھنے میں رہتا ہے جو مگن

پڑھتا فقط خدا ہی نہیں آپؐ پر درود
ہر شے جہاں کی شانِ نبیؐ میں ہے نغمہ زَن

اُس کی حیاتِ تیرہ ضیا بار ہو گئی
جس پر پڑی ہے مِہرِ نبوت کی اِک کرن

دنیا جہاں کی نعمتیں قدموں میں آ پڑیں
مدحِ نبیؐ میں دل سے اگر میں رہوں مگن

مدحت نبیؐ کی لکھتا ہوں میں شوق سے عدیلؔ
لکھنا نبیؐ کی نعت بھی ارفع ہے ایک فن

مسرور نظامی
بسواکلیان ضلع بیدر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گدائے در کا بن جائے مقدر تیرے در کی خاک
مری لوحِ جبیں کو ہو میسّر تیرے در کی خاک

عطائے دستِ رحمت سے فلک پر سب چمکتے ہیں
بدن پر اپنے مل کر ماہ و اختر تیرے در کی خاک

عجب تاثیر ہے ہر لمحہ یوں قلب و نظر کے ساتھ
مری روح کو بھی کرتی ہے معطر تیرے در کی خاک

بنائی رکھی ہے پوشاکِ ہستی جیتے جی گر تو
اٹھوں گا حشر میں بھی میں پہن کر تیرے در کی خاک

خوشی سے جھوم کر قسمت پر اپنی ناز کرتے ہیں
ادب سے چوم کر رقصاں کبوتر تیرے در کی خواب

کبھی کم خواب و ریشم کی طلب میں نے نہیں کی ہے
کرے ہے خاک کو میری منور تیرے در کی خاک

مری بینائی کو مسرور سدا ملتی رہی معراج
جو دیکھا آنکھوں کا سرمہ بنا کر تیرے در کی خاک

مشتاق فریدی

ڈوڈہ سٹی (جموں وکشمیر)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

اسرارِ محبت کے کُھلتے ہیں مدینہ میں
سب پھول عقیدت کے کِھلتے ہیں مدینہ میں

جو عشق محمدؐ! میں سر اپنا کٹاتے ہیں
اِنعام شہادت کے ملتے ہیں مدینہ میں

یاور ہوں جنہیں قسمت وہ ناز اُٹھاتے ہیں
عالی و اعلیٰ ہیں وہ رہتے ہیں مدینہ میں

اشکوں کی قطاروں میں دِکھتے ہیں مدینہ وہ
فرقت کے جو مارے تھے، روتے ہیں مدینہ میں

انوار کی بارش میں وہ بھیگ ہی جاتے ہیں
آرام کی وہ نیندیں کرتے ہیں مدینہ میں

کھینچ لاتی ہے انہیں کشش!
دُنیا کے سب ہی عاشق ملتے ہیں مدینہ میں

میں ہجر کا مارا ہوں ہے چین نہیں ملتا
ارمان میرے مشتاقؔ رہتے ہیں مدینہ میں

(۲)

گو میں بھی رہا یوسف کے خریداروں میں
ہائے! حُسن کو بیچا گیا مصر کے بازاروں میں

آپؐ کی سیرت ہے تابندہ مثال شمس و قمر
جلوہ گر ہے یہی قرآن کے پاروں میں

شب معراج میں تاروں نے بچھائی آنکھیں
نور آقاؐ کا چمکتا ہے ستاروں میں

آپؐ کے دامن کا سایہ رہا ان پر
کسبِ فیض کیا خوب چار یاروں میں

یہ بھی اعزاز، مشتاقؔ، تیرا کیا کم ہے
تو بھی رہا شامل نعت نگاروں میں

(۳)

سب ہی روبرو ہیں سب ہی چشم تر ہیں
آنسوؤں کے آقاؐ لُٹانے گُہر ہیں

درودوں کے گجرے سنبھالے ہوئے ہیں
مدینے کی جانب جو محو سفر ہیں

قاتل تھے، جاہل، فقط اِک نظر سے
قبائل بنائے وہ شیر و شکر ہیں

آقا! تیری ذاتِ اقدس کے صدقے
مامون و محفوظ سب ہی بحر و بر ہیں

نہ آئے تمہیں ناز اُٹھانے نہ آئے
مشتاقؔ! شاداں وہ اہل نظر ہیں

(۴)

مدینے کے پھر خواب آنے لگے
اہل نظر آنے جانے لگے

جولیاں بھر کے آے مدینے سے جو
رودادِ سفر وہ سُنانے لگے

جاں بہ لب تشنگی سے تھے جو یہاں
پیاس زمزم سے جاکے بُجھانے لگے

کیسے کیسے ستایا گیا آپؐ کو
حرم کے وہ قصے سُنانے لگے

فقط اِک تمنا ہے مشتاقؔ بس
کاش! نعتوں کا توشہ ٹھکانے لگے

اعجاز احمد ککرو
صنعت نگر، سرینگر، کشمیر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱)

اپنے گناہوں کی چادر لپیٹے
درِ رحمت پر پڑا ہوا ہوں
اُٹھایئے اِک نظر اِدھر بھی
مدتوں سے منفعِل کھڑا ہوں
ہر اِک سہارے کو چھوڑ کر میں
آپؐ ہی سے جڑا ہوا ہوں
آپؐ کی نظر کرم کے صدقے
عابد و زاہد سے بڑا ہوا ہوں
نہ اُکھاڑ سکے مجھے ہوائے صرصر
درِ نبیؐ پر اڑا ہوا ہوں

(۲)

روضۂ اقدس کی جالیوں سے چھن کر
روشنی نور کی آرہی ہے
خزاں تو کب کی ہو چکی ہے رخصت
بہار جلوہ دکھا رہی ہے

پرویز احمدآبادی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کر کے روشن میری ہر سانس میں دیپک ذکرک
طاق دل پر میرے .... لگنے نہ دے دیمک ذکرک

میرے خوابیدہ مقدر کا، .... مقدر جاگے
دے در دل پہ میرے، جب کبھی، دستک ذکرک

"مطلع الفجر" کی مانند ہے .... صاف و شفاف
اور، .... ہے پاک زِ ، ہر شبہ گماں شک، ذکرک

روئے والفجر پہ، .... والشّمس کا غازہ چھڑکے
چشمِ والنجم کو دے، .... نور کی عینک ذکرک

لامکاں ہو کے گزرتی ہے، .... سواری جس کی
نہ سمجھ لے کوئی، .... محدود مکاں تک ذکرک

"اشرق البدر علینا" .... کے ترانے گاتی
بنو نجار کی بچی کو، .... مبارک ذکرک

حرف و لفظ و سخن و خامہ و قرطاس و دوات
صورت نعت، .... ہو تم سب کو مبارک ذکرک

حجرہ ء ذکر الٰہی کی ہو مہمان، .... جو پل
اس مبارک کو، .... مبارک ہو، مبارک ذکرک

پورے قران میں، .... الحمد سے والناس تلک
ہم قدم ذکر الٰہی کے ہے، .... بے شک ذکرک

صرف ہے ذکر خدا، .... ہر دل بے چین کا چین
اور، .... جلتی ہوئی ہر روح کی ٹھنڈک ذکرک

نعت کا حق وہ ہی، .... پرویز ! ادا کر پائے
جس کو معلوم ہو، .... پہنچا ہے کہاں تک ذکرک

♦♦♦

فیضان واجدی
انڈیا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہلِ عرفان ہیں خاموش، ولایت چپ ہے
پیش سرکار کے ہر ایک فضیلت چپ ہے

ماسوا رب نہیں معلوم کسی شے کو بھی
میرے آقا کی حقیقت پہ حقیقت چپ ہے

نکتہ چینو شہِ ابرار کی شان و شوکت
پوچھو قرآن سے ، لو !میری عقیدت چپ ہے

ایسی سُرعت سے بڑھے جانبِ خالق آقا
دنگ جبریل ہیں اور برق کی سُرعت چپ ہے

اُس کی مٹھی میں ہی کنکر نے پڑھا تھا کلمہ
پھر بھی بوجہل کی صد حیف جہالت چپ ہے

آپ سے دید کی فریاد کروں میں کیسے
یا نبی مجھ سے گنہگار کی ہمت چپ ہے

پیارے صدیق و عمر حضرتِ عثمان و علی
اِن کے ناموں سے ہی باطل کی حماقت چپ ہے

بالیقیں معجزہ ہے صاحبِ قرآں کا بیاں
واجدی پیشِ نبی ساری بلاغت چپ ہے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اشرف عادل

سرینگر کشمیر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مرتبہ نعت خواں کا دوبالا ہوا
اک غلام محمد بھی اعلیٰ ہوا

چاند ٹکڑے ہوا دور اندھیرا ہوا
مصطفائی کا جب اک اشارا ہوا

جس سے روشن ہوا آسمان یقیں
وہ ستارا حلیمہ کا پالا ہوا

تیرگی کا بدن چاک ہونے لگا
آئے شہ نور کا بول بالا ہوا

بس گئے مصطفیٰ کعبہ دل میں کیا
میں مدینے کا میرا مدینہ ہوا

بزم دنیا میں بھی آپ کے آنے سے
سربسر تیرگی میں اجالا ہوا

ساتھ جبریل کے مصطفیٰ چل دئے
نور کا ہم سفر اک ستارا ہوا

عامر بھایا

مقام: رحیم یار خان

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یا محمدؐ ہی پکارا کیجیے
بس محمدؐ کو سہارا کیجیے

حُب صحابہ سے ہو ، پنجتن پاک سے
جاں محمدؐ پر ہی وارا کیجیے

حشر میں کہتے پھریں گے امتی
آ یئے نا کچھ ، ہمارا کیجیے

جب عطا ہو گا تبسم ان کا تو
ہم کہیں گے پھر دوبارہ کیجیے

شان آ قا سے کنارا کش ہیں جو
ایسے لوگوں سے کنارا کیجیے

لب پہ عامر کے یہی ہے التجا
اب میرا روشن ستارا کیجیے

سلطان محمود

غازی آباد لاہور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رکھ لیں وہ جو در پر مجھے دربان وغیرہ
پھر کیا ہیں مرے سامنے سلطان وغیرہ

خیرات ملی ہو جنھیں سرکار کے در سے
دنیا کے اٹھاتے نہیں احسان وغیرہ

تاثیرِ لعابِ دہنِ پاک ہے ایسی
سر قدموں میں رکھ دیتے ہیں لقمان وغیرہ

آقا کی چٹائی کی تو وہ شان ہے واللہ
بس نام کے ہیں تختِ سلیمان وغیرہ

مل جائے جسے دشتِ عرب سیر کی خاطر
کیوں مانگے وہ جنت کے گلستان وغیرہ

بننا ہے مجھے خاکِ رہِ شہرِ مدینہ
بن کر مجھے رہنا نہیں مہمان وغیرہ

آئیں تو سہی آپ کے منگتے کے مقابل
جتنے بھی زمانے کے ہیں سلطان وغیرہ

سید عارفؔ لکھنوی

عارف منزل، نزد، مدرسہ ریاض العلوم، ساٹھی، مغربی چمپارن ۸۴۵۴۴۹ (بہار الہند)

ﷺ

حدیث و سنت و قرآن کی ادا ہو جا
اے امتی! تو شریعت پہ اب کھڑا ہو جا

محبتوں کی رِدا اوڑھ کر جہاں سے گزر
اور انؐ کی آس پہ خود اپنا آسرا ہو جا

نہیں ہے چین ذرا، در پہ حاضری کے بغیر
توٗ مہرباں مری غربت پہ یا خدا ہو جا

بہت کثیف ہے بندے ترا لباسِ حیات!
پہن کے اسوۂ سرکارؐ، خوشنما ہو جا

ترے عمل سے تو ملتا نہیں وفا کا ثبوت!
بدل کے اپنے طریق، ایک واقعہ ہو جا

کر اپنی روح کو سیراب نور سے انؐ کے
تصورِ رخِ انوؐر میں مبتلا ہو جا

متاعِ ہوش لٹا، راہ بےخودی کی پکڑ
تلاشِ قرب میں دنیا سے لاپتہ ہو جا

رہے خیال یہ غافل، ہے آگے قبر کی گود!
نہا لے نہر میں توبہ کی، پارسا ہو جا

توٗ، پڑ کے نفس کے پھیرے میں خوار ہے عارفؔ!
خدا کی مان لے، ممنونِ مصطفےٰؐ ہو جا

جبیں نازاں
لکشمی نگر، نئی دہلی 92

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپؐ کے در سے جو منسوب ہوا ، خوب ہوا
پھر وہ اللہ کا محبوب ہوا ، خوب ہوا

عود و عنبر سی مہکتی ہیں فضائیں دیکھو
نعت سے پُر میرا مکتوب ہوا ، خوب ہوا

شخصیت آپؐ کی ایسی تھی جسے دیکھ عدو
حسن اخلاق سے مرعوب ہوا ، خوب ہوا

رب نے واجب کیا ہم پر کہ رہے ورد درود
ذکر احمدؐ اسے مرغوب ہوا ، خوب ہوا

عشق کے باب میں قصّہ یہ بھی مشہور ہوا
دیکھئے طالب ہی مطلوب ہوا ، خوب ہوا

میرے آقا کا تبسم بھی عجب ہے نازاںؔ
جو ملا آپؐ سے مغلوب ہوا ، خوب ہوا

ابو ضحیٰ طارق

اونتی پورہ، کشمیر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عمر بھر کی تمنّا یہی ہوگئی
میری دنیا ہی عشقِ نبیؐ ہوگئی

آپؐ کے دید کی جو سعادت ملے
سرخرو پھر میری زندگی ہو گئی

اک رضا، اک محبت، فقط آپؐ کی
اک طلب یہ میری ہر خوشی ہوگئی

رحمتوں کا ہے سایہ سُنا بار ہا
زندہ پھر سے اُمیدِ قوی ہوگئی

دو جہاں کے لیے آپؐ نورِ مُبیں
یوں ہی جگ میں نہیں روشنی ہوگئی

بس کہ طارقؔ درودوں کا یوں وِرد ہو
جیسے ہر سانس کی زندگی ہوگئی

منظور نونہ مئ
کولگام کشمیر فون نمبر 6005657929

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شجر قدموں میں آکر بولتے ہیں
نبی ﷺ کہہ دیں تو پتھر بولتے ہیں

نبی کا ذکر ہم کرتے ہیں جب بھی
درودِ پاک ﷺ پڑھ کر بولتے ہیں

انھیں کے نور سے ہم سب ہیں روشن
فلک کے ماہ و اختر بولتے ہیں

وہی قانون بن جاتا ہے دیں کا
زباں سے جو بھی سرور ﷺ بولتے ہیں

ہے جنکا نام بابِ خلد پر بھی
انھیں محبوبِ داور ﷺ بولتے ہیں

یہ بو بکر و عمر عثمان و حیدر
اِنھیں یارانِ سرور ﷺ بولتے ہیں

نبی ﷺ سے عشق ہے منظور جنکو
انھیں کو تو سکندر بولتے ہیں

منیر احمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہے زندگانی امتحاں یہ بھی بتایا آپ ﷺ نے
کیسے ہوں اس میں سرخرو جی کے دِکھایا آپ ﷺ نے

غفلت میں ہم تھے مبتلا حیوان سے تھے کم کہاں
ہم کو جگایا اور پھر انساں بنایا آپ ﷺ نے

اک دن مرا رب لے گیا سدرہ سے آگے آپ ﷺ کو
اُس کے سوا سب راز ہے جتنا بتایا آپ ﷺ نے

تھا دو کماں کا فاصلہ نورِ خُدا اور آپ ﷺ میں
رب سے محبت کا صلہ تھا وہ جو پایا آپ ﷺ نے

ہجرت جو کر کے آئے تھے وہ بھائی بھائی بن گئے
ممکن کہاں تھا وہ جسے ممکن بنایا آپ ﷺ نے

یہ نفرتیں جو بھی یہاں اُمّت میں ہیں ہم دیکھتے
ہوتیں نہ یہ جیتے جو ہم جیسے بتایا آپ ﷺ نے

تھا امتحاں بے حد کٹھن لیکن امامِ پاک نے
ویسے بچایا دین کو جیسے سکھایا آپ ﷺ نے

میں روضۂ اقدس پہ جاؤں گا یقیں تو ہے مگر
ممکن یہ تب ہو گا کہ جب مُجھ کو بلایا آپ ﷺ نے

ہر گز نہیں ہوتیں منیرؔ امت میں ایسی تلخیاں
چلتے جو ہم اُس راستے پر جو بتایا آپ ﷺ نے

***

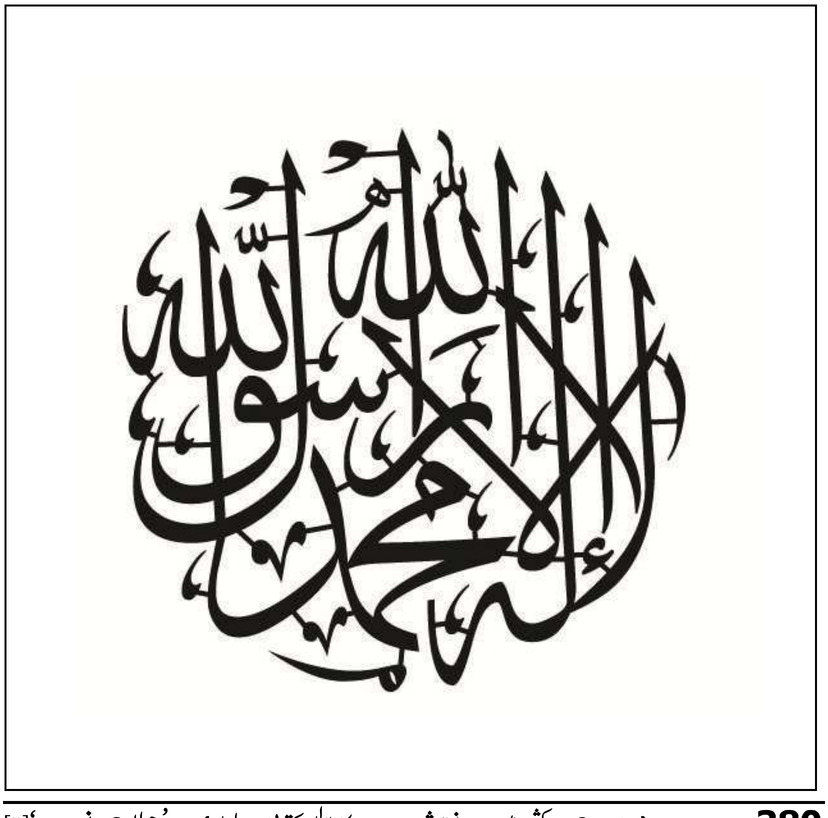

ڈاکٹر ممتاز منور
پونے....انڈیا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

احمد مصطفٰے ہیں ہمارے نبی
خاتم الانبیاء ہیں ہمارے نبی

ہے سعادت ہماری کہ ہیں امتی
وہ شفیع الوری ہیں ہمارے نبی

ظلمت جاہلیت مٹا دی سبھی
انور مجتبٰی ہیں ہمارے نبی

سب کو انسانیت کا سبق ہے دیا
سب کے خیر الوری ہیں ہمارے نبی

چاند کو شق کیا اک اشارے سے جو
عال بدر الدجی ہیں ہمارے نبی

روشنی ہر طرف پھیلی اسلام کی
کیونکہ شمس الضحی ہیں ہمارے نبی

سید رضوان الحق رضوان

الہ آباد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپؐ ہیں میرے دل و جان رسولؐ عربیؐ
آپؐ سے ہے مری پہچان رسولؐ عربیؐ
میرا کم زور ہے ایمان رسولؐ عربیؐ
ہو بیاں کیسے تری شان رسولؐ عربیؐ
دیکھ کر آپؐ کے ترشے ہوئے آئینوں کو
سارا عالم ہوا حیران رسولؐ عربیؐ
آسمان والوں کو جھکنے کا سبق جس نے دیا
آپؐ کے در کے تھے دربان رسولؐ عربیؐ
شرک سے انس ہے توحید سے نفرت ان کو
زہر پی لیتے ہیں نادان رسولؐ عربیؐ
گونگے بہروں نے بھی حق بات بہت صاف سنی
اس ادا سے کیا اعلان رسولؐ عربیؐ
آپؐ کے در پہ تو ہر شخص نظر آتا ہے
ایک بدلا ہوا انسان رسولؐ عربیؐ
آپؐ تو ظلم کے ہر وار پہ خاموش رہے
خود ہوا کفر پریشان رسولؐ عربیؐ
دیکھ کر آپؐ کے اصحاب کا دیوانہ پن
وجد میں رہتا ہے وِجدان رسولؐ عربیؐ
خشک ہوگا نہ قلم اور نہ ٹوٹے گا کبھی
نعت لکھنے لگا رضوانؔ رسولؐ عربیؐ

بابــــــ

تاثراتـــ

جہانِ حمد و نعت

نامہ ہائے شوق، رقعاتِ ذوق، نقطہ ہائے نظر

[صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے]

نامہ ہائے شوق

ڈاکٹر ابو عائشہ،
ڈاکٹر شبیر احمد قادری،
مفتی محمد اسحٰق نازکی قاسمی،
ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی،
عابد رشید

نامہ ھائے شوق، رقعاتِ ذوق، نقطہ ھائے نظر

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ دان کے لیے

● ڈاکٹر ابو عائشہ شفائی، پارمپورہ، سرینگر

ڈاکٹر جوہر قدوسی کی ادبی جولان گاہ کا دائرہ خاصا وسیع ہے، البتہ حمد و نعت کے حوالے سے ان کی خدمات ریاست جموں و کشمیر میں تعمیری ادب کو فروغ دینے میں آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ وہ خود بھی حمد و نعت کی پاکیزہ صنفوں کا اعلیٰ وشستہ ذوق رکھتے ہیں، چنانچہ اس سمت میں ان کا تحقیقی کام اربابِ علم و ادب سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے، تاہم انہوں نے مجلہ ''جہانِ حمد و نعت'' کے اجراء سے ریاست اور بیرونِ ریاست، بلکہ ملک سے باہر سکونت پذیر بلند پایہ اہلِ علم و ادب کو ایک معتبر اور مستحکم پلیٹ فارم مہیا کیا ہے، جس کی وساطت سے صنفِ حمد و نعت کی روایت کو نہ صرف برقرار رکھا جا سکا، بلکہ اسے کلاسیکی روح کی بحالی کے ساتھ ساتھ دورِ جدید کے ادبی متقضیات سے بھی ہم آہنگ کرنے کی کوششیں ممکن ہو سکیں، تا کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت و عظمت قلوب میں راسخ ہو جائے اور ایک حسین و تقدس مآب روایت دوام و استمرار کئی طور متاثر نہ ہونے پائے۔

اس وقیع مجلّے کے ذریعے حمد و نعت پر مشتمل معیاری تخلیقات، مضامین، مقالات، تنقیدات کا قابلِ قدر سرمایہ وجود پذیر ہوا جو مستقبل کے مورخ کو پُر آشوب حالات میں انجام دی گئیں۔ علمی وادبی خدمات کا تاریخی جائزہ پیش کرنے میں رہنمائی کا کام دے گا۔

راقم کے سامنے حمد و نعت کا چوتھا شمارہ ہے جو سات کلیدی ابواب کے علاوہ اداریہ نیز مولانا حالی کی حمد، مولانا سید سلیمان ندوی کی مناجات اور احسان دانش مرحوم کی ایک نعت پر مشتمل ہے۔ اداریہ راقم کے قلم سے ہے، اداریے میں راقم نے مجلّے کے تہذیبی

تسلسل کی ایک اہم کڑی کے حوالے سے لکھا ہے :

''اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حمد ونعت کی روایت اپنی قدیم جڑوں میں پیوست ہونے کے باوجود اِدھر چند رسالوں میں پورے برصغیر اور بالخصوص ہماری ریاست میں ایک نئی آب وتاب، ولولے، حوصلے، فنّی وفکری توانائیوں کے ساتھ جڑ پکڑ رہی ہے گو ابھی اس سمت میں مزید مراحل کو طے کرنا باقی ہے تاہم اب تک کی کوششیں بھی لائق تحسین ہیں۔ اس میں یقیناً حمد یہ ونعتیہ روایت کے امین اُن تمام علماء وادباء، شعراء ومصنفین اور رسائل ومجلّات کا بڑا تابناک اور لائق صد افتخار واعزاز کردار شامل ہے جو صلہ وستائش سے بے نیاز ہوکر ادبی اُفق ہر اپنے علم وفکر کی ضوفشانی کر رہے ہیں۔ اس کارواں میں 'اک دُور افتادہ گوشے میں' نسبتاً مختصر دائرے میں ایک ''قدوسی الفکر'' مجلہ ''جہانِ حمد ونعت'' بھی ادب وعلم کی اس پاکیزہ لے میں اپنا سر ملا رہا ہے۔(ص:۱۳)

پہلا باب تفکرات کے عنوان سے ہے، مقالات کی تفصیلات درج ذیل ہے:

پہلا مضمون علی محمد عاجز کے قلم سے ہے۔ مضمون کا عنوان ''قرآن میں حمد باری تعالیٰ کے نقوش'' ہے۔ قرآن کریم تو ویسے پورا کا پورا اللہ تعالیٰ کی تعریف اور حمد وثنا کی مستحق ہے چنانچہ مشکل سے کوئی آیت ایسی ہوگی بالخصوص جن میں اسلام کی فکری اور بنیادی اصول وعقائد پر گفتگو کی گئی ہے یا احکام کے علل ومقاصد بیان کئے گئے ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی نہ کسی صفت کا تذکرہ نہ کیا ہو جو ماقبل مضمون سے گہری مناسبت رکھتی ہو۔ مضمون نگار نے مختلف صورتوں میں وارد اللہ کی متنوع صفات میں سے چند کا مطالعہ پیش کیا ہے جیسے سورۂ فاتحہ میں کہا گیا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے مخصوص ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، جو خالق ومالک حافظ ورازق اور حاکم ومدبر ہے، جو سب سے بڑھ کر مہربان وشفیق ہے اور روز جزا کا مالک ومصنف ہے۔ ظاہر ہے یہ ایک وضاحتی بیان ہے جو سورۂ فاتحہ میں وارد صفات کا لازمی نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے ورنہ لفظاً سورۂ شریف کے پہلے حصے میں جو صفات وارد ہوئی ہیں ان میں رب، رحمٰن، رحیم، مالک شامل ہیں۔

اسی طرح کا مطالعہ سورۂ بقرہ، آل عمران، انعام، اعراف یونس، نحل، رعد، بنی اسرائیل، کہف، مومن، روم، لقمان، سبا، زُمر، ممتحنہ وغیرہ کا اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

دوسرا مضمون علیم صبا نویدی کا ہے۔ اس کا عنوان ہے ''حمدیہ شاعری کے رموز ونکات'' اس مضمون میں مضمون نگار نے مختلف نعتوں میں وارد مضمون، الفاظ، ردیف کی وساطت سے حمدیہ شاعری میں مضمر، رموز ونکات کو بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مضمون نگار نے حمد میں نعتیہ اشعار اور نعت میں حمدیہ اشعار کا اندراج پسند نہیں کیا ہے۔

اس باب کا تیسرا مضمون ''حمد، شکر اور مناجات کے معنوی ابعاد'' ہے اسے ڈاکٹر عبداللہ رحمانی نے لکھا ہے۔ مضمون بڑا عمدہ ہے، حمد، شکر اور مناجات کے ایک تو لغوی معنی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بحیثیتِ اسلامی اصطلاح کے بھی ان کے کچھ مخصوص معنی ہیں لیکن ظاہر ہے حمد، شُکر اور مناجات کے حامل الفاظ قدیم مذاہب بھی رہے ہوں گے اور اپنا مخصوص تہذیبی معنی بھی رکھتے ہوں گے۔

مضمون نگار نے ان الفاظ یا اصطلاحات کی مختلف معنوی جہتوں پر گفتگو کی ہے۔ مثلاً ہندو دھرم میں ایک نام ''نارائن'' ملتا ہے۔ سنسکرت کے اس لفظ کا اشتقاق کچھ یوں ہے ''نار'' بمعنی ''پانی'' اور ''آئن'' بمعنی متحرک۔ ڈاکٹر یحییٰ نشیط کے مطابق سنسکرت نے اس کا معنی قرآن کی آیت 'وکان عرشہ علی الماء'' سے ملا دیا ہے۔ اس ترکیب کے دوسرے معنی بھی دستیاب ہیں مثلاً ''نار'' بمعنی آگ اور 'آئن' بمعنی ہالہ یعنی نور کے ہالے والا اس معنی کی رُو سے بعض نے اللہ نور السمٰوات والارض سے اسے ملایا ہے۔ مضمون نگار نے حمد اور شکر کے درمیان اختلاف اور مماثلت کو بھی بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں امام طبری کی تحقیق کی پیش کی ہے۔ (صفحہ ۴۲)

آگے مضمون نگار نے حمد ومناجات پر شرعی نقطۂ نظر سے بحث کی ہے۔ حمد کی تاریخ بیان کی ہے، قدیم حمدیہ شاعری کے بارے میں لکھا ہے اور اس پوری بحث میں اختصار کی پیشِ نظر رکھا ہے۔

چوتھا مضمون ''نعت گوئی کے آداب اور حدودِ شرعیہ'' کے عنوان سے ہے۔ اسے منظور احسنؔ عباسی نے مرتب کیا ہے۔ مضمون کی پیشانی پر لکھا ہے کہ ۱۹۷۵ء میں اختر راہی نے ۹ سرکردہ علماء سے نعت گوئی کے آداب اور حدودِ شرعیہ سے متعلق چند سوالات پوچھ لیے۔

انہی سوالات اور اُن کے جوابات کو اس مضمون میں نقل کیا گیا ہے۔ جن علماء سے مسئلہ مذکورہ میں استفار کیا گیا تھا ان میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، حافظ محمد صاحب گوندلویؒ، مفتی محمد شفیعؒ، علامہ محمد یوسف بنوریؒ، علامہ محمد چراغؒ، مفتی جمیل احمد تھانویؒ، عزیز زبعیدی، جناب ماہر القادریؒ اور پروفیسر منظور احسن عباسی۔

سوال میں نعت میں مبالغہ آمیزی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب بنانے کے بارے میں استفار کیا گیا تھا۔ اس کے نیچے علماء کے جوابات تحریر کیے گئے ہیں۔ تمام علماء نے ایک ہی بات کہی ہے کہ نعت میں مبالغہ صرف اتنا جائز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت و افضلیت ثابت ہو جائے، باقی جہاں مبالغے کے ڈانڈے شرک سے ملتے ہوں تو ایسا مبالغہ ناجائز ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھ کر مخاطب بنانا بھی جائز نہیں ہے البتہ اگر یہ صرف عالمِ تصور کا خطاب ہو تو پھر تخاطب جائز ہے۔

''نعت نگاری کے تقاضے: اہم شخصیات کی نظر میں'' پہلے باب کا چھٹا مضمون ہے۔ مضمون نگار کا نام ڈاکٹر نثار احمد نثار ہے۔ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ راقم الحروف نے ماہِ رمضان میں ایک نعتیہ مذاکرے کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر چار اہم نعت شناس شخصیات نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پروفیسر منظر ایوبی، پروفیسر انوار احمد زئی، ڈاکٹر عزیز احسن اور ڈاکٹر شہزاد احمد۔ پروفیسر منظر ایوبی کی نظر میں ''نعت میں غلو کی گنجائش نہیں''۔ انہوں نے لکھا ہے کہ فنِ نعت گوئی جن احتیاطوں کا متقاضی ہے ہر نعت گو اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ (ص: ۶۵)۔

پروفیسر انوار احمد زئی کے نزدیک نعت فکرِ انسانی کی حدودِ رسا کا پیمانہ ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ جو موزوں طبع ہو اور شعر گوئی کی نعت سے بہرہ مند ہو وہ کتنا ہی بڑا سخنور اور سخن داں ہو جائے مگر نعت کہنے کا متحمل تب ہی ہوگا جب وہ اپنے اس وصف کے اظہار سے قبل منزلِ عشق و سرمستی سے گزر جائے۔ (ص: ۷۰)

ڈاکٹر عزیز احسن کا کہنا ہے کہ نعت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال منعکس ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ نعت شاعر اپنے اشعار اس ہستی کی جناب میں نذر کرتا ہے جس کو ''افتح

العرب'' ہونے کا شرف حاصل ہے اس لیے شاعر کو شعر کہتے ہوئے جس زبان میں وہ شاعری کے بہترین لہجے، زبان و بیان، عروض اور محاسن کلام کی طرف متوجہ دینا لازمی ہے۔ ورنہ نعت، نعت نہیں ہوگی۔ (ص:۷۱)۔

ڈاکٹر شہزاد احمد کا خیال ہے کہ نعت نگاری میں تنقید کی روایت قرنِ اول سے ملتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لفظِ محمد کے منتخب ہوتے ہی نعت کا آغاز ہو چکا تھا کیوں کہ لفظ محمد کے معنی ہیں ''بہت تعریف کیا گیا''۔ نعت گو شاعر اور تنقید نگار کو شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اپنے فکری ورجحانات کو پیش کرنا چاہیے۔ (ص:۷۵)۔

ساتواں مضمون پروفیسر مسعود اختر ہزاروی کا ہے اس کا عنوان ''بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ نعت کے آداب'' ہے۔ مضمون نگار نے جن آداب کا تذکرہ کیا ہے اس کا خلاصہ اس طرح کیا ہے: ''جب اشعار میں رسولِ کریم ﷺ کی تعریف وتوصیف کی جا رہی ہو تو از حد ضروری ہوتا ہے کہ اس تقدس کے پیش نظر اشعار کو مکمل اسلامی سانچے میں ڈھال کر پیش کیا جائے۔ یہ تب ہی ممکن ہے کہ نعت گو شاعر دینی علوم و معارف سے واقفیت اور پاکیزہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا شوق وشغف رکھتا ہو''۔ (ص:۷۷)۔

آٹھواں مضمون ڈاکٹر شعیب نگرامی کا ہے اس کا عنوان ''نعتِ نبوی ﷺ میں توحید و رسالت کا فرق'' ہے۔ مضمون کے شروع میں مضمون نگار نے نعت کی تاریخی حیثیت بیان کی ہے جس کا نفس عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آخر پر ''نعت گوئی کو وحید سے شرک کی طرف دھکیلنے کا رجحان'' کے ذیلی عنوان سے اپنے ایک استاد ڈاکٹر محمد النجار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اندلسی الاصل شاعر ہانی اور اسکندریہ کے نعت گو شاعر محمد بن سعید البوصیری نے شرکیہ نعت گوئی کا جو شجر خبیثہ لگایا تھا وہ آج بھی پھل پھول رہا ہے''۔ (ص:۸۲)۔

ابن ہانی کے بارے میں مجھے کوئی معلومات حاصل نہیں البتہ امام بوصیریؒ کے قصیدہ کو میں نے دیکھا ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس کو شرک پر محمول کیا جا سکے۔ مضمون نگار کو چاہیے تھا کہ غیر متعلق باتیں لکھنے کی بجائے قصیدہ بردہ کے اُن مقامات کی نشاندہی کرتے جو

شرکیہ نعت کے دائرہ میں آتے ہیں۔ مضمون نگار نے اپنے کسی استاد کا قول نقل کیا ہے کہ امام بوصیریؒ اُن دو شعراء میں ایک ہیں جنھوں نے شرکیہ نعت گوئی کا ''شجرۂ خبیثہ'' لگایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود انہوں نے قصیدہ بردہ کو نہیں دیکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس باب کا آخری مضمون ابوالبیان کا ''حمد و مناجات پر مواد کی کمیابی'' ہے۔ مختصر ہونے کی وجہ سے اس مضمون میں تفصیل دی نہیں دی گئی ہے کہ حمد و مناجات پر مواد کی کمیابی کیوں ہے؟ البتہ مجملاً انہوں نے لکھا ہے کہ چوں کہ دینی تقریبات کے شروع میں عام طور پر تلاوتِ قرآن کی جاتی ہے اور اسی کو کافی سمجھا جاتا ہے لہٰذا الگ سے حمد نہیں پڑھی جاتی۔ (ص ۸۴)۔

دوسرے باب کا عنوان ''تدبرات'' ہے۔ اس میں گیارہ مضامین شامل ہیں:

پہلا مضمون طاہر حسین طاہر سلانی (مدیر: جہانِ حمد و ارمغانِ حمد، کراچی) کا ہے اور اس کا عنوان ہے:

''اُردو میں حمد نگاری اور اس کا ارتقائی سفر''۔ اس میں مضمون نگار نے مختصر مگر جامع اسلوب میں حمد کے ارتقائی سفر پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے مطابق اُردو میں سب سے پہلے حمد لکھنے کا اعزاز فخر الدین نظامی کا حاصل ہوا۔ چونکہ انہوں نے اپنی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' کی ابتداء میں حمد لکھی ہے تو اس کے حمد لکھنے کا رواج جاری ہوا۔ مضمون نگاری نے اُن شعراء کی ایک فہرست بھی دی ہے جنہوں نے حمد لکھی ہے اور حمدیہ مجموعوں کی بھی ایک فہرست سنہ وار پیش کی ہے۔ لیکن یہ صرف ۲۰۱۱ء تک کی فہرست ہے۔ مضمون نگار خود بھی ایک ماہانہ ''ارمغان حمد'' کے مدیر ہیں تو اپنے مجلّے میں حمد پر شائع ہونے والے مضامین کا بھی ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے حمدیہ انتخابات کی بھی جانکاری دی ہے۔

اس باب کا دوسرا مضمون سہیل احمد صدیقی کا ''حمدیہ و نعتیہ ادب کے فروغ میں طاہری سلطانی کا حصہ'' ہے۔ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ محترم طاہر حسین طاہر سلطانی نے اُردو میں حمد گوئی، حمد نگاری اور تحقیق و تدوین کی ایک ایسی تحریک شروع کی ہے جس کی محض تحسین یا وقتی تقلید ہی کافی نہیں بلکہ کام اتنا اور اس نہج پر ہو چکا ہے کہ تنقیدی جائزے کی بھی ضرورت

محسوس ہوتی ہے۔ مضمون نگار نے تفصیل کے ساتھ حمدیہ و نعتیہ ادب کے فروغ میں طاہر سلطانی کے علمی و ادبی و تدوینی و تحقیقی کردار پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے طاہر سلطانی کے اس خیال سے اختلاف ظاہر کیا ہے کہ اُردو میں حمد کا آغاز نظامی کی مثنوی کدم راو پدم سے ہوا ہے۔ انہوں نے حمدیہ شاعری کا سراغ شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے دوہوں میں دریافت کیا ہے۔ مضمون نگار نے طاہر سلطانی کی کتابوں پر بھی مختصر تبصرے لکھے ہیں اور کہیں کہیں تحقیق یا تدوین میں واقع ہونے والی فروگزاشتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

اس باب کا تیسرا مضمون ڈاکٹر شمس کمال انجم کا ہے۔ مضمون کا نام ہے ''حماد انجم ایڈوکیٹ غزل کی ہیئت میں حمد و نعت کا منفرد شاعر''۔ حماد انجم ہر چند پیشے سے وکیل تھے تاہم انہوں نے اُردو زبان و ادب کا اعلیٰ ذوق پایا تھا۔ مضمون نگار نے حماد انجم کے شعری مجموعوں پر بات کی ہے۔ اُن کا ادبی سفر نے ۱۹۷۲ء سے ۲۰۱۵ء تک جاری رہا۔ اس مدت میں اُن کے پانچ شعری مجموعے شائع ہوئے۔ مضمون نگار کے مطابق حماد انجم کے مجموعۂ حمد کو پہلا مجموعہ حمد قرار دیا جانا چاہیے۔ اگر چہ عام طور مظفر وارثی کے مجموعۂ حمد کو پہلا حمدیہ مجموعہ قرار دیا جاتا ہے جب کہ اُس کی اشاعت ۱۹۸۴ء میں ہوئی اور حماد انجم کا مجموعہ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ مضمون نگار نے حماد انجم کے حمدیہ کلام کے نمونے بھی دیئے ہیں۔

اس باب کا چوتھا مضمون ڈاکٹر محمد کلیم محی الدین کا ''تلوک چند محروم کی حمدیہ شاعری'' ہے۔ تلوک چند محروم اُردو کے نامی گرامی شاعر رہے ہیں۔ وہ ایک قادر الکلام شاعر تھے جنہوں نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی۔ محروم نے حمدیہ شاعری بھی کی۔ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ ان کے دیوان میں تقریباً چار پانچ حمد شامل ہیں مضمون نگار نے محروم کی حمدیہ شاعری کے نمونے بھی درج کیے ہیں۔

اس باب کا پانچواں مضمون ''داغ دہلوی کے کلام میں حمد و نعت'' ہے اسے ڈاکٹر داؤد رہبر نے لکھا ہے۔ داغ اُردو زبان کے بلند پایہ شاعر ہی نہیں بلکہ استاذ الشعراء تھے۔ بڑے بڑے شاعر اُن سے شرفِ تلمذ کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ داغ کوئی مذہبی قسم کے انسان نہیں تھے

بایں ہمہ اُن کے کلام میں حمد یہ اشعار ملتے ہیں اگر چہ اپنی افتادطبع کے باعث اُن کی حمد میں بھی شوخی کا پہلو ملتا ہے۔ مضمون نگار نے داغ کے حمد یہ کلام کے نمونے بھی درج کیے ہیں۔

اس باب کا چھٹا مضمون ''قصیدۂ بُردہ وقصیدہ برأت کا ایجازی مطالعہ'' ہے۔ اسے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری نے تحریر کیا ہے۔ قصیدۂ بُردہ سے مراد یہاں صحابی کعب بن زہیرؓ کا قصیدہ ہے۔ مضمون نگار نے اس قصیدے کا تعارف دیا ہے، اس کی شرحوں کا ذکر کیا ہے۔ ''ایجازی مطالعہ'' اس طرف مشیر ہے کہ مختصر اشعار والفاظ کے ذریعے کثیر وسیع معانی کی ترسیل کیسے ہوئی ہے۔ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قصیدے کے ایک شعر کی اصلاح فرمائی ہے۔ کعب نے جو شعر لکھا تھا وہ یہ ہے ؎

إن الرسول ليسف متسضاء به
مهند من سيوف الهند مسلول

مضمون نگار کے نزدیک اس شعر میں آپ ﷺ کو تلوار کہا گیا ہے جس کا تلازمہ کاٹنا ہے جب کہ آپ ﷺ جوڑنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ دوسری بات یہ کہ تلوار سے کسبِ ضیاء نہیں ہوتا بلکہ صنوء کا تلازمہ نور ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اس میں دو اصلاحیں کیں۔ ایک یہ کہ ''لیسف'' کو ''لنور'' سے بدل دیا۔ اسی طرح ''سیوف الہند'' کو ''سیوف اللہ'' سے بدل دیا۔ آپ شعر اس طرح کا ہو گیا ؎

ان الرسول لنور يستضاء به
مهند من سيوف الله مسلول

بعض کتابوں میں یقیناً لکھا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ اصلاح فرمائی تھی جیسا کہ شیعہ عالم الشیخ محمد باقر الکجوری نے ''الخصائس القاطمیۃ'' (ج ۱، ص ۲۴۲) پر نقل کیا ہے لیکن اس روایت کا مآخذ اور اس کی سند پر کوئی گفتگو نہیں کی ہے۔ بعض نقادوں نے ''لنور'' اور ''سیف اللہ'' کو ابلغ اور مطابقِ واقعہ قرار دیا ہے۔ البتہ تلوار سے کسبِ ضیاء پر نہیں ہوتا صحیح نہیں ہے۔ عربوں کے نزدیک تلوار کی غرض صرف کاٹنا نہیں ہوتا تھا بلکہ تلوار دفاع، بہادری، رجولت، فنِ حرب

میں مہارت، عزت وتعظیم کا استعارہ قرار دی جاتی رہی ہے اور جب میدانِ جنگ میں تلواریں بلند ہوتی ہیں تو فضا میں ان سے چمک ظاہر ہوتی ہے جو یقیناً نور وضیاء کا تلازمہ رکھتی ہے۔

قصیدہ برأت سے یہاں قصیدۂ بردہ ہی مراد ہے البتہ اس کے مصنف امام بوصیری ہیں۔ یہ قصیدہ بھی اہل علم وادب کے یہاں خاصا معروف رہا ہے اور اس کی کئی شرحیں کی گئی ہیں۔ مضمون نگار نے اس قصیدہ کا بھی گہرا مطالعہ پیش کیا ہے اور اس کی بلاغی حیثیت پر روشنی ڈالی ہے۔ مضمون نگار کے نزدیک رسول اللہ ﷺ پر ''اُمی'' لقب کا اطلاق ''اَن پڑھ'' کے معنی میں نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس معنی میں کہ انسانوں میں اُن کا کوئی استاذ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خود انہیں بواسطۂ جبرئیل علم دیا تھا۔ عربی اشعار میں بعض جگہ پر کاتبی غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔

اس باب کا ساتواں مضمون مفتی محمد اسحٰق نازکی کا ''عطر گلاب از گلستانِ حمد ونعت'' ہے۔

مفتی صاحب اس مضمون کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''احقر نے پہلے مختصر تمہید کے بعد ''بدائع منظوم'' نامی کتاب سے بحوالۂ عنوان صرف چھ اشعار نقل کر کے آسان زبان میں ان کی تشریح اور ترجمانی اور توضیح کی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ راوی کے دو اور بزرگ علماء وشعراء (حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ اور حضرت شیخ احمد صاحب واعظؒ) کے عربی کلام کو ان ہی لوازمات کے ساتھ پیش کرنے کی بھی سعادت حاصل کی ہے''۔
> (ص:۱۴۶)

حضرت مفتی صاحب چوں کہ عالم دین ہونے کی حیثیت سے اُردو، فارسی اور عربی زبانوں کے شناور ہیں لہٰذا اُن کی توضیحات خاصی پڑھنے کی چیز ہے۔ مفتی صاحب نے اس مضمون میں نادر علمی اور ادبی جواہر پارے جمع کر دیئے ہیں۔ ''بدائع منظوم'' صفحات کی منظوم کتاب ہے اور اس کے مؤلف مولانا سید رضا علی صاحب قادریؒ ہیں۔ شیخ یعقوب صرفیؒ کے تین عربی اشعار نقل کیے ہیں پھر ان کے لغوی معنی اور تشریح درج کی ہے۔ ابتداء میں حضرت صرفیؒ کا مختصر تعارف بھی لکھا ہے۔ اسی طرح علامہ شیخ احمد واعظؒ کے چودہ عربی اشعار نقل کیے ہیں پھر ان کی تشریح کی ہے۔ شیخ کا تعارف بھی مختصراً دیا ہے۔

مضمون ہٰذا مفتی صاحب کی وسیع معلومات پر دلالت کرتا ہے۔

اس باب کا آٹھواں مضمون ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا 'علامہ سید عابد علی وجدی کی نعت گوئی۔ منظوم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے' ہے۔ عنوان سے ظاہر ہے کہ علامہ سید عابد علی مرحوم نے منظوم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھی ہے اور س میں بالطبع انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف کی ہے۔ مضمون نگار نے علامہ اجدی کے تعارف میں لکھا ہے کہ اُن کا تعلق ریاستِ بھوپال سے تھا جہاں وہ قاضی تھے البتہ ان کی شہرت ایک مؤرخ کی حیثیت سے ہوئی۔ مضمون نگار نے علامہ اجدی کے تعارف میں لکھا ہے کہ اُن کا تعلق ریاستِ بھوپال سے تھا جہاں وہ قاضی تھے البتہ ان کی شہرت ایک مؤرخ کی حیثیت سے ہوئی۔ مضمون نگار نے منظوم سیرت نگاری پر مختصر روشنی بھی ڈالی ہے۔ علامہ واجدی کی منظوم سیرت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سیرت موضوع اور غیر مستند روایات سے یکسر پاک ہے۔ مضمون نگار نے علامہ واجدی کے کلام کے نمونے بھی دیئے ہیں جو فن شعر اور سیرت ادب پر ان کے علمی تبحر کی غمازی کرتے ہیں۔ مضمون نگار نے منظوم سیرت نگار میں وجدی، نصیر پرواز اور چندر بھان خیال کا ایک مختصر موازنہ بھی پیش کیا ہے۔

نواں مضمون ڈاکٹر اویس احمد کا ہے اس کا عنوان ہے ''محسن کاکوروی کی نعتیہ قصیدہ گوئی کا تنقیدی مطالعہ۔ قصیدہ مدیح خیر المرسلین'' کی تشبیب کے تناظر سے''۔

محسن کاکوری کا شمار اُردو ادب کے نامی گرامی نعتیہ کلام لکھنے والے شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کے قصیدہ کی تشبیب (گریز اور مدح سے پہلے واقع ہونے والے اشعار) کا مطالعہ اس مضمون میں پیش کیا گیا ہے۔ قصیدے کا نام ''مدیح خیر المرسلین'' ہے۔ یہ مطالعہ جیسا کہ عنوان سے طاہر ہے تنقیدی نوعیت کا ہے جس میں محسن کے فن اور فکر پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ مضمون میں یہ فاش غلطی واقع ہوئی ہے کہ ''گل رعنا'' کو عبدالحی تاباں کی تصنیف قرار دیا گیا ہے۔ گل رعنا مولانا عبدالحی حسنی رائے بریلی ثم لکھنوی کی کتاب ہے جو مولانا محمد حسین آزاد کی آبِ حیات کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ میر عبدالحی تاباں صاحب دیوان شاعر گزرے ہیں۔ ان کی رفاقت کے وقت تو محسن ابھی پیدا بھی

نہیں ہوئے تھے۔ چہ جائیکہ وہ اپنے کسی تذکرے میں محسن کا ذکر کرتے ہیں۔

اس باب کا دسواں مضمون مدیرِ جہانِ حمد ونعت ڈاکٹر جوہر قدوسی کا ہے۔ اس کا عنوان ''علامہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کا نعتیہ کلام'' ہے۔ فاضل بریلویؒ تبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ ان کا کلام نعتیہ شاعری کے حوالے سے برصغیر پاک وہند میں خاصا مقبول ہے۔ ڈاکٹر جوہر لکھتے ہیں :

> ''فاضل کا سارا کلام مذہبی موضوعات پر مبنی ہے۔ ''حدائق بخشش'' اُن کے نعتیہ کلام کا ضخیم مجموعہ ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ راقم کے زیرِ نظر ''حدائق بخشش'' کا وہ نسخہ ہے جو رضوی کتاب گھر بھیونڈی کے اہتمام سے ۱۹۸۵ء میں طبع ہوا ہے۔ سینکڑوں صفحات پر مشتمل اس نسخہ کے مطالعے سے ذہن پر جو سب سے پہلا تاثر اُبھرتا ہے وہ فاضل کے علمی تبحر کا ہے۔ فاضل اُردو نعت کی تاریخ میں وہ پہلے واحد شخصیت نظر آتے ہیں جنھوں نے اپنے وسیع وعمیق مطالعے کو پوری طرح فنِ نعت میں برتا اور نعتیہ مضامین کے بیان میں قرآن وحدیث کے علاوہ منطق و ریاضی، ہیئت و نجوم اور ہندسہ و مابعد الطبیعات وغیرہ علوم وفنون کی مختلف اصطلاحوں کو نہایت سلیقے سے استعمال کیا ہے''۔ (ص:۱۸۸)۔

اس کے بعد فاضل مضمون نگار نے فاضل بریلوی کے کلام سے مثالیں پیش کر کے اپنے موقف کو تقویت دی ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث کے علاوہ دیگر علوم وفنون کے حامل اشعار کو بھی نقل کیا ہے۔ اس مضمون سے فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری کی فنی خصوصیات سے بھی آگہی ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر شبیر احمد قادری کا مضمون ''رشید وارثی ناعتِ شیریں بیان'' اس باب کا گیارہواں اور آخری مضمون ہے۔ ابتداء میں مضمون نگار نے رشید وارثی کی زندگی پر مختصر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد رشید کے نعتیہ مجموعہ ''خوشبوئے التفات'' کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ مضمون پر جو حواشی لکھے ہیں وہ بہت معلومات افزاء ہیں۔

اگلا باب ''تفہیمات'' کے نام سے ہے۔ اس میں کل پانچ مضامین ہیں۔ پہلا

مضمون محمد برہان الحق کا ہے اس کا عنوان ہے ''حمد یہ کلام کا شاہکار خالد جوہری کا دست قدرت''۔ ابتداء میں پہلے حمد کی تعریف لکھی گئی ہے۔ اس کے بعد خالد جوہری صاحب کے حمد یہ کلام پر مشتمل کتاب ''دستِ قدرت'' پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ مضمون نگار نے کتاب سے حمد یہ کلام کی کوئی نظیر پیش نہیں کی ہے۔

دوسرا مضمون اختر سعیدی کا ہے۔ یہ کراچی سے طاہر سلطانی کی ادارت میں شائع ہونے والے ماہنامے ''ارمغانِ حمد'' کے ۱۲۵ ر شماروں کے مکمل اشاریہ کے بارے میں ہے۔ ''ارمغان حمد'' کے کئی خصوصی نمبرات بھی شائع کیے گئے ہیں۔ یہ اشارہ حمد یہ ادب کے طالب علموں کے لیے خاصی اہمیت کا حامل ہے۔

اگلا مضمون حیدر قریشی کا ہے جس میں حمد و نعت اور دینی شاعری کے تین مجموں پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ یہ تین مجموعے سعادت (خواجہ محمد عارف)، رحمتوں کا سائباں (سعید رحمانی) اور پرواز (عزیز الرحمٰن سلفی) کے ناموں سے شائع ہوئے ہیں۔

''بلغ العلیٰ بکمالہٖ'' کے نام سے ڈاکٹر ریاض توحیدی کا ایک مضمون اس باب میں شامل ہے۔ اس میں ڈاکٹر شمس کمال انجم کی نعت گوئی کا مختصر فنی جائزہ پیش کیا ہے۔ ''بلغ العلیٰ بکمالہٖ'' دراصل ڈاکٹر شمس کمال انجم کا نعتیہ مجموعہ ہے۔

مضمون نگار نے نعت کی فنّی تعریف پر بھی سیر حاصل گفتگو کی ہے، اس کے موضوعات پر بھی خامہ فرسائی کی ہے۔ لیکن مضمون نگار نے ''بلغ العلیٰ بکمالہٖ'' پر بہت مختصر گفتگو کی ہے جس کا اظہار خود مضمون نگار نے بھی کیا ہے۔

اگلا مضمون ڈاکٹر عبید اللہ رحمانی کا ''خورشید ناظر کے تین غیر منقوط حمد یہ و نعتیہ مجموعے'' ہے۔ اس میں اُن تین حمد یہ مجموعوں پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے جن میں غیر منقوط حمدیں جمع کی گئی ہیں۔ پہلا مجموعہ ''وللہ الحمد'' ہے۔ اس کتاب میں شامل پہلی حمد یہ نظم 'میرا اللہ میرا ہادی میرا مولا ہے'' سات سو چھیاسی (۷۸۶) اشعار سے مکمل کی گئی ہے۔ کتاب میں شامل کُل اشعار کی تعداد ساڑھے گیارہ سو سے زیادہ ہے۔ دوسرا مجموعہ ''حمد الہٰ و مدح

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں اللہ پاک کے غیر منقوط ۱۲۱ اسمائے جلیلہ کو شاعر نے دو دو توشیحات میں منظوم ہدیہ پیش کیا ہے۔ دوسرے حصے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۱۷۱ اسمائے پاک کو توشیحات میں نعتیہ نذرانہ پیش کیا گیا ہے جو غیر منقوط ہیں۔ تیسری کتاب ''ملاک ومحور عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے۔ یہ خالص نعتیہ مجموعہ ہے۔ اس میں غزل کی ہیئت میں ۶۳ نعوت منظوم کی گئی ہیں۔ اشعار کی کل تعداد ۹۶۰ ہے۔

اگلا مضمون علیم صبا نویدی کا ہے۔ اس کا عنوان ''چندر بھان خیال کی منظوم سیرت'' ''لولاک'' ہے۔ چندر بھان ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے، طویل مدت اُردو رسم الخط سیکھنے میں گزار دی۔ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ خیال نے اپنی نظم ''لولاک'' میں اپنے سارے تخلیقی جوہر کو آئینہ بنا دیا ہے۔ نظم کے چھ حصے میں جو ولادت سے پہلے کے حالات سے شروع ہوکر اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والی نصرت پر ختم ہوتے ہیں۔ مضمون نگار نے کلام کا نمونہ بھی دیا ہے اور کلام کی فکری، ادبی، فنی خوبیوں کو بھی اجاگر کیا ہے۔

ایک مضمون عبید اللہ رحمانی نے ادارہ کی طرف سے مرتب کیا ہے اس میں اُن کتابوں کی فہرست دی گئی ہے جو جہانِ حمد ونعت کے کتب خانے لیے موصول ہوئیں۔

اگلا باب ''تصورات'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں فن نعت گوئی کے متعلق مولانا رضا احمد خان صاحب بریلوی، عبدالکریم ثمر، مجید امجد، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر اے ڈی نسیم قریشی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ظہیر غازی پوری، ڈاکٹر سید وحید اشرف، ڈاکٹر طلحہ رضوی، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ساجد لکھنوی، ڈاکٹر محبوب راہی اور ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی کے خیالات وتاثرات درج کیے گئے ہیں۔

تخیلات کے عنوان سے جو باب ہے اس میں سر شعرائے اُردو کی حمدیں اور نعتیں جمع کی گئی ہیں۔ ان شاعروں میں تابش مہدی، تنویر پھول، نوید عاجز، شفیق رائے پوری، حافظ محبوب احمد، محمد صفدر سیاحت، محمد ابراہیم خان شوق، سید اسلم صدا آمری، نعیم صدیقی، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، سرفراز بزمی، رخسانہ جبین، مرتضیٰ اشعر، ابوالحسن خاور، سلمان رسول، مشتاق فریدی، مشتاق مہدی، اشرف

عادل، شکیل شفائی، عمران الحق، ظفر اقبال ظفر، سلطان الحق شہیدی، محمد اقبال ناز، حسن انظر، ساغر ہاشمی، مدثر ثمن، منیر خاور، ریاض قادری، ابوضحیٰ طارق اور سید شبیب رضوی شامل ہیں۔

اگلا باب تاثرات کا ہے۔ اس میں ڈاکٹر شمس کمال انجم، حسن انظر، پروفیسر حافظ محبوب احمد، پروفیسر بدرالدین بٹ، ڈاکٹر یحییٰ نشیط اور تنویر پھول کے مکتوبات، تاثرات، تجاویز، سابقہ شمارے پر تنقیدی تحریریں وغیرہ شامل ہیں۔ ظاہر ہر مکتوب نگار یا تنقید نگار کی آراء سے لازماً اتفاق ضروری نہیں۔ البتہ تنقیدی نقطہ نظر سے علمی محاکمہ روشنی کی نئی راہوں کو کھول دیتا ہے۔ بعض لوگ اپنی تنقید کو بے حد پسند کرتے ہیں لیکن دوسروں کی تنقید پر پھبتیاں کستے ہیں۔

یہ طرزِ عمل سنجیدہ علمی مزاج رکھنے والوں کا نہیں ہوتا۔

آخری باب متفرقات کا ہے۔ اس میں آسی غلام نبی وانی فتح گڑھی (سرپرست راہِ نجات) کا ایک مضمون شامل ہے جس میں معروف محقق و شاعر پروفیسر مرغوب بانہالی کی حیات و علمی و ادبی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر نثار احمد تیسری عالمی حمد و نعت کانفرنس و مشارہ کی مختصر روداد پیش کی ہے۔

☼ ❄ ☼

● ڈاکٹر شبیر احمد قادری، فیصل آباد

''جہان حمد و نعت'' کا پانچواں شمارہ منظر عام پر آچکا ہے۔ یہ جموں و کشمیر کے دارالخلافہ سری نگر سے 'نعت اکادمی' کے زیر اہتمام شائع ہونے ولا واحد رسالہ ہے، جو حمدیہ و نعتیہ ادب کے لیے وقف ہے۔ اس کے مدیر ڈاکٹر جوہر قدوسی ہیں اور مجلس ادارت مسعود ساموں (نگران) انجنیئر شفاعت محمود (سرپرست) ڈاکٹر شکیل شفائی (مدیر مسئول) اور علی محمد عاجز (رفیق مدیر) پر مشتمل ہے۔ مقامی مجلس مشاورت ڈاکٹر احمد قدوس جاوید، سلطان الحق شہیدی، ڈاکٹر حیات عامر حسینی، ڈاکٹر حمید نسیم رفیع آبادی، ڈاکٹر محمد اسد اللہ وانی، مشتاق فریدی، میر امتیاز آفرین، جبکہ مجلس مشاورت (عالمی) ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری (یوپی) علیم صبا نویدی (چنئی) ڈاکٹر محمد تابش مہدی (نئی دہلی) فیروز احمد سیفی (نیویارک) ڈاکٹر سید محمد یونس (ملائشیا) ابوالحسن خاور (لاہور)

ڈاکٹر سراج احمد قادری (خلیل اباد) سجاد بخاری (سعودی عرب) تنویر پھول (نیو یارک) اور سرفراز بزمی (سوائی، مادھو پور) پر مشتمل ہے۔

حرف آغاز میں ڈاکٹر جوہر قدوسی نے حمد ونعت کے حوالے سے اپنے طویل ابتدائیے میں حمد یہ ونعتیہ ادب کے اسالیب اور میلانات کے حوالے سے اظہار خیالات کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان " نمائندہ منثور و منظوم نگارشات وتخلیقات اور اس نوعیت کی علمی ادبی اور دینی کاوشوں کا بھرپور احترام ہے، تاہم ہم ان کو تنقید وتبصرہ سے بالاتر نہیں سمجھتے" (ص 20)

" لمعات ثنا" کو درج ذیل شعرا کے تقدیسی کلام سے سجایا گیا ہے: حفیظ تائب (حمد)، سلطان الحق شہیدی (مناجات بہ بارگاہِ قاضی الحاجات)، الطاف حسین حالی (اے خاصہ خاصان رسل ﷺ، رجحان ساز استغاثہ)

" باب تفکرات" (اکتشاف فکر، اقتضائے فن، حمد نعت گوئی فن اور آداب واسالیب پر مضامین):۔علی محمد عاجز (خدا در انتظار حمد مانیست)،۔ڈاکٹر اصغر عابدی (حمد گوئی کے فضائل، تقاضے)،۔طاہر حسین طاہر سلطانی (حمد نگاری کے آداب)،۔ڈاکٹر عزیز احسن (اردو کی حمد یہ شاعری اور جدید اسالیب)،۔علی محمد عاجز (نعت میں تنقید واصلاح کی افادیت)،۔ڈاکٹر عزیز احسن (نعت گوئی کی فکری وفنی نزاکتیں)

" باب تدبرات" (عکس تحقیق، نقش تنقید، حمد یہ ونعتیہ شاعری اور شعرا پر تحقیقی وتنقیدی مضامین): ڈاکٹر شکیل شفائی (سیدنا عبداللہ بن رواحہ: دربار رسالت میں)، تنویر پھول (دیار مغرب میں آفتاب حمد ومناجات کی کرنیں)، میر امتیاز آفرین (سید نصیر الدین نصیر گیلانی کی نعتیہ شاعری)، ڈاکٹر یحیٰ نشیط (قصیدہ ابیات نعت پر امیر مینائی کی تضمین)، ڈاکٹر محمد آصف (مولانا حسرت موہانی کی نعتیہ شاعری)، ڈاکٹر سروشہ نسرین قاضی (سید محمد نور الحسن کی نورانی جہتیں)، ڈاکٹر سراج احمد قادری (مخلص مصوری اور ترفعات نعت)، فاروق ارگلی (اردو نعت گوئی میں سکھ شعرا کا حصہ)، ڈاکٹر تابش مہدی (مظفر وارثی کا نعتیہ کلام ایک مطالعہ)، ڈاکٹر تابش مہدی (اعجاز رحمانی کے نعت گوئی)، ڈاکٹر جوہر قدوسی (نعوت میں سیرت طیبہ کی ترجمانی)، علیم ناصری (

نعتیہ شہر آشوب: ایک تحقیقی مطالعہ)، عبدالمعید قاسمی (نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حفظ مراتب)، ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی (علیم صبا نویدی کی نعتیہ نثری نظمیں)، ڈاکٹر پروین کوثر (میر غلام رسول نازکا نعتیہ کلام)، ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی (جدید اردو نعت کا پھیلتا کینوس)

''بابِ تفہیمات'' = (انتقادِ سخن، احتساب اسلوب، حمدیہ و نعتیہ کتب وفن پاروں پر تبصرے اور تاثرات)، اطہر محمود تنہا (شوکت محمود شوکت کا حمدیہ شعری مجموعہ" اللہ اکبر")، عبدالرزاق پیکر رضوی (شفیق رائے پوری کے" قصیدہ نور" کا تجزیاتی مطالعہ)، اختر سعیدی (مطالعات حمد و نعت ،تنقیدی مضامین)، اختر سعیدی ("جہان حمد"، کتابی سلسلے کا خصوصی نمبر)، علیم صبا نویدی (حیر تالہ آبادی کا مجموعہ" منارہ نور")، علیم صبا نویدی (صبیح رحمانی کا مجموعہ" جادہ رحمت")، ڈاکٹر نجم الہدیٰ (تنویر پھول کا شعری مجموعہ" انوار حرا")، عبداللہ خاور (مجلہ" نقوش" لاہور کا رسول نمبر: ایک جائزہ)، محمد احسان (کتاب" مداح رسول سیدنا حسان بن ثابت کے نعتیہ اشعار میں موجود نقوش سیرت)، محمد احسان (پروفیسر محمد رفیق چودھری کی" شفاف نعتیں")، سید خورشید لائق بخاری (" تنقید نعت، تناظرات وامکانات")، ڈاکٹر جوہر قدوسی (ڈاکٹر شاہدہ پروین کا منفرد تحقیقی و تنقیدی کارنامہ)

''بابِ تصورات'' = اقوال زریں، افکار روشن، حمد و نعت سے متعلق ارباب فکر و دانش کے منتخب اقوال)، نعت کا فن اور اس کے لوازمات و مقتضیات، مرتب: مدیر" جہان حمد و نعت"،

''بابِ تخیلات'' = (حمد و ثنائے ساقی ازل و مدح ثنائے ساقی کوثر، مشرق و مغرب کے شعراء کرام کا حمدیہ و نعتیہ کلام)۔[حمدیہ کلام]: پروفیسر حافظ محبوب، تنویر پھول، سرفراز بزمی، پروفیسر اشفاق انجم، منظر انصاری، قمر آسی، نادر اسلوبی، ریاض انور بلڈانوی، سلیم اختر رضوی، پروفیسر طارق تمکین، شارق رشید، شفیق رائے پوری، سلمان غازی، شہباز راجواری، پروفیسر ڈاکٹر سید امین تابش، نوری، ساز الاطہر، [نعتیہ کلام]: تنویر پھول، سرفراز بزمی، مقصود علی شاہ، علیم صبا نویدی، حافظ محبوب احمد، نادر اسلوبی، اشفاق احمد غوری، ڈاکٹر مقصود احمد عاجز، ریاض احمد قادری، پروفیسر محمد طاہر صدیقی، رخسانہ جبیں، شفیق رائے پوری، معظم علی سدا مدنی، ریاض انور بلڈانوی، ایس حسن انظر، سید اسلم صدا آمری، محمد ابراہیم خان شوق کوٹی، مظہر علی

خان ،محمد اکبر عزیزی، حافظ محمد عبد الجلیل، غلام مصطفی ربانی، مطلوب الرسول قمر، مشتاق فریدی، مرتضی اشعر، عمران الحق چوہان، فدا راجوری، ڈاکٹر شکیل شفائی، منظر انصاری، میر امتیاز آفرین، ذوالفقار نقوی، محمد احمد زاہد، سید قاسم ریحان، پروفیسر ڈاکٹر سید امین تابش، سلطان الحق شہیدی، مشتاق مہدی، اشرف عادل، ولی محمد اسیر کشتواڑی، سید اعجاز حسین عاجز، سلمان رسول، سلمان غازی، ڈاکٹر مبشر احمد نشتر، بلال لون، علی شیدا، شارق رشید، ڈاکٹر مقبول احمد مقبول، عابد خان عابد، ساز الاطہر اور غلام احمد رضا نیپالی۔

''باب تاثرات'' = (نامہ ہائے شوق، رقعات ذوق، نقطہ ہائے نظر، صلائے عام ہے یاران نقطہ داں کے لیے): مشتاق فریدی، حافظ مقصود احمد ضیائی، ڈاکٹر ابو عائشہ، مفتی محمد اسحاق نازکی، حامد حبیب۔ ''باب متفرقات'' = (حمد یہ ونعتیہ ادب کی اہم شخصیات کا تذکرہ، اردو حمدیہ اور نعتیہ ادب کے فروغ کے حوالے سے عالمی سطح کی سرگرمیاں): " دائرہ ادب" نیو یارک کا حمدیہ ونعتیہ مشاعرہ، محسن علوی۔ جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 5، 2023ء، ربیع الاوّل 1445ھ؛ 452 صفحات کو محیط" جہان حمد ونعت" سرینگر جموں وکشمیر کا یہ حمدیہ ونعتیہ سلسلہ اپنے گوناگوں اوصاف کا حامل مجموعہ ہے، جس میں نامور ارباب فکر ودانش کے مقالات اور شاعری شامل ہے۔ محترم ڈاکٹر جوہر قدوسی صاحب کو" جہان حمد ونعت" کے پانچویں شمارے کی ترتیب واشاعت اور پیشکش پر گل ہائے تبریک و حرف تحسین، شریک مطالعہ کرنے پر آپ کا بے حد شکریہ۔

☼❄☙❧○•❖•○❧☙❄☼

● **مفتی محمد اسحٰق نازکی**، بانڈی پورہ، کشمیر

بِسمِ اللهِ الحمد لله والصلاة والسلام علیٰ رسول الله

''شکوہ کروں یا شکریہ کہوں''؟ شکوہ اس وجہ سے کہ ''جہانِ حمد ونعت کا شمارہ نمبر ۴'' مدتوں سے ''جہاں نما'' سے غائب، جب بھی رفیق محترم جناب ڈاکٹر جوہر قدوسی صاحب (زِیْدَ مَجْدُہٗ) سے اس حوالے سے فون پر بات کی تو آپ معنیٰ خیز مسکراہٹ کے ساتھ

فرماتے تھے ''ابھی وہ پائپ لائن میں ہے، ابھی آیا نہیں، البتہ کام ہو رہا ہے، تنہا آدمی ہوں کام بہت ہے وغیرہ''۔ دراصل ''جہانِ حمد و نعت'' کے سابقہ مطبوعہ شماروں نے ''جہان حمد و نعت'' میں غلغلہ مچا دیا ہے، بے دینی اور مادہ پرستی کے اس زمانے میں ''جہاں'' نے ایک ''جہاں'' کو ''خالق جہاں'' سے روشناس کرا دیا ہے۔ لہٰذا میری طرح غالباً تمام شائقین کو اس حوالے سے ''شکوہ'' ضرور ہوگا اور یہ شکوہ بجا ہے۔

شکریہ اس بنا پر کہ ماہِ ستمبر کے آخری دنوں مدیر محترم نے یہ مژدہ جانفزا سنا دیا کہ ''شمارہ نمبر ۴ اور شمارہ نمبر ۵، دونوں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آ چکے ہیں، آپ انہیں وصول کر لیں''۔ یعنی ع یک نہ شد دو شد کے مصداق یہ نوید ملی۔ مگر بوجوہ احقر ان دونوں شماروں کو بہت ہی تاخیر کے ساتھ مورخہ ۱۶/ اکتوبر کو حاصل کر پایا، تاہم جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

ان دونوں شماروں کو چلتے چلتے دیکھ لیا، پھر دوبارہ دیکھ لیا تو ''شکوہ و شکایت'' کی گنجائش نہیں رہی ہے۔ شمارہ نمبر ۴ اور ۵ کے سرورق، ان کی طباعت اور ان کا کاغذ و سائز دل کش و دل فریب و دلربا اور دلنواز نیز باصرہ نواز، اور ترتیب و تہذیب تو بے مثال ادھر فہرست مضامین کی تنظیم و تقسیم مثلاً لمعات ثنا، باب تفکرات، باب تدبرات، باب تفہیمات، باب تصورات، باب تخیلات، باب تاثرات اور باب متفرقات، پھر ان ابواب متنوعہ کے تحت اکتشافِ فکر، اقتضائے فن، عکس تحقیق، نقش تنقید، انتقادِ سخن، احتسابِ اسلوب، اقوال زریں، افکار روشن، حمد و ثنائے ساقی ازل، مدح و ثنائے ساقئ کوثر، نامہ ہائے شوق، رقعاتِ ذوق، نقطہ ہائے نظر وغیرہا۔ جہاں یہ مرتب و مدیر کی ''اردو ادب و صحافت'' کے حوالے سے دقتِ نظر و تعمقِ فکر کی دلیل ہے اور متنوع ابواب کا انتخاب کرنے میں آپ کی ماہرانہ چابک دستی کا غمّاز ہے اور آپ کے اس فن کے حوالے سے ایک ماہر فن استاذ ہونے پر شاہد عدل ہے، وہاں اسلام پسندی اور خدا پرستی کی طرف آپ کے قلبی رجحان کو بتاتا ہے، جب کہ میدانِ ادب و انشاء اور صحافت میں ایسے ''شہسوار'' بہت ہی کم ملتے ہیں یعنی نایاب تو نہیں ہیں، البتہ کم یاب ضرور ہیں۔ زادہ اللہ تعالیٰ بسطۃ فی العلم والعرفان۔ عصر حاضر میں بے دین سیاست اور زرد صحافت نے انسانی اقدار کو پامال کر دیا ہے اور یہ سلسلہ جاری

ہے بلکہ روز افزوں ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب مُوَفَّق مِنَ اللہِ ہیں۔

شمارہ نمبر ۴ کے صفحہ نمبر ۱۴۶ سے صفحہ نمبر ۱۶۱ تک محیط میرے مضمون کو زیر عنوان ''عطر گلاب از گلستانِ حمد و نعت'' اور شمارہ نمبر ۵ کے صفحہ نمبر ۴۴۱ سے صفحہ نمبر ۴۴۵ تک یعنی میری طالب علمانہ شکستہ حروف کو آپ نے سند قبول عطا کر کے شائع کرایا۔ بہت بہت شکریہ۔ بلا کسی تکلف کے اگر میں یہ کہوں کہ میرے مقالات کو سپرد تحریر کرنے میں اور اس حوالے سے تشجیعی کلمات سے نواز کر مجھے مزید لکھنے کی ہمت افزائی کرنے میں ڈاکٹر جوہر قدوسی صاحب ہی کا زیادہ ہاتھ ہے تو بالکل بجا ہے۔ ورنہ میں کہاں اور جہاں ادب و انشاء کی آباد جہاں حمد و نعت کہاں؟ ؎

کہاں میں کہاں یہ نکہت گل اے نسیم صبح! تیری مہربانی

کیونکہ میں درس نظامی کا ایک کمزور طالب علم رہا ہوں کسی مدرسہ میں بفضلہ تعالیٰ ''تربیتِ لعلِ بدخشان'' میں مشغول ہوں لہٰذا میں کیا جانوں؟ ''جہانِ حمد و نعت'' کو ڈاکٹر صاحب کا حکم ہوا کہ آپ اس موضوع پر لکھیں، آپ کی نگارشات کا انتظار رہے گا''۔ جیسے ترغیبی کلمات نے اِدھر پشتِ غفلت پر کوڑا مارنے کا کام کیا پھر اگر اس میں تاخیر ہوتی ہے تو یوں شکایت فرماتے ہیں۔ ''آپ کا مضمون ملا نہیں، جلدی کریں، لکھ لیں، بس فلان مہینے کی فلاں تاریخ تک پہونچ ہی جائے''۔ تو احقر غفلت کی نیند سے جاگ کر قلم و قرطاس کو سنبھال لیتا ہے اللہ کرے ''جہانِ حمد و نعت'' آباد رہے۔ ''گلستانِ حمد و ثنا اور نعت'' سرسبز و شاداب رہے۔ اس کے مالی خوشحال رہیں اور اس پر محنت کرنے والوں کو اللہ شاداں و فرحاں رکھے۔ آمین ؏

ایں دعا از من است و جملۂ جہاں آمین باد

ضیاعِ وقت و سمع خراشی کی پیشگی معافی کے ساتھ۔ ؏ الٰہی! عاقبت محمود گرداں

☼ ❄ ☼

● ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی، (ورلڈ ریکارڈ ہولڈر) rachitrali@gmail.com

''جہانِ حمد و نعت'' میگزین کا پانچواں ایڈیشن حمدیہ و نعتیہ ادب کی لازوال میراث کا ثبوت ہے۔ اداریہ ڈاکٹر جوہر قدوسی نے تحریر کیا ہے، حمد رب کائنات

کے عنوان سے حفیظ تائب مرحوم کی حمد، مناجات بہ بارگاہ قاضی الحاجات کے عنوان سے سلطان الحق شہیدی اور اے خاصہ خاصان رسل ﷺ (رجحان ساز استغاثہ) کے عنوان سے الطاف حسین حالی مرحوم کی شاعری کو شامل کر کے ایک منفرد اور تاریخی مجموعہ تیار کیا گیا ہے، جو حمد و ثنا کی بھرپور تاریخ کو بیان کرتا ہے۔ باب تفکرات کے عنوان سے اکتساف فکر، اقتضائے فن، حمد و نعت گوئی کے فن اور آداب و اسالیب پر مضامین بھی شامل کیے گئے ہیں۔

شمارے کے لیے قلمی تعاون کرنے والوں میں ممتاز لکھنے والے موجود ہیں جن میں ڈاکٹر جوہر قدوسی کے معلومات سے بھرپور اداریئے سے لے کر ڈاکٹر عزیز احسن کے مضمون" نعت گوئی کی فکری و فنی نزاکتیں" تک، حمد و نعت کی فکری اور فنی باریکیوں کی متنوع تحقیق پر مبنی تحقیقی مضامین شامل اشاعت ہیں۔

باب تدبرات میں عکس تحقیق، نقش تحقیق، حمد یہ و نعتیہ شاعری اور شعراء پر تحقیقی و تنقیدی مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ پورے میگزین کا موضوعی تنوع گہرائی سے تحقیقی مضامین تک پھیلا ہوا ہے، جیسے کہ ڈاکٹر شکیل شفائی کی تحقیق " سیدنا عبداللہ بن رواحہ: دربارِ رسالت میں" اور ڈاکٹر اصغر عابدی، طاہر حسین طاہر سلطانی اور ڈاکٹر عزیز احسن کی یہ شراکتیں حمد و نعت کی روحانی اور ادبی جہتوں کے بارے میں بہترین تحقیقی مضامین ہیں۔

نعتیہ شاعری کے منظر نامے میں یہ رسالہ میرا امتیاز آفرین کی" سید نصیر الدین نصیر گیلانی کی نعتیہ شاعری" اور ڈاکٹر تابش مہدی کی" اعجاز رحمانی کی شاعری" کی تحقیق جیسی خدمات کے کے بارے میں ایک بہترین تحقیقی دستاویز ہے۔ یہ مضامین نہ صرف نعت کے روایتی پہلوؤں کو سامنے لاتے ہیں بلکہ اس صنف کے اندر موجود عصری تاثرات پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

باب تفہیمات میں انتقاد حسن، احتساب اسلوب، حمد یہ و نعتیہ کتب وفن پاروں

پر اور تاثرات شامل کیے گئے ہیں۔ علاقائی تنوع کے لیے میگزین کی اہمیت" ریاست جموں وکشمیر میں حمد یہ نعتیہ شاعری اور ادب کی پہلی کتابی سیریز" جیسے ابواب میں واضح ہے۔ دنیا بھر سے حمد ونعت پر اس طرح کے مضامین کی یہ شمولیت مختلف خطوں سے ثقافتی فراوانی اور ادبی شراکت کو ظاہر کرنے کے عزم کی عکاسی کرتی ہے۔

باب تصورت میں اقوال زرین، افکار روشن، حمد ونعت سے متعلق ارباب فکر ودانش کے منتخب اقوال کا شامل کیا گیا ہے۔ مزید برآں، عبدالرزاق پیکر رضوی کی" شفیق رائے پوری کی ''قصیدہ نور'' کا تجزیاتی مطالعہ اور پروفیسر محمد رفیق چوہدری کی" شفاف نعتیں" جیسے تنقیدوں اور تجزیوں کی شمولیت، عکاسی اور تجزیے کی ایک قیمتی پرت کا اضافہ کرتی ہے۔ باب تخیلات میں حمد وثنائے ساقی ازل، مدح وثنائے ساقی کوثر، مشرق ومغرب کے شعرائے کرام کا منظوم حمد یہ کلام شامل کیا گیا ہے۔ باب تاثرات میں نامہ ہائے شوق، رقعات ذوق، نقطہ ہائے نظر پر مبنی مضامین شامل کیے گئے ہیں اور آخر میں باب متفرقات میں حمد یہ ونعتیہ ادب کی اہم شخصیات کا تذکرہ، اردو حمد یہ ونعتیہ ادب کے فروغ کے حوالے سے عالمی سطح کی سرگرمیوں اور خبروں کو جگہ دی گئی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ''جہان حمد ونعت'' میگزین کا شمارہ نمبر 5 ایک ایسا شاہکار ہے، جو نہ صرف حمد ونعت کی روایات کو خراج تحسین پیش کرتا ہے، بلکہ اس صنف میں عصری تاثرات اور تنقیدی تناظر کو بھی سامنے لاتا ہے۔ میں ''جہان حمد ونعت'' کے مدیران اور معاونین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

● **عابد رشید،** شکاگو، امریکہ

محترم پروفیسر جوہر قدوسی... سلامت رہیں آپ۔ ''جہان حمد ونعت'' کے شمارہ نمبر 4 کی پی ڈی ایف نظر نواز ہوئی۔ فروغِ حمد ونعت کے لیے آپ کی کوشش وکاوش قابل تحسین ہے۔ بہت بہت مبارک ہو جناب۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔ ***

ماہنامہ **الحیات** کے چند خاص نمبر (سال 2014 تا 2018)

شمار	نام کتاب / خاص نمبر / خاص اشاعت	مرتب	صفحات	ہدیہ
01	مشرق ومغرب میں قبولِ اسلام کی لہر (قبولِ اسلام نمبر)	مدیر 'الحیاۃ'	528	150.00
02	داعیِ قرآن، داعیِ خلافت: ڈاکٹر اسرار احمدؒ (ڈاکٹر اسرار احمدؒ نمبر)	〃 〃	432	120.00
03	مشرق ومغرب کی خواتین میں قبولِ اسلام کی لہر (قبولِ اسلام نمبر)	مدیر 'البنات'	224	128.00
04	ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ: حیات، افکار، افادات	مدیر 'الحیاۃ'	608	400.00
05	'نبی مہربان ﷺ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (جنوری 2014ء)	〃 〃	84	020.00
06	'ماہِ صیام نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (جولائی۔اگست 2014ء)	〃 〃	132	025.00
07	'محسنِ انسانیت ﷺ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (جنوری 2015ء)	〃 〃	84	020.00
08	'اِصلاحِ قلب نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (مئی 2015ء)	〃 〃	84	020.00
09	'روزہ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (جون 2015ء)	〃 〃	84	020.00
10	'تعلیماتِ نبوی ﷺ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (دسمبر 2015ء)	〃 〃	84	020.00
11	'جدید فقہی مسائل نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (مئی 2016ء)	〃 〃	84	020.00
12	'روزہ: فضائل ومسائل نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (جون 2016ء)	〃 〃	84	020.00
13	'میلاد النبی ﷺ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (اگست۔دسمبر 2016ء)	〃 〃	100	020.00
14	'نماز نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (جنوری 2017ء)	〃 〃	84	020.00
15	'مطالعہ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (فروری 2017ء)	〃 〃	84	020.00
16	'دینی مدارس نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (مارچ 2017ء)	〃 〃	92	020.00
17	'ماہِ رحمت ومغفرت نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (جون 2017ء)	〃 〃	100	020.00
18	'حج وعمرہ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (جولائی 2017ء)	〃 〃	68	020.00
19	'تعمیرِ شخصیت نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (ستمبر 2017ء)	〃 〃	84	020.00
20	'مطالعہ احادیث نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (اکتوبر 2017ء)	〃 〃	84	020.00
21	'سیرۃ النبی ﷺ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (دسمبر 2017ء)	〃 〃	100	020.00
22	'قرآنی تعلیمات نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (جنوری 2018ء)	〃 〃	84	020.00
23	'مضامینِ قرآن نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (فروری 2018ء)	〃 〃	84	020.00
24	'ماہِ قرآن وغفران نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (مئی 2018ء)	〃 〃	84	020.00
25	'علامہ انور شاہ کشمیریؒ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (جولائی 2018ء)	〃 〃	84	020.00
26	'علامہ احمد رضا بریلویؒ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (اگست 2018ء)	〃 〃	84	020.00
27	'علامہ سیّد مودودیؒ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (ستمبر 2018ء)	〃 〃	116	030.00
28	'علامہ محمد ناصر البانیؒ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (اکتوبر 2018ء)	〃 〃	84	020.00
29	'محسنِ انسانیت ﷺ نمبر'۔۔ 'الحیاۃ' (نومبر 2018ء)	〃 〃	84	020.00

نوٹ: زیادہ تعداد میں مفت تقسیم کے لیے خاص رعایتی قیمت ہے، رابطہ فرمائیں : 9906662404

باب

متفرقات

’نعت موضوعِ شاعری ہے، صنفِ سخن نہیں‘

معروف شاعر اور ادیب مظفر عارفی سے نثار احمد نثار کی گفتگو

’’نعت اب اِرتقائی مراحل سے نکل کر ترقی کی اوج ثریا پر پہنچ چکی ہے‘‘ ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی کا انٹرویو

ڈاکٹر نثار احمد نثار

’نعت موضوعِ شاعری ہے، صنفِ سخن نہیں‘

معروف شاعر اور ادیب مظفر عارفی سے نثار احمد نثار کی گفتگو

منظر عارفی ایک ہمہ جہت شخصیت ہیں‘ وہ شاعر‘ ادیب اور صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کے اسکالر بھی ہیں‘ ان کی تصانیف و تالیفات میں پاؤں میں گرداب (شعری مجموعہ)‘ اللہ کی سنت (قومی سیرت ایوارڈ یافتہ‘ نعتیہ مجموعہ)‘ تم میری منزل نہیں (افسانے)‘ روحِ ایماں (نعتیہ مجموعہ)‘ کمالِ سخن (مجموعۂ حمد)‘ بساطِ عشق سے کارِ سخن تک (شعری مجموعہ۔ کاروان ادب فیصل آباد سے ایوارڈ یافتہ)‘ انہی مشعلوں سے دیے جلے (منظوم احادیث۔قومی سیرت ایوارڈ یافتہ)‘ حنبل (مجموعہ رباعیات)‘ سب سے مہنگی گائے (نثری کہانیاں۔نیشنل بک فاؤنڈیشن سے انعام یافتہ)‘ فانوس (منظوم۔قومی سیرت ایوارڈ یافتہ)‘ اے بیٹے! (نثری کتاب)‘ ابوجہل کی پٹائی (نثری کتاب)‘ شعری کھلونے (بچوں کے لیے نظمیں)‘ عرفانیات عارف (عارف اکبرآبادی کی حمد ونعت)‘ سیرتِ نبویؐ (صوبہ سندھ ایوارڈ یافتہ)‘ کراچی کا دبستان نعت‘ مناقب امام حسینؓ‘ مناقب خلفائے راشدین۔ کراچی کے اہل قلم (جس کی تین جلدیں شائع ہوچکی ہیں) شامل ہیں۔اس کے علاوہ ادبی رسالے سربکف اور کتابی سلسلہ ’’تذکرہ‘‘ میں اہم خدمات انجام دیں۔راقم الحروف نثار احمد نثارؔ نے ان سے تفصیلی گفتگو کی، جس کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

سوال : اپنے خاندانی پس منظر کے بارے میں کچھ بتایئے گا۔

منظر عارفی: میرے والدین کا وطن الہٰ آباد (بھارت) ہے۔قیام پاکستان کے فوراً بعد والدین پاکستان آگئے اور شاہ فیصل کالونی میں قیام کیا۔تاحال ہم سب کا قیام یہیں ہے۔میرے

پرداداسید امانت علی الٰہ آباد میں آرکی ٹیکچر تھے۔ برطانوی حکومت کی دعوت پر الٰہ آباد ریلوے اسٹیشن کا نقشہ الٰہ اباد کے کئی آرکی ٹیکچر زنے بنایا لیکن برطانوی حکومت نے میرے دادا سید امانت علی کا بنایا ہوا نقشہ منظور کیا اور اسٹیشن تعمیر ہو گیا جو آج بھی موجود ہے۔ وائسرائے نے پردادا کے اسکیل پر بطور ایوارڈ اپنے دستخط کیے تھے۔ وہ اسکیل میرے مرحوم چچا کے پاس یہاں کراچی میں محفوظ تھا۔ یقیناً ان کے بچوں کے پاس اب بھی ہوگا۔ واللہ علم۔

ترقی کے کوئی ذرائع نہیں تھے۔ میٹرک کے بعد تعلیم بھی اپنے طور پر حاصل کرتا رہا۔ پڑھائی جاری رکھنے کا شوق تھا تاہم حالات سازگار نہیں تھے' سو پڑھائی چھوڑنی پڑی۔ پڑھائی چھوٹی قلم کاغذ سے رابطہ نہیں چھوٹا۔ چوبیس' پچیس سال پہلے کراچی میں ایک پرائیویٹ ادارے میں ملازم ہوا تھا آج بھی اسی میں ملازم ہوں۔ گھر کی ضرورت اور ذمہ داریوں کو داؤ پر لگا کر نہ کوئی کتاب چھپوائی نہ اپنا کوئی کھانے' پہننے اور سیر وتفریح وغیرہ جیسا شوق پورا کیا۔ کتب چھپوانے کے سلسلے میں مختلف حلال ذرائع اضافی محنت کی اور کتاب چھپوائی۔ بچوں کی اعلیٰ تعلیم وتربیت سے کبھی غفلت نہیں برتی۔ میرا بڑا بیٹا محمد احمد رضا سید الحمدللہ سوفٹ ویئر انجینئر ہے (لیکن بوجوہ اس کے مال میں میرا کوئی حصہ نہیں) چھوٹا بیٹا محمد حنبل رضا سید اسکول میں زیرِ تعلیم ہے' 24 سال سے کرائے کے مکانوں میں زندگی گزار رہا ہوں' مجھے اعتراف ہے کہ میرے رب نے مجھے سب کچھ عطا کیا۔ وہ زبان میرے پاس نہیں جس سے میں اپنے رب کا شکر ادا کرسکوں۔

سوال : آج کے زمانے میں تنقید کا معیار کیا ہے' کیا آج کے تنقید نگار اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہے ہیں؟

منظر عارفی: آج کی تنقید کا معیار مقرر کرنا تو تنقید پر تحقیقی کام کرنے والے کا کام ہے' میرے نزدیک تنقید کے معنی ''صرف علمی بنیاد پر ایک تخلیق کے محاسن وعیوب کو ظاہر کرنا ہیں'' اس میں ایک تو تخلیق کار کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ دوسرے کسی اور کو گھما پھرا کر دوراذ کار کی تاویلوں کے ذریعے اور نہ سمجھ میں آنے والی گفتگو لکھ کر اس کا رد نہیں کرنا چاہیے۔ جب دو اور دو چار ہوتے ہیں تو کیا ضروری ہے کہ اس پر بضد رہا جائے اور اس پر اپنی ساری توانائی صرف کی جائے کہ نہیں

جناب ’’دوا اور دو کچھ اور بھی ہوتا ہے۔‘‘ تنقید کے نام پر بڑے بڑے مقالے لکھے گئے ہیں، ضخیم کتابیں موجود ہیں، جن میں سے بیشتر کا توجہ سے پڑھنا بھی ممکن نہیں ہوتا چہ جائیکہ انہیں سمجھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعری تو پھر دس بیس فیصد پڑھی اور سنی جا رہی ہے میری ذکر کردہ ’’تنقید‘‘ کتنے فیصد پڑھی اور سنی جا رہی ہے۔ ہاں اپنی معلومات کا رعب بٹھانے کے لیے جو نہ کسی کی سمجھ میں آئے نہ کوئی اس پر گفتگو کرے ایسی ’’تحریریں‘‘ اہمیت کی حامل ہیں جنہیں ’’تنقید‘‘ کا نام دے دیا گیا ہے۔ لیکن میری یہ گفتگو کوئی حرفِ آخر نہیں۔ یہ میری رائے ہے۔

سوال : کیا نعت کو اصنافِ سخن میں شامل کیا جا سکتا ہے؟

منظر عارفی: ’’نعت‘‘ موضوعِ شاعری ہے، صنف نہیں۔ صنفِ سخن تو غزل، نظم، (معرا، پابند یا نثری وغیرہ) قطعہ، رباعی، مسدس، مخمس، مربع، ثلاثی، ترو ینی، چہار بیت، قصیدہ، دوہا، سانیٹ، ہائیکو، ترکیب بند، ترجیع بند، تضمین وغیرہ وغیرہ ہیں۔ ان اصناف میں کسی بھی موضوع پر شاعری کی جا سکتی ہے۔ عاشقانہ ہو، عارفانہ ہو، فلسفیانہ ہو، سیاسی ہو، معاشرتی ہو، اصلاحی ہو، انقلابی ہو، احتجاجی ہو، دفاعی ہو، حمدیہ ہو، نعتیہ ہو، منقبتی ہو، تحسینی ہو، تقریظی ہو، ہجویانہ ہو، ہزل ہو الغرض کسی بھی موضوع پر کسی بھی صنف میں شاعری کی جا سکتی ہے، کوئی پابندی نہیں۔ نعت بھی انہیں اصناف میں سے بیشتر میں کہی جا رہی ہے اس کے لیے الگ سے کوئی صنف ایجاد نہیں کی گئی۔ اگر الگ سے کوئی صنف ایجاد کر لی جاتی اور نعت اسی صنف کے لیے مخصوص ہوتی تو کہا جا سکتا تھا کہ ’’نعت ایک صنفِ سخن‘‘ ہے۔ ابھی تو کسی صورت میں نعت کو ’صنفِ سخن‘ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر چہ 99 فیصد لکھنے والوں نے اسے ’صنفِ سخن‘‘ لکھا ہے لیکن اس سے دلیل نہیں لی جا سکتی یہی حال ’’مرثیے‘‘ کا ہے۔ مرثیہ بھی موضوعِ سخن ہے صنفِ سخن نہیں۔ صرف مسدس میں کہے جانے کی وجہ سے مسدس صنفِ مرثیہ نہیں بن گئی۔ مسدس آج بھی مسدس ہے۔ کیا غزل کی ہیئت، نظم، قطعہ، رباعی یا کسی اور صنف میں مرثیہ نہیں کہا جا سکتا یا مسدس میں کسی اور موضوع پر شاعری نہیں کی جا سکتی۔

سوال : موجودہ زمانے میں نعت خوان حضرات خود ہی نعتیں لکھ رہے ہیں جن میں لوگوں کے جذبات سے کھیلا جا رہا ہے، فلمی دھنوں پر نعتیں لکھی جا رہی ہیں کیا اس طرح نعت کا تقدس

پامال نہیں ہو رہا؟

منظر عارفی: ہمارے ہاں کسی موچی کو آپریشن تھیٹر میں آپریشن کا کام نہیں سونپا گیا کسی درزی کو پلاسٹک سرجری کی اجازت نہیں دی گئی' کسی بک سیلر کو ٹیچر مقرر نہیں کیا گیا' کسی ردّی پیپر خریدنے اور بیچنے والے کو ریسرچ اسکالر نہیں بنایا گیا لیکن ''نعت'' کے ساتھ شعوری ظلم یہ کیا گیا کہ ہر شخص کو اجازت دے دی گئی کہ وہ ''نعت'' کہے اور جیسے چاہے کہے اور اس کو یہ سرٹیفکیٹ بھی دے دیا گیا کہ وہ سب سے بڑا عاشق رسول' حقیقی فنا فی المصطفیٰ' اللہ تعالیٰ کا سب سے محبوب و پسندیدہ اور سب سے اہم بات بخشا بخشایا ہے۔ اب کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں تحقیق سے یہ بات ثابت کر سکتا ہوں کہ جس کو ''نعت'' کہا جاتا ہے اردو شاعری کے سرمائے میں دس فیصد مل جائے تو کمال ہے۔ نعت کے نام پر اللہ' اسلام' دین' شریعت سے بے زاری اور صرف اور صرف سادہ عوام کے جذبات کو بھڑکا کر اس کی جیب سے پیسے نکلوانے والی شاعری کو ''نعت'' قرار دے دیا گیا ہے جس میں توہین رسول بھی چیخ رہی ہے اور ناموس رسول بھی واویلا کر رہی ہے اور ایسی باتوں کو مذہبی عقائد خصوصاً اہلِ سنت کے عقائد کا نام دے دیا گیا ہے جو علمائے اہلِ سنت کی تحریروں سے بھی ثابت نہیں۔ اور کمال یہ ہے کہ ان کے خلاف کوئی علم والا بول نہیں سکتا۔ عوام کو ان کے اصل چہروں سے آگاہ کیا جانا چاہیے۔

سوال: یہ بتائیے کہ نعت کے بنیادی تقاضے کیا ہیں' کیا نعت پر تنقید درست ہے؟

منظر عارفی: نعت کے بنیادی تقاضے۔ یہی وہ کڑوی ترین چیز ہے جو اگر محبت اور عقیدت سے نگل لی جائے تو نعت شفاف ہو سکتی ہے۔ سچ' لایعنیت سے قطعی پرہیز' اپنی من مانی سے قطعی گریز' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا عظیم المرتب رسول سمجھنا صرف اپنا ممدوح نہ سمجھنا۔ ذاتِ رسالت' منصب رسالت' حقوق رسالت' ناموس رسالت سے حقیقی آگاہی (اپنی مرضی والی نہیں) ادب' اخلاص' محض اور محض رضائے الٰہی' خوفِ حساب' احتسابِ حشر' احترامِ اسلام' احترامِ شعارِ اسلام' احترامِ تعلیماتِ اسلام یہ سب کچھ نعت کے بنیادی تقاضے ہی ہیں ان کے بغیر کوئی چیز نعت نہیں ہو سکتی اور ہمارے ہاں نعت میں کم و بیش یہی چیزیں نہیں ہیں بس وہ ''نعت'' ہے جو

دولت اور شہرت اور لذت تینوں چیزیں دے رہی ہے۔ اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ نعت پر تنقید معاذ اللہ رسول اللہؐ پر تنقید کرنا ہے جس کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ یہ بات درست نہیں' تنقید جو ہو رہی ہے وہ شاعر کی اس شاعری پر ہو رہی ہے جسے اس نے لکھا ہے کہ نعت ہے۔ اس کلام کی اچھائی اور برائی کو اہلِ علم و معرفت سامنے لا رہے ہیں اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جو اچھا ہے' درست ہے وہ قبول کر لیا جائے اور جو کسی بھی وجہ سے غلط در آیا ہے اس سے بے زاری ظاہر کر کے اس کی اصلاح کر لی جائے یا اسے تبدیل کر لیا جائے۔ لیکن افسوس یہی نہیں ہوتا' لکھنے والا سمجھتا ہے اس نے جو کچھ لکھا ''خدا کے غیر متنزل کلام'' کی طرح ہے جس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں' جس پر حرفِ اعتراض اٹھانا کفر سے بدتر ہے۔

سوال : دیکھنے میں آ رہا ہے کہ نعت پر یونیورسٹیوں کے تحت ایم اے' ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے دھڑا دھڑ سامنے آ رہے ہیں یقیناً آپ کی نظر میں ہوں گے ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

منظر عارفی: یہ بڑی خوش آئند بات ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نعت کو شاعری کا ایک مستقل اور محترم موضوع تسلیم کر لیا گیا ہے اور اس پر تحقیق کی اجازت جامعات نے دے دی ہے۔ مجھے برادرم صبیح رحمانی نے بتایا تھا کہ آج سے کم و بیش بائیس سال پہلے اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی جامعہ نعت پر کوئی موضوع ایم اے یا ایم فل کے لیے ہی پاس کر دے' پی ایچ ڈی تو بہت دور کی بات تھی۔ لیکن اب ایسا نہیں ہے' مقالے اٹھا کر واپس کر دینے والے اب اپنی سپروائزنگ میں نعت پر مقالے لکھا رہے ہیں لیکن میں یہاں یہ بات ضرور کہوں گا کہ یہ شعبہ نیا ہونے کے باوجود ابھی سے تساہل پسندی کا شکار ہے اور کم از کم ایم اے اور ایم فل کی سطح پر ایسا نہیں کہ کسی علمی فورم پر بحیثیت تحقیق یا بحیثیت علمی کام پیش کیا جائے۔ اس شعبے کو اگر واقعی زندہ رکھنا ہے تو ریسرچ اسکالر سے اصل کتابوں اور ماخذ سے تحقیق کرائی جائے اس موضوع پر لکھے ہوئے پچھلے مقالوں سے کوٹنگ لینے پر سخت پابندی کی جائے۔

سوال : بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اردو ادب روبہ زوال ہے' آپ اس سلسلے میں کیا

کہتے ہیں؟

منظر عارفی: یہ کہنا تو درست نہیں کہ اردو ادب روبہ زوال ہے' ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو ادب کا معیار روبہ زوال ہے اس کی سب سے بڑی وجہ جو مجھے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے' بغیر کسی معیار کے' بغیر کسی مقصد کے لکھنے والوں کی تعداد میں ہوش ربا اضافہ ہو چکا ہے خصوصاً خواتین کا تو شمار ہی نہیں۔ ڈائجسٹوں کی بھرمار نے اس سلسلے کو خوب ترقی دی ہے کیوں کہ مالکان کو ڈائجسٹ نکالنے کے لیے مواد چاہیے۔ ان کو مواد مل رہا ہے اس بات سے قطع نظر یہ مواد کتنا معیاری اور کتنا بوگس ہے۔ اس مواد کو پڑھنے والا جو طبقہ ہے وہ علمی اور تنقیدی شعور سے عاری ہے' وہ بھی بے سوچے سمجھے پڑھ رہا ہے۔ اس سلسلے میں لکھوانے والون کا ایک الگ کردار ہے۔ وہ لکھنے والوں کو بریفنگ دیتے ہیں کہ تم نے یہ یہ لکھنا ہے اور وہ یہ اس لیے کرتے ہیں کہ انہیں اپنا ڈائجسٹ بیچنا ہے۔ مدیر جانتا ہی نہیں کہ افسانہ کیا چیز ہے اور سپاٹ کہانی کیا چیز ہے۔ میں کہانی کا مخالف نہیں ہوں لیکن اس بات پر ضرور زور دیتا ہوں کہ کہانی اور افسانے میں فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔ ہر طویل رومانی کہانی ناول قرار دی جارہی ہے۔ میں ادبی پرچوں میں اکثر دیکھتا ہوں کہ افسانے کا نام دی ہوئی تیسرے درجے کی کہانی پہلے نمبر پر شائع کی جارہی ہے۔ یہی حال غزل اور نظم کا ہے۔ بے مقصد تحریروں سے موٹے موٹے پرچے بھرے ہوئے ہیں۔ بامقصد اور اعلیٰ تحریروں کی تلاش کا کام خواب وخیال ہو کر رہ گیا ہے۔

سوال: اس سلسلے میں پیش لفظ' مقدمے اور تقریظ وغیرہ لکھنے والے کہاں تک آپ کو حق بجانب نظر آتے ہیں؟

منظر عارفی: میرا صرف خیال نہیں بلکہ گہرا مشاہدہ ہے کہ اب یہ شعبہ صرف اور صرف جانبداری کا شکار ہے۔ اس وقت لکھنے والوں میں سے بیشتر کا حال یہی ہے کہ کسی کتاب پر وہ کچھ لکھ رہے ہیں جو کتاب کے مواد سے ثابت نہیں یا تو وہ بغیر کتاب پڑھے لکھ رہے ہیں یا لکھتے وقت ان کے پیش نظر صرف شخصیت اور تعلق ہے۔ معیاری زوال کا ایک بہت بڑا تعلق اس سے بھی ہے۔ معمولی لکھنے والے کو ایسی خوش فہمی میں مبتلا کر دینا کہ اس کے ذہن کا گنبد ہی بند ہو جائے

میرے خیال میں اسے ظلم کہنا بے جا نہیں ہوگا۔اس کے باوجود یہ عنصر بھی ہمارے ہاں موجود ہے کہ اگر کسی نے سچ لکھ دیا تو وہ سچ لکھوانے والے کو قبول نہیں ہوگا۔لکھوانے والا اپنی تخلیق پر نظر ثانی کرنے کے بجائے سچ لکھنے والے کا اور ہی رنگ دینے لگتا ہے۔اسی کی طرح کے دس حاشیہ بردار اس کے پہلے سے حمایت پر موجود ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود میں کہوں گا کہ پیش لفظ' مقدمہ' تقریظ' تحسین' شخصیت اور تعلق سے ماورا ہو کر محض تخلیق کی بنیاد پر ہی لکھی جانی چاہیے صرف زمین و آزمان کے قلابے ملانے سے معیار پست ہی ہوتا ہے۔ ✻ ✻ ✻

غلام ربانی فدا

''نعت اب اِرتقائی مراحل سے نکل کر ترقی کی اوج ثریا پر پہنچ چکی ہے'' ----- ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی کا انٹرویو

ڈاکٹر محمد حسین مُشاہدؔ رضوی صاحب برصغیر میں نعتیہ ادب کا ایک معتبر نام اور حوالہ ہیں۔تقدیسی ادب کو ان کی دین اتنی زیادہ ہے کہ اس کی تفصیل کے لیے ایک کتاب درکار ہے۔ذیل میں موصوف کا ایک اہم انٹرویو نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے، جو اگرچہ تازہ نہیں ہے، لیکن اس میں ڈاکٹر صاحب نے نعتیہ ادب کے حوالے سے اپنے جن افکار و خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ آج بھی اپنے اندر ایک تازگی، جدت اور ندرت لیے ہوئے ہیں۔انٹرویو کے متن کی اہمیت کے سبب اس انٹرویو کے اہم ترین حصّے کو یہاں پر مدیر'جہانِ نعت' جناب غلام ربانی فدؔا کے تئیں شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔محترم ڈاکٹر صاحب کا بھی شکریہ۔ [ڈاکٹر قدّوسی-مدیر]

سوال : اپنا مکمل ادبی، سوانحی، مذہبی پس منظر بیان کیجیے۔

مشاہد رضوی : ناچیز محمد حسین ابن عبدالرشید المتخلص بہ مُشاہد رضوی، شہر مالیگاؤں (ناسک

مہاراشٹرا) کے ایک متوسط مومن انصاری خاندان میں محرم الحرام ۱۴۰۰ھ اوراسکولی ریکارڈ کے مطابق یکم جون ۱۹۷۹ء کو پیدا ہوا۔ داداجان حاجی احمد مرحوم ومغفور سلسلۂ قادریہ کاملیہ کے مشہور بزرگ حضرت صوفی جان محمد میاں علیہ الرحمۃ (ولید پور شریف) سے بیعت وارادت رکھتے تھے آپ کے والد عبدالشکور مرحوم نے محلہ سکٹھاں، ٹانڈہ (یوپی) سے ہجرت کر کے مالیگاؤں میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی ۔ میں نے ہمارے دادا مرحوم کو تاعمر سُنّت کے مطابق سر پر عمامہ سجائے ہوئے دیکھا آپ صوم وصلاۃ اور تلاوتِ قرآن کے انتہائی پابند تھے، والد گرامی حاجی عبدالرشید برکاتی اور والدہ حجن خدیجہ دونوں بھی صوم وصلاۃ کے پابند اور مذہب سے گہرا لگاؤ رکھنے والے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ ہم سب بھائی بہنوں کو اپنی استطاعت کے مطابق عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دلوائی اور اس احسن انداز سے تربیت فرمائی کہ ہم پر مذہبی تعلیم کا رنگ غالب ہے۔ ہم سب اہل خانہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار ونظریات کو ماننے والے ہیں۔

ناچیز نے ابتدائی دینی تعلیم مدرسہ حزب الرسول (ﷺ) انصار روڈ اور مدرسہ اہل سنت تجوید القرآن، واقع سنّی دفتر انصار روڈ اسلام پورہ سے حاصل کی، بعد ازاں دارالعلوم حنفیہ سُنّیہ اسلام پورہ میں کچھ سال رہ کر اَعلا دینی تعلیم کا حصول کیا مگر بدقسمتی سے تکمیل نہ ہوسکی، اسی طرح ابتدائی عصری تعلیم سوئیس پری پرائمری اور میونسپل اردو مدرسہ نمبر ۶۸ میں حاصل کی بعدہ اے ٹی ٹی ہائی اسکول سے دسویں کا امتحان پاس کیا اور وہیں کی جونیئر کالج سے بارہویں کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہوئے اردو مضمون میں پونہ بورڈ میں سکنڈ ٹاپ پوزیشن حاصل کی، بارہویں کے بعد جے اے ٹی جونیئر کالج آف ایجوکیشن، امام احمد رضا روڈ سے ڈی ایڈ کیا اور پونہ یونیورسٹی سے اردو ادب میں بی اے اور ایم اے کے اندر امتیازی درجہ سے کامیابی نصیب ہوئی، اسی دوران ایم اے سکنڈ میں رہتے ہوئے ناچیز یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (UGC) کے زیرِ اہتمام کالجز اور یونیورسٹیز میں لکچرر شپ کے لیے ملک گیر سطح کے مقابلہ جاتی امتحان NET (نیشنل ایجوکیشنل ٹیلنٹ) میں شریک ہوا اور اس مشکل ترین امتحان میں فرسٹ اٹیمپٹ میں کام یابی حاصل کر کے ایم اے سکنڈ پارٹ میں

رہتے ہوئے NET جیسا مشکل ترین امتحان فرسٹ اٹیمپٹ میں کام یاب کرنے والے مالیگاؤں کے پہلے مسلم طالب علم کہلانے کا اعزاز ملا، مَیں نے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھتے ہوئے جولائی ۲۰۰۸ء میں ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونی ورسٹی اورنگ آباد سے ’’مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی مطالعہ‘‘ عنوان کے تحت محترمہ ڈاکٹر شرف النہار صاحبہ (صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر رفیق زکریا ویمن کالج اورنگ آباد) کی نگرانی میں پی۔ایچ۔ڈی کے لیے رجسٹریشن کروایا اور ۲/اپریل ۲۰۱۱ء بروز سنیچر کو تشفی بخش وائیوا کے بعد ۱۸/اپریل ۲۰۱۱ء کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مذکورہ موضوع پر یہ پہلی پی ایچ ڈی ہے۔

آپ نے ادبی پس منظر کے بارے میں بھی دریافت کیا ہے اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہمارے گھرانے میں ماضی میں کوئی شاعر یا ادیب تو نہیں گزرا۔ یہ امام احمد رضا بریلوی کی کتب کے مطالعہ کا ثمرہ ہے کہ شاعری، نثر نگاری اور تحقیق وتنقید وغیرہ کا شعور پیدا ہوا۔ والدین کی تربیت کا بھی اس میں دخل ہے کہ انھوں نے اچھی کتب کے مطالعہ کی بچپن ہی سے عادت پیدا کی۔ تقریباً ہر فن اور ہر موضوع پر کتابیں گھر میں موجود ہونے کے سبب مطالعہ کے شوق نے بھی ادبی ذوق کو مہمیز دی۔ ہاں! ہائی اسکول کے زمانے میں کچھ ایسے دوستوں کی صحبت بھی ملی جس کی وجہ سے شعری وادبی ذوق پروان چڑھا۔

سوال : نعت کن ارتقائی مراحل سے گزر رہی ہے اور اس کے سامنے کون کون سے آفاق ہیں ؟

مشاہد رضوی : نعت اب ارتقائی مراحل سے نکل کر ترقی کی اوج ثریا پر پہنچ چکی ہے۔ ہماری اردو دنیا میں نعت سے متعلق ماضی میں جو نظریات تھے، ان سے ہم اچھی طرح واقف ہیں کہ دنیا نے وہ دور بھی دیکھا جب نعت کو بہ طورِ صنف تسلیم کرنا تو کُجا اسے شاعری سے ہی خارج کر دیا گیا تھا، انجمن ترقی پسند مصنفین اور حلقۂ اربابِ ذوق کے غلبے نے لاکھ کوشش کی کہ اس صنف کو پروان چڑھنے نہ دیا جائے لیکن آزادی کے بعد بعض جدید شعرا نے کائناتِ عالم کو اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ومجلّا کرنے کا عزمِ مصمم کرلیا

اور سببِ تخلیقِ کائنات اور وجہِ حیاتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، اخلاق و کردار اور شمائل وفضائل سے تاریک ذہنوں کو نورِ یقین عطا کرنا شروع کر دیا ان میں حفیظؔ میرٹھی، حسنینؔ رضا بریلوی، حافظؔ پیلی بھیتی، مصطفی رضا نوریؔ بریلوی، زائرِ حرم حمیدؔ صدیقی لکھنوی، ضیاؔ بدایونی، نعیمؔ صدیقی، یونسؔ قنوجی، ماہرؔ القادری، سید محمد اشرفی سیدؔ کچھوچھوی وغیرہم کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ نعت گوئی کے ذریعہ شعور وفکر کی طہارت و پاکیزگی سے ہم کنار کرنے والوں میں علاوہ ان شعرا کے نعت گوئی کے فن کو وسعت دینے میں عمیقؔ حنفی، عبدالعزیز خالدؔ، شمسؔ بریلوی، رازؔ الہ آبادی، عثمان عارفؔ نقش بندی، حفیظؔ تائب، اعظمؔ چشتی، راجا رشیدؔ محمود، شبنمؔ کمالی، قیصرؔ وارثی، اخترؔ الحامدی، مظفرؔ وارثی، اجملؔ سلطان پوری، طلحہ رضوی برقؔ دانا پوری، سید شمیم گوہرؔ الہ آبادی وغیرہم کی خدمات لائقِ قدر ہیں۔

یہ بات بڑی خوش آیند ہے کہ آج ہند و پاک میں کئی شعرا ایسے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو نعت گوئی کے لیے وقف کر رکھا ہے ان میں سید آلِ رسول حسنین نظمی مارہروی، اخترؔ رضا ازہری بریلوی، ابرارؔ کرت پوری، خلیلؔ وارثی، سید صبیحؔ رحمانی وغیرہم نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

ان حضرات کی پیہم مساعی سے نعت اب ارتقائی مراحل سے کافی آگے بلندی کی طرف پرواز کر چکی ہے۔ ہمارے نعت نگاروں نے ادب کے بہت سے آفاق کو اپنی نعت گوئی کے ذریعے مسخر کر لیا ہے۔ دیکھیے نا!! پہلے صرف غزل کی محبوب و مروج صنف میں نعت نگار حضرات طبع آزمائی کو محبوب و مرغوب تصور کرتے تھے۔ اب عصری منظر نامے پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو دل ایک مسرت بخش جذبات سے سرشار ہو جاتا ہے۔ آج نعت نگاری بے پناہ مقبول ہے اور ادب کے نئے نئے آفاق کو سَر بھی کیا جا رہا ہے۔ آج کے شعرا نت نئی تراکیب اور لفظیات، متنوع بحروں اور خود تراشیدہ زمینوں میں نعتیہ کلام لکھ رہے ہیں، دنیا کے تقریباً ہر خطے میں بلا لحاظ رنگ و نسل اور مذہب وملت نعت گوئی مسلسل جاری ہے، نعت شاعری کے جملہ فارم مثلاً غزل، مثنوی، رباعی، قطعہ، قصیدہ، ثلاثی، مربع، مسدس، مخمس، دوہا، کہہ مکرنی، چھند، چوپائی، سانیٹ، ہائیکو، ترائیلے، ماہیے وغیرہ وغیرہ اصناف میں لکھی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکیسویں صدی کو نعت گوئی

کی صدی خیال کیا جارہا ہے۔

ہاں! اتنا ضرور ہے کہ اب بھی غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، مرثیہ، نظم وغیرہ کی طرح نعت نگاری کے پیرایۂ زبان و بیان میں جدت وندرت کی قدرے ضرورت ہے۔ لیکن خوشی بھی اس امر کی ہے کہ ہمارے نئے نعت گو حضرات اس سمت کافی توجہ مبذول کررہے ہیں۔

سوال : اچھی نعت کہنے کے لیے صرف زبان و بیان پر قدرت ضروری ہے یا دیگر لوازمات اور تقاضے بھی ضروری ہیں؟

مشاہدرضوی : احسان دانش کہا کرتے تھے کہ اچھا شعر کہنے کے لیے نثری کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔ نعت تو ادب کی سب سے نازک اور مقدس صنف ہے اس لیے اس میں طبع آزمائی کرنے کے لیے تو صرف زبان و بیان پر قدرت ضروری نہیں بل کہ کتب احادیث کے ابواب فضائل اور سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی ہوئی مستند کتابوں کا مطالعہ بھی شاعر کے لیے ضروری ہے۔ تاکہ وہ اس بات سے باخبر رہ کہ اس کی نعت نگاری میں کہیں کوئی غیر مستند، غیر معتبر، موضوع یا من گھڑت واقعہ یا روایت تو جگہ نہیں پارہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اچھے اچھے شاعروں کے یہاں ایسی بے احتیاطی پائی جاتی ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ ہم مذہبی ادب کا بھی گہرا مطالعہ کریں، سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی معتبر کتب کو پڑھیں تاکہ ہمارا کلام ہر قسم کی بے اعتدالی اور غیر محتاط رویوں سے محفوظ رہے۔

سوال : نعتیہ نظموں کی تعداد موجودہ دور میں آپ کہاں دیکھتے ہیں۔ کہا جارہا ہے کہ موجودہ دور نعتیہ نظم کا دور ہے۔ آپ ان امکانات کو کہاں پر اور کیسے دیکھتے ہیں؟

مشاہدرضوی : سچ کہا آپ نے موجودہ دور نعتیہ نظموں کا دور ہے۔ اب غزل کے فارم سے آگے نظم کی ہیئت میں نعت نگاری کثرت سے کی جارہی ہے۔ ہمارے یہاں تو کم لیکن پاکستان، عرب امارات اور دیگر ممالک کے نعت نگار شعرا موجودہ دور کے درد و کسک اور کرب و ابتلا کو اپنی نعتیہ نظموں میں بڑی خوب صورتی سے تحلیل کررہے ہیں اور مختصر نعتیہ نظموں کے علاوہ طویل نعتیہ نظمیں بھی لکھ رہے ہیں۔ ہمارے یہاں قیصر الجعفری کی ایک طویل نعتیہ نظم ''چراغِ حرا'' کافی مقبول ہوئی اور اسی طرح مالیگاؤں کے مشہور شاعر امین صدیقی کی ایک طویل نظم ''تنزیل'' اور سلیم شہزاد کی سیرت پر منظوم نظم ''تزکیہ'' اور ''وہ لیلۃ القدر کا ستارا'' کے نام ابھی ذہن میں آرہے ہیں جو طویل تجرباتی نعتیہ نظمیں ہیں۔ ان کے علاوہ ہندوستان کے بعض جدید شعرا نے بھی کافی اچھی نعتیہ نظمیں کہی ہیں۔

ویسے اپنی خوب صورت اور منفرد نعتیہ نظموں کی وجہ سے عمیقؔ حنفی، سید جمیل نقویؔ، مظفر

وارثی، نعیمؔ صدیقی اور عبدالعزیز خالدؔ نے اردو نعت گوئی کی تاریخ میں ایک زرّیں نقش ثبت کیا ہے۔ عمیقؔ حنفی کی نظم ''صلصلۃ الجرس'' عصرِ جدید کے مطلع کا ایک ایسا روشن ترین ستارہ ہے جس کی چمک دمک سے جبینِ آفتاب بھی شرمارہی ہے۔ یہ ایک ایسی مقبول ترین نظم ہے جسے ہر مکتبِ فکر کے افراد نے بہ نظرِ استحسان ملاحظہ کیا ہے۔ نعیم صدیقی کی ''گرداب وگہر'' بھی بڑی خوب صوت طویل نعتیہ نظم ہے۔ علاوہ ازیں عبدالعزیز خالدؔ کی طویل نظموں ''منحمنا، فارقلیط، حمطایا، طاب طاب، ماذماذ، حاط حاط'' کے تذکرہ کے بغیر عصرِ حاضر میں اردو نعت گوئی کا بیان نامکمل کہلائے گا۔ مزید اس بات کے امکانات روشن ہیں کہ اب نظم کے فارم میں نعت نگاری نئے لکھنے والوں میں مقبول ہوگی۔

ہاں! ایک بات اور یاد آئی کہ الطاف حسین حالیؔ کی مسدس اور اقبالؔ کی بعض نظموں اور حفیظؔ جالندھری کی شاہ نامہ کی زیریں لہریں بھی نعت سے ہم رشتہ ہیں، جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: آج کے دور میں نعت لکھنے والوں کے لیے خصوصاً نوجوانوں کے لیے کیا پیغام دینا چاہیں گے؟ کیا اوصاف کو اپنانا چاہیں؟

مشاہدرضوی: نعت نگار حضرات کے لیے چاہیے کہ وہ اپنے اشعار کو صداقت اور سچائی کا آئینہ دار بنائیں۔ یہ نہیں کہ ہم اپنے شعروں میں کچھ بیان کررہے ہیں اور ہمارا طرزِ عمل کچھ اور ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اگر ہم نعت لکھ رہے ہیں تو سنتِ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل بھی کریں۔ ورنہ ہماری شاعری محض شاعری کا حسن رہ جائے گی۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جو ہمارے اشعار ہیں وہی ہمارے اعمال بھی بولنے لگیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کررہے ہیں صرف شاعری کے حُسن کے لیے اور نعتیہ مشاعروں اور مجلسوں میں داد وتحسین وصول کرنے کے لیے نعتیہ کلام لکھ رہے ہیں تو یہ صرف دنیاوی اعتبار سے تو نفع بخش ہوسکتا ہے۔ دنیوی لحاظ سے یہ کسی بھی صورت قابلِ تحسین نہیں۔ خلوص وللّٰہیت کا شعروں میں ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ ہم ایک ایسی عالی وقار اور عظمت نشان بارگاہ میں محوِ نغمہ سرا ہیں جن پر اللہ کی عطا سے ہمارے حالات خوب خوب روشن ہیں۔ اور مطالعہ کی عادت ڈالیں اچھی نعتیہ شاعری بھی پڑھتے رہیں اور سیرت وتاریخ اور احادیث کی کتب سے بابِ فضائل بھی اپنے مطالعہ میں رکھیں۔

سوال: آپ کے پسندیدہ نعت گوشاعر کون ہیں؟

مشاہدرضوی: میرے پسندیدہ نعت گوشاعروں میں سب سے مقدم امام احمد رضا بریلوی ہیں۔

علامہ حسن رضا بریلوی، مفتیِ اعظم علامہ مصطفی رضا بریلوی، علامہ جمیل الرحمن بریلوی، محدثِ اعظم ہند، سید نظمی میاں، تاج الشریعہ علامہ ازہری میاں، مولانا سعید اعجاز کامٹوی، اجمل سلطان پوری، بیکل اتساہی، الطاف انصاری سلطان پوری مالیگانوی، کلیم شاہدوی مالیگانوی، مظفر وارثی، عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب جیسے نعت گوشعرا بھی ناچیز کے پسندیدہ شاعروں میں شامل ہیں۔

سوال : آپ کے نعتیہ شاعری پر کن حضرات کے اثرات زیادہ ہیں؟

مشاہدرضوی : ناچیز کی نعتیہ شاعری پر امام احمد رضا بریلوی، سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی، الطاف انصاری سلطان پوری مالیگانوی اور کلیم شاہدوی مالیگانوی کے اثرات زیادہ ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان شاعروں کا کلام جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا ہے مسلسل سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے۔ اور آج بھی ان کے کلام پردۂ ذہن پر خوب صورت گل بوٹوں کی طرح نقش ہیں۔

سوال : نعتیہ ادب کے سلسلے میں ہندوستان میں بیداری کے حوالے سے آپ کتنے مطمئن ہیں؟

مشاہدرضوی : ماضی کی بہ نسبت اب ہندوستان میں نعتیہ ادب کے سلسلے میں قدرے بیداری آئی ہے۔ اسے میں قابل اطمینان تو تصور نہیں کرتا۔ بہ ہر کیف! جو ہے خدا کا شکر ہے۔ ناچیز کو اپنے پی ایچ ڈی کے دوران بہت دشواریاں پیش آئی تھیں۔ یونی ورسٹی لیول پر نعت کو صنف ادب میں شامل ہی نہیں سمجھا جارہا تھا۔ اس لیے میں یہ کہنے میں حق بہ جانب ہوں کہ ہندوستان میں نعتیہ ادب کے سلسلے میں جو بیداری ہے وہ ابھی ارتقائی مراحل سے گذر رہی ہے۔ ہاں! ابرار کرت پوری صاحب نے اور آپ نے جو تحریکیں نعتیہ ادب کے فروغ وارتقا کے لیے شروع کی ہیں ان سے اچھے اور بہتر اثرات مستقبل میں ہمیں دیکھنے کو ضرور ملیں گے۔

سوال : قارئین کرام کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

مشاہدرضوی : مَیں قارئین کو یہی کہنا چاہوں گا کہ اب عالمی منظر نامے پر نعت بے پناہ مقبول ہورہی ہے، اس لیے نعت کی خوشبو کو گھر گھر پھیلائیں، محبت رسول ﷺ جو کہ ساری تکلیفوں اور مصائب وآلام کا واحد حل ہے، اس کو خوب عام کریں۔ آج ہم جن کربیہ حالات سے دو چار ہورہے ہیں، ان کے چلتے سنت وشریعت کا دامن سختی سے تھامے رہیں۔ نیک بنیں، دوسروں کو نیک بنائیں۔ خوش رہیں اور دوسروں کو خوشیاں بانٹیں۔

***